اِصلاحِ معیشت

مُصنّفہ

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم مغفور کی دیگر تصانیف

	کاغذ سفید ولایتی	کاغذ حنائی	جلد	محصول ڈاک
(۱) **قرآن مجید مترجم** تقطیع کلاں دو صفحہ تیرھواں ایڈیشن مطبوعہ مفید عام آگرہ جس کے آخر میں الفاظ و محاورات اردو کی ایک مکمل فرہنگ مستزاد کی گئی ہے۔	لعہ ر		۶عا ر	۴عہ ر
(۲) **قرآن شریف** تقطیع متوسط چو صفحہ ترجمہ بین السطور "جامع المصاحف"	۸صہ ر	۰	۸عہ	۹ ر
(۳) **قرآن شریف** ترجمہ بر صفحہ مقابل "غرائب القرآن"	۵شے ر		ایضاً	۱۳ ر
(۴) **حمائل شریف** تقطیع ۱۶ + ۲۲ ترجمہ بین السطور بارھواں ایڈیشن جس کے آخر میں الفاظ و محاورات اردو کی ایک مکمل فرہنگ مستزاد کی گئی ہے۔	سے ر	۰	عہ ر	۷ ر
(۵) **دہ سورہ فی احسن سورہ**۔ مروجہ پنج سوروں کی جگہ یہ دہ سورہ مترجم و محشی ہے۔ سفر حضر میں پڑھنے کے بہت کام کا ہے۔ حمائل کی تقطیع ہے۔	۸ ر	۰	۰	۳ ر
۶ **ادعیۃ القرآن**۔ قرآن شریف کی تمام دعائیں مترجم مع ایک مفصل دیباچے کے جس میں دعا کی حقیقت اور اسکی مقبولیت وغیرہ عمدہ اور مفید مضامین ہیں روزانہ وظیفہ کے لئے ایک نایاب مجموعہ ہے۔	۸ ر	۰	۰	۳ ر

	قیمت	محصول ڈاک
(۷) **الحقوق والفرائض**۔ حصۂ اول حقوق اللہ۔ حصۂ دوم حقوق العباد۔ حصۂ سوم اخلاق و آداب۔ مسائل شرعیہ میں اس سے بڑھ کر جامع و مفصل اور کوئی کتاب اردو میں نہیں ہے، جو نہایت عام فہم اور سلیس بھی ہے۔	۵صہ ر	۱۰ ر
(۸) **اجتہاد**۔ اس کتاب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلام اور اس کے متعقدات فطری ہیں۔ جو شخص ذرا بھی سمجھ رکھتا ہے وہ بخوبی تصفیہ کر سکتا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ "کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو"	عہ ر	۴ ر

نوٹ:۔ ڈاکخانہ کے جدید قواعد کی وجہ سے محصول ڈاک دوچند ہو گیا ہے۔

۴

انتساب

تو ای کہ رونق پیشینیاں بہم شکست
زنظم و نثر تو کاندر زمانِ ما گفتی

چہ نغمہ ہا کہ بہ قانونِ ذوق سنجیدی
چہ بذلہ ہا کہ باندازِ دلربا گفتی

گہر بہ بزم فشاندی اگر ثنا خواندی
اثر ز لفظ دماندی اگر دعا گفتی

لطیفہ ہا کہ بہ لفظ و بیاں نمی گنجید
کہ چوں فرشتہ ز غیب آمدی دوا گفتی

بحقِ لطفِ کلامت کہ ہست بر دلِ ما
کہ پایۂ سخن افراشتند تا گفتی

الحمدللہ والمنۃ کہ کتاب اصلاح معیشت تکمیل کو پہنچی۔ کتابیں تو میں کئی لکھ چکا ہوں لیکن عروس طبع کو پورا پورا سہاگ آج ہی نصیب ہوا کیونکہ اسکی مانگ مسز سروجنی نائیڈو جیسی نیک فال طوطی شکر مقال چشم و چراغ دودۂ دولت و عصمت کے نام مبارک سے بھری گئی۔ یہ کچھ کم باعثِ فخر نہیں کہ ایسی نامور ذی مرتبت اور بلند پایہ جادو بیان بلبلِ ہزار داستان شاعرہ اور بے نظیر لکچرار اور صنفِ نسواں کی عدیم المثال تمثال نے اسکی نسبت اپنے نام نامی اور اسمِ گرامی سے منظور فرمائی ؎ سالے کہ نکوست از بہارش پیدا۔ ایسی دلہن اپنے ہم چشموں میں جس قدر ممیز و ممتاز ہو وہ کم ہے اور ایسی قدر افزائی جس قدر باعثِ فخر و مباہات ہو بجا ہے ؎ بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست۔ میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو جناب ممدوحہ کے نام سے جو ہندوستان کی زنانہ سوسائٹی میں بے انتہا قدر اور عزت سے لیا جاتا ہے معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جس طرح منسوب الیہا کا نام مثل سراج منیر اور بدرِ کامل کے چمک رہا ہے یہ ذرۂ بے مقدار بھی رشک افزائے تجلّی ماہ و خورشید ہو :- ؎

می کنم ختم بر دعا گفتار
کہ نیاید ز بندہ غیر دعا

؎ لفظ سروجنی میں یہ عجیب لطف ہے کہ سر وج اس چیز کو کہتے ہیں جو چند خوشبودار چیزیں سات سہاگنیں مل کر پیستی ہیں اور جو سہاگ کیلئے دولہا کے ہاتھ سے دلہن کی مانگ میں آرسی مصحف کے

فہرستِ مضامین اصلاحِ معیشت

دیباچہ

برآر از مدِ بسم اللہ تیغِ خوش مقالی را
مُسخّر کن سوادِ اعظمِ نازک خیالی را

حمد

اے غاروخس و بحر ثنائے تو سخنہا — گنجینۂ گوہر ز مدیح تو دہنہا

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو — آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگِ جاں سے ہو اُس پر یہ بُعد — اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

نعت

احمد کا احد کا ہو معّما باریک — کس طرح کھُلے کہ ہو، یہ نکتا باریک
کچھ اس کے سوا نہیں دونوں میں فرق — اک میم کا ہو بیچ میں پردا باریک

پہلے اس نام میں ہو میم مقامِ محمود — حے سے ثابت ہو کہ حجت حق انکا وجود
میمِ ثانی سے مکرر جو مراتب ہیں نمود — دال ہو دال کہ اس نام پہ ہے واجب درود
حرفِ زیبا پی محبوب خدا ساتھ کہے — جو محمدؐ کہے وہ صلِّ علیٰ ساتھ کہے

کیوں آپ میں ہو معدلت وعلم وفہر وداد | رحم وسخا ودوقر ولیاقت سے کیا مراد
مطلب بہت دقیق جو تھا فکر کی زیاد | اوّل کے حرف سب کے نکالے پے سواد
دیکھا جو ربط دیکے تو مطلب حصول ہے | آخر یہ کھل گیا کہ محمدؐ رسول ہے

عرضِ مدّعا

این نگارین نگار رشک نگار | کہ سوادش خوش از بیانِ چمن
از قبولِ نگار خانۂ فیض | باد مقبول مقبلانِ سُخن

یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے | وہ بات دے زباں پہ کہ دل میں اثر کرے

آئے دن ہم سُنا کرتے ہیں کہ عورتوں کے لائق مفید لٹریچر (علمی مواد) کم ہے اور اُن کے لئے دلچسپ اور نصیحت آمیز کتابیں کثرت سے لکھی جاتی ضرور ہیں۔ ہم اس رائے سے متفق نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ہنوت میں اب بھی عورتوں کے لئے اتنی کتابیں موجود ہیں جتنی کہ پڑھنے والیاں نہیں، پھران پر اور زیادہ بوجھ لادنا کیا ضرور ہے۔ ہاں۔ ایک بات البتہ ضرور ہے کہ عورتوں کو شوق اور طلب صادق نہیں اور اگر ہو تو کتابوں کی اس طرح کی بے قدری کبھی نہ ہو، کتابوں کی خاطر خواہ نکاسی نہ ہونے کی ایک وجہ تو ہم نے بتلادی مگر اس کے سوا اور ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مرد خود نہیں چاہتے کہ عورتوں کے جائز حقوق بھی اُن کو دیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اس جہالت کی حالت میں وہ ہمسری کا دعویٰ کرنے لگی ہیں تو خدا جانے پڑھ لکھ کر شاید اور سر پر چڑھ جائیں یہ بھی کوتاہ اندیشی ہے۔ یہ کمی تعلیم اور جہالت ہی کا سبب ہے جو اس طرح کی کھٹ پٹ چلی جاتی ہے۔ تعلیم کے معنے یہ نہیں کہ اُردو لکھنا پڑھنا آجائے اور بس ایسی تعلیم تعلیم نہیں

کہی جاسکتی بلکہ جہالت ہی کے لگ بھگ ہی۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ عورتیں کچھ کام کی نہیں اور دُنیا کی گاڑی کے چلانے میں آپ کو سہارا دیں تو اُن کو اِس بارِ عظیم کے گھسیٹنے کے لئے تیار کیجئے یعنی اُن کی معلومات عامّہ بڑھے، اُن کے خیالات وسیع ہوں، اُن کے اخلاق درست ہوں، وہ دُنیا کے سنوسار کی ایک سرگرم اور بکارآمد ممبر ہوں، وہ اپنے مرتبے، اپنے حقوق، اپنی ذمہ داریوں، اپنے فرائض، غرض مالہٗ وماعلیہ سے پوری طرح واقف ہوں۔ تاکہ وہ مردوں کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوں؛ اور اب تو اُن کی یہ حالت ہی کہ سوائے اس کے کہ "آج کیا پکا" "گھر میں اناج ہو چکا یا آئے گا" اور کوئی بات ایسی ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی جو اُن سے کی جائے، اور کسی معاملۂ اہم وسترگ میں اُن سے مشورہ یا رائے لینا تو درکنار۔ ان بےچاریوں کو جب تعلیم کا شغل نہیں تب ہی تو ان کو تعویذ گنڈوں، ٹونوں ٹوٹکوں، شوہر کی شکایت، اِس کی بُرائی، اُس کی بھلائی، غیبت، ناشکری اور انواع واقسام کے امراض دامن گیر ہیں، کہ خالی بنیا بیٹھا کیا کرے اِس کوٹھی کے دہان اس کوٹھی میں کرے اور اگر یہ تعلیم کے کوچے میں گھُس جائیں تو اِن کو فضولیات کے اُدھیڑبُن کی فرصت کب ملے۔ جب میرا یہ خیال ہی کہ زنانہ لٹریچر کافی سے زیادہ ہی تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ تو نے یہ کتاب کیوں لکھی؟ میرا جواب یہ ہی کہ میری دونوں کتابیں **اقبال دُلہن** اور **حسنِ معاشرت** خوب چل پڑی ہیں اور میں دیکھتا ہوں تو اُنھوں نے اچھا اثر دکھایا ہی، اِس لئے مجھے جرأت ہوئی کہ لاؤ تیسری کتاب ایک اچھوتے مضمون پر لکھو اور وہ یہ ہے کہ "عورتیں ہی مردوں کی بگاڑنے اور سنوارنے والیاں ہیں" بادی النظر میں یہ ایک دعویٰ بے دلیل سا معلوم ہوتا ہی اور اکثر عورتیں کہہ اُٹھیں گی کہ "لو مردوں نے یہ اور بلا ہمارے سر منڈھی، بگڑیں سنوریں آپ اور نام لگائیں ہمارا" بہنیں اِس کتاب کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں

اور دیکھیں کہ ہم سچ کہتے ہیں یا غلط۔ اس کا فیصلہ میں اُن ہی کے ہاتھ پر چھوڑتا ہوں۔ ہم نے اِس قصّے میں ایک ہی گھر کی دو سگی بہنوں کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ ایک نے اپنے بگڑے ہوئے شوہر کو سُدھار لیا اور دوسری بنے بنائے شوہر کو کھو بیٹھی۔ قصہ تو یہ ضرور ہی اور قصے میں سچ جھوٹ دونوں پہلو ہوتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہی کہ آئے دن دُنیا میں ایسا ہو رہا ہی یا نہیں۔ ہو رہا ہی اور ضرور ہو رہا ہی اور کثرت سے ہو رہا ہی۔ اِس کتاب کے حصّہ دوم میں ایک پھوہڑ گھر والی کا خاکہ اُڑایا گیا ہی، اِس میں مبالغہ ضرور ہے لیکن کتاب کی چاشنی کے لئے اگر ہم ایک بدتر سے بدتر بدسلیقہ عورت کو پیش نہ کرتے تو کیا کرتے۔ ہماری غرض اس کتاب کے لکھنے سے یہی ہی کہ بیاہی ہوئی عورتیں اِس ہیبت ناک فوٹو سے متاثر ہوں اور جواب دُنیا میں ازدواجی زندگی شروع کرنے والیاں ہیں وہ اُن باتوں سے جو دلوں میں تفرقہ ڈالتی ہیں اور بھلے چنگے شوہر کو دشمن بناتی ہیں محترز رہیں۔ جس طرح تعلیمی مردم شماری ہوتی ہی اُسی طرح اگر ہمارے گھروں کے اندرونی حالات اور نااتفاقی کے اسباب کی چھان بین کے لئے ایک کمیشن بٹھائی جائے تو ہم کو اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کہ مردوں کے ظلم کا پلڑا جُھکتا ہی رہے گا۔ لیکن عورتیں بھی بہت سی ایسی نکلیں گی جنھوں نے شوہروں کی قدر نہ کی، اُن کی سنبھال نہ کی اور اُن کی محبّت کو عداوت سے بدل دیا جس سے خود بھی مُدّت العمر تکلیف میں رہیں اور دوسرے کی بھی زندگی تلخ کی۔ ایک دلّی ہی میں ذرا ذرا سی بات پر صدہا گھر اُجڑے پڑے ہیں۔ میاں بیوی کو نہیں پوچھتے اور بیوی میاں کو۔ اُن کی زندگی بے لطف، اِن کے گھر برباد۔ مرد شاید اپنے دل بہلانے کا جائز یا ناجائز کوئی اور مشغلہ نکال لیتے ہوں مگر عورتیں بیچاریاں کیا کر سکتی ہیں، اور جب کچھ نہیں کر سکتیں تو مجبوری سب کچھ کراتی ہی۔ اُن کو چاہیئے کہ ازدواجی زندگی کے تحفّظ کی زیادہ قدر کریں اور قدم پھونک پھونک کر رکھیں کیونکہ ایک بیاہی عورت

کے لئے اس سے بڑھکر کیا بدنصیبی ہو سکتی ہو کہ جیتے جی شوہر چھوٹ جائے اور بنا بنایا گھر بگڑ جائے۔

خداوند تعالیٰ مردوں کے ساتھ ہی اُن کی عورتوں کو بھی توفیق نیک دے۔ مرد بیویوں کو سچ مچ کی بیویاں اپنی شریک رنج و راحت، اپنی سچی ہمدرد اور رفیق سمجھیں۔ عورتیں مردوں کو مردوں کی جگہ اپنا سر دھرا اپنا محافظ اپنا خیر خواہ۔ مختصر یہ کہ دُنیا میں سب سے بہتر اور سب سے بڑھ کر سمجھیں۔ اور اس چند روزہ زندگی کو حُسنِ سلوک سے تیر کریں جس میں آپ بھی خوش اور خدا بھی راضی۔ بُرا لٹریچر اس قدر کثرت سے پھیل گیا ہے کہ عورتیں کتابوں کی طرف سے بدگمان ہیں، اور مرد اُن سے زیادہ پریشان۔ اشتہار سے کتاب کی حُسن و خوبی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ع کس نگوید کہ دوغِ من ترش است۔ لیکن ہاں مصنف کا نام کافی ضمانت ہو سکتا ہو۔ مستورات تک کتابوں کی رسائی ایک مشکل کام ہو۔ اُن کو شوق نہیں، مردوں کو اس طرف توجہ نہیں۔ پھر اُن کی نظر سے یہ کتاب جو خاص کر ہماری بہنوں کے لئے ایک اُن کے سچے ہمدرد نے سوزِ دل اور پاک ولولہ سے لکھی ہو کیوں کر بو پہنچے۔ لہٰذا ہم ہر تہذیب یافتہ صاحب خانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ پہلے خود اس کتاب کو اپنے مطالعہ سے شرف و عزت بخشیں، اگر پسند آئے تو اپنا ہاتھ بڑھا کر زنان خانوں میں پہنچائیں، تاکہ مخدراتِ عصمت منتفع ہوں، اور اگر ناپسند ہو تو اپنے ہی تک رکھیں۔ ے

پارۂ در خاکِ معنی تخمِ سعی افشاندہ ام ❖ بو کہ بعد از ما شود این تخم نخلِ بار دار

دہلی ستمبر ۱۹۱۷ء فقیر حقیر بشیر کان اللہ لہ ولوالدیہ

دیباچہ طبع ثانی

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

تین برس میں اصلاحِ معیشت کا پہلا ایڈیشن نبیگ لگا۔ یعنی ہزار نسخے نکلے۔ دو سو کاپیاں تو سرکار نے خریدیں، سو کے قریب تحفے تحائف اور احباب کی نذر ہوئیں، باقی سات سو کو تین سال پر پھیلا لیجئے اور خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ قدردانی کی کساد بازاری کا کیا حال ہے۔ یہ اُس کتاب کی گت بنی ہے جس کے سر پر گورنمنٹ کی پسندیدگی اور قدردانی کا دستِ شفقت ہے کہ بلا کسی قسم کی سعی سفارش یا دوادوش کے تین سو روپے انعام ملا جو اس زمانے میں بہت غنیمت اور میرے لئے سر سے اونچا ہو گیا۔ اگر سرکار دستگیری نہ کرتی اور ہمت نہ بڑھاتی تو ترکی تمام ہو جاتی۔

ع خدا خود میرِ سامانست اربابِ توکل را۔ ہر طرف سے یہی صدا آتی ہے کہ کتاب اچھی ہے۔ لوگ پسند بھی کرتے ہیں، چلتی بھی ہے مگر مستانہ چال سے

آہستہ خرام بلکہ مخرام ٭ زیرِ قدمت ہزار جانست

اس کی رفتار اُسی مناسبت سے ہے جیسا کہ لوگوں کو کتب بینی کا شوق ہے۔

ع طفل بہ مکتب نمی رود و لے برندش۔ مجھ کو کتاب کی کچھوے کی سی چال کا افسوس نہیں، افسوس ہے تو اس کا کہ علمی مذاق بہت پژمردہ ہے۔ اس سے مصنفین کا کیا خاک حوصلہ بڑھ سکتا ہے۔ ؎

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ نکلی منہ سے ٭ کہنے کو شمع کے مانند زباں رکھتے تھے

کہاں اہلِ یورپ کا شوق اور کہاں ہمارا، آسمان زمین کا فرق ہے، اُدھر کمال

راہِ ہرزوال۔ اُن کی رفتار ریل کی سی ہو تو ہماری لدّو چھکڑے کی۔ وہ ہوا سے باتیں کرتے ہیں اور ہم ابھی رینگ ہی رہے ہیں۔ یہی مناسبت ہر شُعبے اور ہر کام میں ہی اور اس زعمِ باطل پر دعوائے ہمسری ہے ؎

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس ؛ ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہوں گے

ہم نے سمجھ لیا ہی کہ ہم معراجِ کمال پر پہونچ لئے اور میں کہتا ہوں کہ یہی برخود غلط تو ہم ترقی کا سدِّ راہ ہی ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند ؛ در جہلِ مرکب ابدا لدہر بماند

جب اس کمی کا احساس نہیں تو نہ طلب صادق ہو نہ شوقِ واثق۔ پھر کتاب کوئی کیوں لکھے اور کس کے لئے لکھے اور کس اُمید پر لکھے۔ یورپ میں کتابوں کا شوق نہیں ہُوکا ہے۔ اُن کی نکاسی ایسی ہو کہ لَا عَیۡنٌ رَأَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَت۔ وہ لوگ کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لیتے شوق و غور سے پڑھتے اور روپے پیسے کو اس پر سے نچھاور کرتے اور زبانِ حال سے کہتے کہ ؎ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔ یہاں جن کی گرہ میں ٹکے ہیں وہ اس راہ بھول کر بھی نہیں چلتے اور جو تنگ دست ہیں اُن کی وہی مثل ہے کہ ع جامہ ندارم دامن از کجا آرام۔ میری کوریلی نے ایک دو نہیں سترہ ناول لکھے ہیں، اُن میں سے صرف ایک سار وزآف سٹین (مصائبِ شیطانی) کو لیجئے کہ پہلے پہل ۱۸۹۵ء میں یہ کتاب چھپی اور چوبیس برس میں اس کے باسٹھ ایڈیشن ہوئے۔ جس قوم کے افراد کو علم کا ایسا چسکا اور لت اور مذاقِ سلیم ہو ترقی وہ کریں گے یا ہم ؟ بتلایئے کہ بازی کون لے جائے گا اور دوڑ میں آگے کون رہے گا ؟ اس کا جواب یہ دیا جائے گا پہلے مُنہ تو بنواؤ تمہاری کتاب ہی اس پایہ کی نہیں۔ مجھے اس کے مان لینے میں کچھ بھی تامّل نہیں مگر براہِ مہربانی مجھے کسی اور مصنف کی نشان دہی کیجئے جس کی تصنیف کو چار چاند لگ گئے ہوں اور اُس نے

ایسا فروغ پایا ہو۔ ہم اگر بہتر سے بہتر کتاب بھی لکھیں اور اُس میں اپنی جان بھی کھپادیں یا یہ کہ کسی مقبول اور ٹکسالی چلتی ہوئی کتاب کا ترجمہ بھی پیش کریں تب بھی اُن کی گرد کو نہیں پہونچ سکتے کیوں کہ اب تک بھی ہم میں صحیح مذاق کی کمی ہو ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا ۔۔۔ ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

بدشوقی کا یہ حال، کاغذ اور چھپائی کی مایحتاج اشیاء کی ہیبت ناک گرانی کا وہ وبال، یہ دو اسباب ایسے ہیں کہ نہ دھرے جائیں نہ اُٹھائے جائیں، انھوں نے کمر ہمت توڑ دی لیکن پھر بھی کتاب کا دوسرا ایڈیشن نکالنا پڑا، صرف اس وجہ سے کہ کوئی نہ کوئی خریدار ٹپکتا ہی رہتا ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کتاب زندہ ہو مری نہیں۔ کتاب کی مانگ تو ہو گو کم ہی مگر ایں ہم غنیمت است ؎

ہم بھی رکھتے ہیں وہ دل محل نہیں ہو جس کا ۔۔۔ پھر خریدار کی دیکھیں تو نظر کتنی ہو

نظم

کچھ نہ پوچھو آج ہم کیا قوم سے کہنے کو ہیں ۔۔۔ قوم کو خود قوم کے مُنہ پر بُرا کہنے کو ہیں

اُن کو اُن کے عیب اُنکے سُقم دکھلانے کو ہیں ۔۔۔ اُن سے اُن کی داستانِ ماضی کہنے کو ہیں

الغرض اسلام پر جو کچھ کہ گزرا نیک و بد ۔۔۔ اُس کو ہم از ابتدا تا انتہا کہنے کو ہیں

مدتوں ہم اُن کو چپکے چپکے سمجھایا کئے ۔۔۔ اب جو کچھ کہنے کو ہیں سو برملا کہنے کو ہیں

ہم سے بہتر کوئی کیا جانے گا حالت قوم کی ۔۔۔ جو عدو کہتے ہیں ہم اُس سے سوا کہنے کو ہیں

جتنی انگریزی رعایا ہو سبھی خوش حال ہو ۔۔۔ ہم ہی زیر سایۂ انگلشیا کہنے کو ہیں

عزتِ دارین ہی اصلی مُسلماں کی شناخت ۔۔۔ ورنہ یوں ہم بھی بطورِ ادعا کہنے کو ہیں

حسنِ صورت محض بے رونق ہو سیرت کے بدون ۔۔۔ جن گلوں میں بو نہیں وہ خوشنما کہنے کو ہیں

دین کے بارے میں جو کچھ مُنہ میں آیا بک دیا ۔۔۔ ہم اس آزادی کو مالیخولیا کہنے کو ہیں

ای فلک دیکھ اب سنبھل جانا کہ آخر کار ہم
زندگی سے تنگ آکر یا خدا کہنے کو ہیں

گر مدینے جائیو تو ہم سے مل کر جائیو!
ہم بھی کچھ پیغام ای بادِ صبا کہنے کو ہیں

وہ رسولِ ہاشمی جو اُس جگہ مدفون ہیں
اُن کی روحِ پاک کو صلِّ علیٰ کہنے کو ہیں

پھر بصد عجز و ادب تیری زبانی اے صبا
اُن کی خدمت میں یہ عرض و التجا کہنے کو ہیں

اتنا کہہ دینا کہ گو ہم تیرے کہنے میں نہیں
پھر بھی ہم تیرے امامِ اتقیا کہنے کو ہیں

دولت و عزت حکومت شان و شوکت سلطنت
کھو کے سب کچھ زندہ اب ہم بے حیا کہنے کو ہیں

یہ تو حالت ہے اور اس پر دشمن از راہِ حسد
یا بُرا کرنے کو ہیں اور یا بُرا کہنے کو ہیں

رحمۃ اللعالمین کیجئے دعا بہرِ خدا
حاملانِ عرش آمینِ دعا کہنے کو ہیں

سیّد احمد خاں کو اُنکے ضبط و استقلال پر
آفرین و حبّذا و مرحبا کہنے کو ہیں

عقل کو اُن کی سلیم اور رائے کو انکے صواب
اُن کی غور و فکر کو دور از خطا کہنے کو ہیں

گر مسلمانوں کو کشتی فرض کر لو فی المثل
ان کو کشتی کا مبارک ناخدا کہنے کو ہیں

وہ جو کالج ہے علی گڈھ میں اسے از راہِ فخر
ہم مسلمانوں کا قومی مدرسہ کہنے کو ہیں

علم کی ٹکسال ہے یا جس نے لی اس کی سند
ہم اُسی کو رائج الوقت اور کھرا کہنے کو ہیں

کوئی حاسد ہو اگر در پردہ اُسکے برخلاف
اُس کو ہم اسلام کا دشمن کھُلا کہنے کو ہیں

لوگ سُنتے سُنتے عاجز آگئے بس کہہ چُکو
کب تلک کہنے کو ہیں و تا کجا کہنے کو ہیں

مارچ ۱۸۹۶ء میں طاعون نے اپنی ڈراؤنی شکل ہندوستان میں دکھلائی اور سارے ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک ایک تہلکۂ عظیم برپا کر دیا۔ اس کا اشتداد کم نہ ہونے پایا تھا کہ ۱۹۱۸ء میں انفلوانزا آن دھمکا، اس نے طاعون کو بھی پسِ پشت ڈال دیا۔ ع بمرگش بگیر تا بہ تپ راضی شود۔ ابھی ان دونوں کے شکنجے میں ہم بُری طرح پھنسے ہوئے تھے کہ کوئی دو برس ہوتے آئے ہندوستان میں سیاسی بے چینی شروع ہوئی جس سے اہلِ ہند چوکڑی بھول گئے۔ سیاسی بے چینی میں ستیہ گرہ یا خاموش

بمقابلہ بڑے جوش سے نمودار ہوا جس نے خاص کر پنجاب میں ایک تلاطم بپا کر دیا جو امرتسر میں خون کے ندی نالے بہا کر کچھ دب گیا تھا کہ اواخر ۱۹۲۰ء میں نان کوآپریشن (ترکِ موالات) کی بلائے بے درماں نازل ہوئی جو اب تک موجیں مار رہی ہے۔ یہ موذی مرض اس سرعت سے پھیلا کہ طاعون اور انفلوانزا سے بھی زیادہ ستھراؤ کر دیا۔ اس کا دھاوا تعلیم پر رہا ہے۔ بنے بنائے چلتے چلاتے مدرسے، کالج، تعلیم گاہیں، ویران ہو گئیں۔ پبلک گورنمنٹ سے روٹھ گئی۔ سرکار مالی امداد سے دست کش ہو گئی اور اپنے پاس پیسہ نہیں، نتیجہ یہ کہ سرمایۂ حیات کے سلب ہو جانے سے جاں بلب ہیں ؎

وہ ناتواں ہوں کہ ہوں، اور نظر نہیں آتا ؛ اجل پھری مرے بستر کے گرد ساری رات

ہزارہا قوم کے ہونہار جن پر ہماری بہبودگی کا دارومدار تھا برباد ہو گئے۔ سرکاری مدارس چھوڑے اور اپنے مدارس ندارد۔ ازیں سو راندہ وزاں سو درماندہ۔ ؎

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

مسلمان پہلے ہی تعلیم میں پیچھے اور پھسڈی تھے اور اب تو بالکل دست و پا شکستہ ہو گئے۔ جب تک خیالی نیشنل مدارس بنیں ... ان کا کام تمام ہو جائے گا۔ تا تو من می رسی من بخدا می رسم۔ اب رہا سہا حصول علم کا شوق بھی ہوا ہو گیا۔ دھن ہی اور لگ گئی۔ سر در بستاں یا دو ہا نیدن ۔ جب سرے سے تعلیم ہی کو گھن لگ گیا تو کہاں کی کتاب اور کدھر کا ناول ؎

گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل ؛ کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

کسی شان میں گرچہ قاصر نہیں ؛ مگر یاں طبیعت ہی حاضر نہیں

سفر دور اور لوگ ہارے ہوئے ؛ کہ ہیں قحط سالی کے مارے ہوئے

ہزاروں کے گھر کر دئے بے چراغ ؛ نہیں اب دلِ زار میں جائے داغ

اب آگے تحمل کا یارا نہیں ؛ کہ دل ہی تو ہو سنگِ خارا نہیں
غرض موت کا گرم بازار ہے ؛ زمیں پر مگر آدمی بار ہے
گورمنٹ کا گر نہ ہوتا کرم ؛ قیامت کے سامان تھے سب بہم
ہو توفیقِ خیر اُس کے حکام کو ؛ کہ آرام دیں خاص کو عام کو
اور اک یہ کہ میں خود بھی جیتا رہوں ؛ جہاں تک ہو ممکن میں خدمت کروں

علالت رہے مجھ سے کوسوں پرے
کہ اِس طرح کا زندہ دل کیوں مرے

دہلی جنوری ۱۹۲۱ء خاکسار بشیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا حصّہ

احوالِ دل وسوزِ نہاں کہتے ہیں ⁘ دُکھ درد والم کی داستاں کہتے ہیں
چاہو اسے تم غلط فسانہ سمجھو ⁘ اپنی بیتی بہ جانِ جاں کہتے ہیں

پہلی فصل۔ میر احسن کے خاندانی حالات

قصّہ کہانی تو محض فرضی ڈھکوسلوں کا نام ہی جس میں اصلیت کی بو باس نہیں۔ جس کا سر نہ پیر۔ محض تُک سے تُک ملانے کا نام قصّہ ہی۔ بھلا ایسی من گھڑت اور بے ٹھور ٹھکانے باتوں پر کب دل ٹھکتا ہے، سچ جھوٹ جب ہی کھُل جاتا ہی۔ بھلا کاغذ کی ناؤ کہیں چلی ہی۔ جھوٹے کے پیر کہاں۔ پڑھنے والے اچھی طرح جان جاتے ہیں کہ اصل میں کچھ ہے وے نہیں محض دل سے جوڑ جوڑ کے ایک کتاب لکھدی ہی جس میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں اور اسی سبب سے اُس میں اثر و ثر خاک نہیں ہوتا۔ لیکن ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں نہ وہ اگلے زمانے کی باتیں ہیں کہ آج اُن کی تصدیق میں دقّت ہو اور نہ ہمارے دل کی گھڑی ہوئی داستان ہی جس میں شک و شُبہ کا گمان ہو، نہ ایسی کوئی بعید القیاس بات ہی جو اُٹھائی جائے نہ دھری جائے،

یہ تو اسی زمانے کا حال ہے جس کے دیکھنے والے اور جاننے والے ایک نہیں، دو نہیں، خدا جھوٹ نہ بلوائے بیسیوں موجود ہیں۔ شہر سے محلّے والوں سے جس سے چاہو شوق سے پوچھ گچھ کرلو، جو کہے گا بس یہی کہے گا کہ "ہاں بھئی! سُنا ہم نے بھی ہے۔ بات سچّی ہے۔" اور اگر آپ بھی دلّی والے ہیں تو عجب نہیں کہ آپ کے کان بھی اِن واقعات سے آشنا ہوں۔ شاہ تارا کی گلی میں گھُستے ہی ذرا کوئی سو قدم آگے چل کر داہنے ہاتھ کو جو چھوٹی سی گلی گئی ہے۔ اُس میں مڑتے ہی سامنے دار کو ایک دو منزلہ مگر پرانا مکان کھڑا ہے۔ جس سے پوچھو وہ بتلا دے گا کہ میر محسن کی حویلی یہی ہے اور اگر کوئی واقف کار مل گیا تو یہ بھی کہہ دے گا کہ بڑے میر صاحب حیدر آباد دکن میں کسی بڑے عہدے پر تھے اور وہاں سے بہت کچھ کما کر لائے تھے۔ ابھی نہیں مر کر کچھ بہت دن نہیں ہوئے، آدمی جزرس اور کفایت شعار تھے، بہت کچھ اپنی آل اولاد کے لئے چھوڑ گئے اور خلق کا حلق کون بند کر سکتا ہے، لوگ کہتے ہیں انہیں اس پرانی حویلی میں کچھ خزانہ بھی مل گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر جس طرح اُجلی گزران اُن کے صاحب زادے میر احسن کی ہے اُس سے تو امیرانہ ٹھاٹ معلوم دیتے ہیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ باپ کی طرح یہ بھی محتاط ہوں اور کچھ پس انداز کرلیا ہو، بہر حال ظاہر میں تو کرایۂ مکانات کے سوائے اور کوئی ذریعہ آمدنی کا تھا نہیں اور خرچ دیکھو تو معقول۔ ڈیوڑھی پر ایک چھوڑ دو دو آدمی، اندر مامائیں پکانے والی الگ اور اوپر کے کام کاج کی الگ۔ سواری کے واسطے فٹن۔ بس اس زمانے میں آسودگی اسی کا نام ہے۔ اب رہی نوابی اور امیری، وہ تو خواب و خیال میں بھی نہیں۔ دلّی کے شاہ زادے دربدر بھیک مانگتے پڑے پھرتے ہیں۔ کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ عام حالت یہ ہے کہ پیٹ کو روٹی ہے تو تن کو کپڑا نہیں اور جو تن کو کپڑا ہے تو پیٹ کو روٹی نہیں۔ اب تو دہی امیر ہے جو عزت آبرو سے اپنے گھر

میں مٹھار ہے اور کسی کے آگے دستِ سوال پھیلانا نہ پڑے۔ میر صاحب کی اندرونی حالت کچھ بھی ہو مگر بھرم تو بڑا تھا۔ لوگ ہمیشہ دوسروں کی دولت کا اندازہ لگانے میں بہت فیاضی سے کام لیتے ہیں اور اپنی آمدنی ہر شخص کو قلیل اور محدود معلوم دیتی ہے۔ میر صاحب آدمی خلیق اور بڑے ملنسار تھے۔ کچھ شعر شاعری کا بھی مذاق تھا۔ بذلہ سنج لطیفہ گو تھے، باتیں بڑی دلکش اور لچّھے دار کرتے تھے۔ اِس لئے اُن کے میل جول کا دائرہ وسیع تھا۔ پاسِ وضع بہت تھا جس سے ایک دفعہ صاحب سلامت ہو گئی بس سمجھیے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رشتۂ اتحاد قائم ہو گیا۔ جہاں کہیں مِل جائیں گے سلام میں خود ہی تقدیم کریں گے۔ اِن کے دیوان خانے میں یار دوستوں کا ایک جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ حقّے پان سے سب کی تواضع کی جاتی تھی، خلاصہ یہ کہ جس سے ملتے تھے خلوص دلی سے، گرویدہ ہو کر اور ٹوٹ کر۔ معاملے کے صاف، دوستی کے پکّے۔ اِس زمانے میں ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ گھر میں کچھ لمبا چوڑا کھڑاگ نہ تھا۔ ایک بیوی اور دو لڑکیاں۔ بیوی بھی میاں کی طرح بھلی مانس سب سے ملنے جُلنے صاحب سلامت رکھنے والی۔ ہنس مُکھ۔ خوش خُلق متواضع منکسر المزاج۔ باحیا۔ باتمیز۔ شرمیلی ایسی کہ محلّے والے تو رہے اپنی جگہ کبھی پاس پڑوس والوں نے بھی اُن کی آواز نہیں سُنی۔ یہ بھی نہیں معلوم دیتا کہ اِس گھر میں کوئی رہتا بھی ہو یا نہیں۔ دونوں لڑکیوں کو تو چھُٹپنے میں ہم نے بھی دیکھا تھا۔ اجی دیکھنا کیسا یوں سمجھ لو کہ ہماری ہی گودیوں میں پلی اور کھیلی ہیں۔ صورت شکل کی پیاری، بھولی بھالی۔ نہ ایسی خوب صورت کہ لوگ غش کھائیں نہ ایسی کہ کوئی نام دھرے۔ گورا رنگ۔ نقشہ سڈول۔ قد و قامت موزوں۔ تیلی دُبلی کامنی سی۔ اوپر تلے کی بہنیں ایک کو چھپاؤ ایک کو نکالو، اسی وجہ سے بعض لوگ اُن کو جوڑواں سمجھتے تھے۔ اب خدا رکھے سیانی ہونے آئیں۔ پردے بیٹھ گئیں اور پردہ بھی ایسا گہرا کہ دروازہ تک

یں قدم رکھنے کی بندش۔ آواز سے بولنے کی ممانعت۔ بھلا کیا مجال کہ کوئی جھلک تو دیکھ لے۔ میر صاحب سے ہماری بھی بڑی گہری ملاقات ہے۔ شروع سے آج تک وہی بات ہے۔ جب جی گھبرایا گھڑی دو گھڑی دل بہلانے اُن کی بیٹھک میں جا بیٹھے۔ غم غلط ہو گیا۔ سارے شہر کی اچھی بُری خبریں وہاں سُن لو۔ تھوڑی دیر گپ شپ اُڑائی۔ اپنے گھر چلے آئے۔ دل لگتا تھا تو بس میر صاحب ہی کے پاس اور وہ حضرت ایسے چمٹتے تھے کہ چھوڑتے ہی نہ تھے۔ جب اُٹھو ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیتے تھے۔ "ارے میاں! بیٹھو کہاں چلے۔ آتے دیر نہیں جانے کا تقاضا شروع، دیر ہو جائے گی تو شاید جورو مارے گی، ابھی تو سویرا ہے۔ نو بھی نہیں بجے"۔ غرض آندھی ہو مینہ ہو میرا تو روز کا پھیرا تھا۔ اور بندہ بشر ہے۔ اگر کبھی دن کوئی کام لگ گیا اور اتفاق سے جانا نہ ہوا تو پھر دیکھئے، میر صاحب کا آدمی پر آدمی چلا آتا ہے۔ پھر جب ملیں گے تو دوستانہ گلے شکوؤں کا طومار باندھ دیں گے، چوں کہ روز کا آنا جانا تھا اس لئے مجھ سے میر صاحب کے گھر کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی اور اس کے علاوہ عورتوں عورتوں میں بھی سلسلہ آمد و رفت کا تھا۔ میر صاحب کی بیوی اصل نسل کی سیدانی سادات بارہ کے خاندان کی، میر متقی کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ اُن کی ذات ذمات (جماعت) کا کیا پوچھنا، باقی یوں بھی تھیں بڑی سلیقہ مند۔ سُگھڑ۔ بامروّت، ملنسار، کم سخن اور بڑی چلن کی بیوی۔ رہے میر صاحب، اُن کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ ایسے آدمی کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اپنا گھر بھلا اور آپ بھلے۔ اگر کبھی شام کو ٹہلنے نکل گئے تو چاندنی چوک کا ایک چکّر لگا لیا۔ ورنہ اپنے گھر سے بہتر دوسری جگہ نہ تھی۔ میر صاحب کے لڑکا تو کوئی ہوا ہی نہ تھا۔ بچّے تو کئی ہوئے لیکن مر مر گئے۔ لے دے کے صرف یہ دو لڑکیاں دکھلائی دیتی تھیں۔ بڑی کا نام فہمیدہ اور چھوٹی کا نام سنجیدہ۔ دونوں نے محلّے ہی میں حکیم نجف علی خاں صاحب کی بیوی سے قرآن شریف پڑھا

اُردو لکھنا پڑھنا خود میر صاحب نے سکھایا۔ کیونکہ اِس زمانے میں بے تعلیم کے گزر نہیں۔ باقی رہا سینا پرونا۔ پکانا ریندھنا۔ ہنر، سلیقہ، یہ سب کچھ ماں کی بدولت تھا۔ جن کی ماں سارے محلّے میں سُگھڑ کہلائے تو بھلا اُن کی بیٹیوں کو سلیقہ نہ آئے تو کن کو آئے۔ مچھلی کے جائے کَن ترائے۔ دونوں بیٹیاں چشمِ بددور ماں کے قدم بقدم تھیں۔ خدا سب کی بہو بیٹیوں پر اس گھرانے کا پرچھانواں ڈالے۔ ماں نے دونوں لڑکیوں کو خوب اُٹھایا تھا۔ آیا گیا جسے دیکھو سب ہی تعریف کے پُل باندھ دیتے تھے۔ صورت اور سیرت دونوں اعتبار سے لڑکیاں لاجواب تھیں اور یوں بے عیب ذات خدا کی۔ کہنے والے دبی زبان سے یہ بھی کہتے تھے کہ بڑی لڑکی مزاج کی بڑی ٹھنڈی، بڑی ملنسار، بہت ہی ہنس مُکھ ہے اور ہے تو چھوٹی بھی خاصی مگر کبھی کبھی اُسے رگ چڑھ جاتی ہے اور یوں بھی دل میں بات رکھنے والی ضدّی اور کھُنّی ہے۔ پڑھنے پڑھانے، سینے پرونے، پکانے ریندھنے کا شوق بڑی کو تھا، چھوٹی اس کا پاسنگ بھی نہ تھی۔ عام قاعدہ ہے کہ چھوٹا بچہ چہیتا ہوتا ہے مگر چاہت چاہت میں بھی فرق ہے، کوئی چاہت عقل مندی کے ساتھ ہوتی ہے، جو اپنی اولاد سے سب ہی کو ہوتی ہے اور کوئی چاہت اندھا دُھند حماقت آمیز ہوتی ہے جسے اندھا لاڈ کہتے ہیں۔ اور اسی قسم کا لاڈ سنجیدہ کی نانی صاحبہ کرتی تھیں اور سچ پوچھیے تو اُنھوں ہی نے جا و بے جا ناز اور چونچلے اُٹھا اُٹھا کر ایک بُری بنیاد قائم کی جس کا نتیجہ اب تو نہیں مگر آگے چل کر ضرور نکلے گا۔ ماں اس حالت سے بے خبر نہ تھی اور اسی وجہ سے چھوٹی پر تقید اور ڈانٹ ڈپٹ زیادہ تھی مگر نانی کا حکم اُف کرنے کا نہ تھا۔ جہاں ماں نے ڈانٹا اور اُنھوں نے بیٹی کی فضیحتی شروع کی، اور اسی وجہ سے سنجیدہ شیر ہو گئی تھی اور نانی ہی نے اس کا ستیاناس کیا اور پیٹ بھر کر بگاڑا۔ جب دیکھو وہ سینہ سپر ہو جاتی تھیں اور بیٹی کو اُدھیڑ کر رکھ

دیتی تھیں "ن لے لڑکی ہوش میں آ۔ اپنی لاڈو کو کبھی الا اللہ نہیں کہتی (یعنی بڑی لڑکی کو) جب دیکھو اسی کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔ تجھے اس سے خدا واسطے کا کچھ بیر ہی پڑ گیا ہی۔ ارے ڈرے قاضی کے سر پڑے۔ ہم نے تجھے اسی طرح پال پوس کے اتنا بڑا کیا ہو گا۔ نوج کوئی اس طرح کا بیر کرے اجب دیکھو چلی کٹی۔ جب دیکھو اُلٹی سیدھی سُناتی ہی رہتی ہو شاید یہ تیری اولاد نہ ہوگی۔ یا تو نے اسے نو مہینے پیٹ میں نہ رکھا ہو گا۔ اتنا تو سمجھ کہ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہی۔ بچہ ہو نادان۔ جب بڑی ہوگی خود بخود سمجھ آجائے گی" غرض ماں بیٹیوں کی لڑائی جب کبھی ہوتی تھی بی سنجیدہ کے کارن۔ اور اسی وجہ سے سنجیدہ کے مزاج کی اصلاح اور تربیت جیسی کہ چاہیے تھی نہ ہو سکی۔ سنجیدہ کے پیٹ میں کیا کیا گُن بھرے تھے۔ ماں کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ شادی کے بعد اس نے پیٹ میں سے پاؤں نکالے۔ اور اس کا جو انجام ہوا وہ آگے چل کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ زمانہ دبے پاؤں نکلا جاتا ہی۔ میر صاحب کی جوانی ڈھل گئی۔ ڈاڑھی کڑ بڑی ہو گئی۔ بیوی کے جونڈے میں سفید بال آگئے۔ کھچڑی ہو گیا۔ لڑکیاں جو کل کی بات ہے باہر اُچھلتی کودتی پھرتی تھیں ماشاءاللہ اب جوان ہو گئیں۔ میر صاحب کو شاید خیال ہو یا نہ ہو ہمیں خبر نہیں مگر گھر والی کو تو ہر دم اس کا تصور پیشِ نظر تھا کہ ان کا ٹھور ٹھکانا کہیں ہو ہوا جائے، اپنے اپنے گھر کی ہو جائیں تو میں نچنت ہوں کہ زندگی کا کیا بھروسہ ہی، جو کچھ کرنا دھرنا ہی ہم اپنے رہتے کر جائیں ورنہ ہمارے بعد ان کا سمیٹنے والا کون ہی۔ اسی کی اُدھیڑ بُن سیدانی کو رات دن لگی رہتی تھی اور جوں جوں دن زیادہ گزرتے جاتے وہ سُوکھی چلی جاتی تھیں۔ جوان لڑکیوں کا بٹھار کھنا ایک بڑی مصیبت کا سامنا ہی۔ آجکل زمانہ کچھ ایسا بے ڈھنگا ہی کہ لڑکیاں ادھیڑ عمر کی ہو جاتی ہیں اور بر نہیں جُڑتا اور یوں تو جس گھر میں بیری ہوتی ہی پتھر آتے ہی ہیں۔ اسی طرح جس گھر میں لڑکی ہو اکا دُکا گری پڑی بات آ ہی جاتی ہی اور یہاں کا حال

بھی یہی تھا۔ جو بات آئی بے ڈھنگی۔ دل لگتی اور ٹھکانے کی ایک بھی نہیں۔ مشاطاؤں کے پھرتے پھرتے پاؤں چھلنی ہو جاتے ہیں مگر قرینہ کا کوئی گھر نہیں ملتا۔ جہاں دیکھو کچھ نہ کچھ نقص۔ امیروں کے لڑکے آوارہ اور اوباش، غریبوں کے مفلس اور قلاش۔ کہیں سوکن موجود اور جو سوکن نہیں تو دوہاجو کی بات ہی اور پاؤ درجن بچے اس کے ساتھ، جن کی سنبھال کی توقع غیراور کم عمر اور ناتجربہ کار لڑکی سے رکھنا ہی فضول۔ کسی کی ذات میں کھوٹ ہی تو کسی کی عمر طبعی کا ربع حصہ گزر چکا ہی۔ اب تو جہاں دیکھیے حسن صورت کی وہ پرچول ہو کہ آسمان کی حور اتر آئے تو بھی خاطر تلے نہ آئے، کہیں مہر پر تکرار ہی تو کہیں جہیز پر اصرار، غرض ع ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر ست۔

اسی طرح یہاں بھی کوئی نہ کوئی ٹپکتا ہی رہتا تھا۔ مگر ٹٹولا تو سب داغی اور عیب دار۔ لڑکیوں کی ماں آخر ہار کر تھک کر بیٹھ رہیں، جیتی مکھی دیدہ و دانستہ کیسے نگلتیں اور لڑکیوں کو جھونک دیتیں۔ ایسی شادی سے تو لڑکی کو گھٹنے سے لگا کر بٹھا رکھنا بھلا کہ عمر بھر کا جلاپا تو نہ ہوگا اور اماں باوا نو کو سم کاٹے میں نہ آئیں گے۔ اسی حیص بیص میں بڑی لڑکی کو اٹھارھواں اور چھوٹی کو سولھواں برس لگ گیا۔ لڑکیوں کا نصیبہ کچھ ایسا ٹھُس تھا کہ دلّی جیسے اتنے بڑے غدار شہر میں بھی بَر نہ جُڑتا تھا۔ رضیہ بیگم نے چپکے چپکے بیٹیوں کا سارا جہیز طیار کر لیا تھا۔ بچیاں چھوٹی ہی تھیں جب سے انھوں نے سینتنا شروع کر دیا تھا۔ لوگ کہتے بھی تھے کہ عجب احمق ہیں کہ اِن کیڑوں کے لئے ابھی سے جہیز اکھٹا کر رہی ہیں۔ پانی کے آگے پاڑ باندھنا یا ہوائی قلعے بنانا اسی خبط کا نام ہی۔ ہم کہتے ہیں کہ کہنے والے ہی احمق تھے۔ مآل اندیش، سمجھ دار گھر والیاں جن کا کچا ساتھ ہوتا ہی وہ ایسا ہی کرتی ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کرتے کرتے بہت ہو جاتا ہی، اور وقت پر بڑا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہی۔ رضیہ بیگم

کی طرف سے کچھ دیر نہ تھی، صرف خدا کے حکم کی دیر تھی۔ برس چھ مہینے بالکل سناٹا رہا۔ کسی طرف سے پیام وسلام نہ آیا۔ مشاطائیں بھی تھک کر بیٹھ رہیں رضیہ بیگم کا جوش بھی ٹھنڈا پڑگیا۔ دفعتہً میر صاحب کے پاس ایک پیغام کان پور کے ایک وکیل صاحب کے لڑکے کا آیا جو میر صاحب کے گہرے دوست تھے۔ لڑکا بی۔ اے پاس اور ڈیڑھ سو روپے کا وہیں نوکر تھا۔ ظاہرا کوئی بات اعتراض کے قابل نہ تھی۔ میر صاحب نے بیوی کے کان میں یہ بات ڈالی۔ بیوی پردیس کا نام سُن کر سناٹے میں رہ گئیں۔

میاں۔ کیوں چُپ کیوں ہوگئیں؟

بیوی۔ نہیں چُپ تو نہیں ہوئی۔ تم پردیس میں دے دوگے؟

میاں۔ اجی! ابھی دینا دلانا کہاں دھرا ہی۔ رہا پردیس یہ تو تم عورتوں کے توہمات ہیں، جب لڑکی اپنے گھر سے گئی تو پاس دُور کا کیا دیکھنا۔ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔ پھر کان پور ہی کون سی دُور۔ ریل نے زمین کی طنابیں کھینچ دی ہیں، مہینوں کا سفر دنوں میں طے ہوتا ہی، تار سے منٹوں میں خبر آتی ہی، پیسے میں خط اِدھر سے اُدھر۔ تم کیا دقیانوسی باتیں لے کر بیٹھی ہو۔ پھر بیاہے بعد تو لڑکی پرائی ہو ہی جاتی ہے، ماں باپ اور میکے کے تعلقات میں یوں بھی ڈھیل پڑجاتی ہی۔

بیوی۔ اجی ہاں! یہ تو سب کچھ سچ ہی مگر میں اپنی مامتا کو کیا کروں، میرا تو کلیجہ ٹھکتا نہیں، پھر آگے تمہیں اختیار ہے۔ ہاں ناں کرنے سے پہلے تم لڑکے کے حالات تو اچھی طرح پچھوا لو۔

میاں۔ لڑکے کے حالات کیا دریافت کرنے ہیں، وہ کوئی غیر جگہ تھوڑی ہی۔ لڑکا میرا دیکھا بھالا ہی۔ یہ تو سان نہ گمان کچھ اللہ ہی نے بھیج دیا ہی۔ تم اس میں کچھ پس وپیش نہ کرو، بس بسم اللہ کرو۔ لڑکا صورت شکل، چال چلن، عادات و اطوار سب لحاظ سے اچھا ہی۔ رہا خاندان، وہ سارا کان پور جانتا ہے، اُن کی ہڈی بوٹی کا کیا پوچھنا۔

مولوی نثار احمد صاحب کا نام اظہر من الشمس ہی، لڑکا پڑھا لکھا اور پھر نوکر، وہ بھی معقول یعنی وہیں مدرسے میں ہیڈ ماسٹر۔ اس کے سوائے ہم کو اور چاہیئے بھی کیا۔

بیوی - اچھّا تو جو تمہاری پسند ہو میری پسند۔ کارِ خیر میں دیر سے کیا فائدہ، بسم اللہ کرو۔ خدا بھاگوان گھڑی کی بیاہ برات (بارات) کرے۔

جب کہیں بات ہوتی ہی تو یوں ہوتی ہی۔ وہ جب دینے پر آتا ہی تو یوں چھپر پھاڑ کے دیتا ہی۔ میاں بیوی دونوں کی مت رل گئی۔ میر صاحب کچھ تین پانچ نہیں جانتے تھے۔ بالکل سیدھے سادے مسلمان تھے۔ جس طرح صاف دلی سے وکیل صاحب نے درخواست کی تھی میر صاحب نے بھی صاف طور پر توکلاً علی اللہ اظہارِ رضامندی کر دیا ورنہ اس زمانے کا لیل و نہار مقتضی اس کا ہی کہ برسوں بات کو جھلائے رکھیں۔ بیٹے والوں کے بخیئے ڈھیلے کر دیں، سو طرح کی حُجت و بز کریں۔ اقرار نامے لکھوائیں، جائداد ٹٹولیں، پٹاری کا خرچ منہ مانگے لیں، مہر کا بھاری گٹھڑ لادویں۔ تب کہیں ہاں کریں تو کریں، اور اس کے ساتھ بھی ایسا احسان جتلائیں کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں یا یوں سمجھو کہ لڑکے کو خرید لیا اور اپنے پندار میں ہر طرف سے ایسا جکڑ دیا ہی کہ ٹس سے مس نہ کر سکے، ساری عمر بیٹھا سسرال کی چوکھٹ کو سلام کیا کرے۔ لیکن، تدبیر کُند بندہ و تقدیر کُند خندہ۔ گھوڑا اور جوڑا تقدیر سے ملتا ہی۔ مثل مشہور ہی کہ بر عرش سے اُترتا ہی۔ جتنا چھانتے ہیں اُتنا ہی کرکرا ہوتا ہی اور جو اللہ پر بھروسہ کر کے ہاتھ پکڑا دیتے ہیں اُسکا فضل شاملِ حال رہتا ہی اور بیڑا پار ہو جاتا ہی۔ میر صاحب بے چارے نے ایسا ہی کیا، اور خط و کتابت سے چند ہی دن میں سارے معاملات طے ہو گئے اور نکاح کی تاریخ عید کی اکیسویں جمعرات کا دن ٹھیر گئی، جس کو ابھی دو مہینے کا عرصہ تھا۔ ان دو مہینوں میں جو کچھ طیاری لڑکی والوں کو کرنی تھی کر لی۔ اُدھر وکیل صاحب بھی ساؤنٹے ہو گئے۔ بھاری بھرکم جوڑا اور معقول چڑھاوا بن گیا۔

بلاوے پھر گئے، تاریخ مقررہ پر کان پور سے بارات آگئی۔ جو خاندوراں خاں کی حویلی میں ٹھیرائی گئی۔ جہاں مہمان داری کا اہتمام پہلے ہی سے اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا تھا۔ تاریخ و وقت مقررہ پر اصل خیر سے فہمیدہ بیگم سلمہا کی شادی خانہ آبادی سید نیاز احمد بی۔اے ہیڈ ماسٹر نارمل سکول کان پور سے ایسی حسن و خوبی اور خوش انتظامی سے انجام پائی کہ شہر والے واہ واہ کرتے تھے۔ دولھا والے جہیز سے اور دُلھن والے چڑھاوے سے ایسے خوش تھے کہ باچھیں کھلی جاتی تھیں۔ اُسی دن نو بجے رات کی اکسپرس سے دُلہن بڑے بھاری اور بیش قیمت جہیز کے علاوہ سب کی دلی دعاؤں کا ڈھیر کا ڈھیر لے کر رخصت ہوئیں اور نور کے تڑکے ابھی آفتاب نہیں نکلنے پایا تھا کہ یہ شمس تاباں کان پور میں اپنی کرنیں چمکانے لگا۔ مبارک سلامت کی دہوم پڑ گئی ؎

گر بر سرو چشم من نشینی ❊ نازت بکشم کہ نازنینی

رضیہ، بڑی لڑکی کی طرف سے تو اب بے فکر ہوگئیں کہ اُسے گھر اور شوہر دونوں اچھے ملے۔ وہ اپنی سسرال میں رہنے بسنے لگی۔ اب صرف یہ چھوٹی رہی۔ خدا وہ آسان کر دے گا ؎

من کار خویش را بخداوند کردگار ❊ بسپردہ ام کہ تا کرم او چہا کند

کوئی چھ ہی مہینے کے بعد چھوٹی کا پیام بھی آیا۔ معمولی پوچھ گچھ کے بعد اس کی رسم حنابندی بھی دلّی کے دلّی ہی میں ہو گئی۔ جوئندہ یابندہ۔ ترا ہا بیرم خاں کے مفتیوں کے خاندان میں جو دلّی میں چوٹی کا گھرانا شمار کیا جاتا ہے مفتی نور الحق کے منجھلے لڑکے انوار الحق سے بات ٹھیر گئی۔ لڑکا ابھی علی گڈھ کالج میں پڑھ رہا تھا اُدہر سے تو یہ وجہ تھی اور اِدہر ابھی میر صاحب بڑی لڑکی کے بارِ گراں سے سنبھلنے نہ پائے تھے۔ اس وجہ سے نہ ان کو جلدی تھی نہ اُن کو، منگنی کے بعد بھی برس بھر تک رخصت

کی نوبت نہ آئی۔ بڑی لڑکی بیاہی جا چکی تھی۔اب ماں ہمہ تن اِس کے اصلاح مزاج کی طرف متوجہ تھی، مگر چوں کہ لڑکی جوان ہو گئی تھی ماں کی نصیحت کارگر نہ ہوتی تھی بلکہ اُلٹا اثر پڑتا تھا۔اس لڑکی کے اُفتادِ مزاج کی طرف سے ماں کو آئندہ کا خدشہ ضرور تھا۔مگر یہ کیا اپنے بس کی بات تھی،کسی کے دل میں دل تھوڑی ڈالا جا سکتا ہے۔ایک برس بھی باتوں ہی باتوں میں ہَوا ہو گیا۔لڑکے والوں کی طرف سے وداع کا تقاضا شروع ہوا۔میر صاحب نے بھی خرچ برچ کا سُبیتا کر لیا۔جہیز بھی ٹھیک ٹھاک ہو گیا، تاریخ ٹھیر گئی اور جس طرح بڑی کا کاج کیا تھا یہ بھی ہوا۔رتّی برابر فرق نہ ہوا اور نہ یہ اندیشہ تھا کہ سنجیدہ سر پھٹول پر تُل جائے گی۔رضیہ بیگم کو بڑی لڑکی کی جدائی شاق تھی۔شکر ہے کہ چھوٹی لڑکی کو باہر دینا نہ پڑا۔بلکہ شہر کے شہر ہی میں رہی۔ غرض دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئیں والحمدللہ علیٰ ذالک۔

دوسری فصل۔بڑی لڑکی فہمیدہ کی ازدواجی زندگی

وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا ❖ ہمّت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

بڑی لڑکی نے جو زیادہ سمجھدار سُلجھے ہوئے مزاج کی تھی جب سُسرال میں جا کے قدم رکھا تو ایک نئی دُنیا نظر آئی۔چند دن تو خیر گھونگٹ میں گزرے،نہ اچھے کی خبر نہ بُرے کی۔گو دُلہن کی آنکھیں بند تھیں مگر کان تو کھلے تھے، رفتہ رفتہ شرم کُھلی، دیکھا تو سب صورتیں اجنبی تھیں،اور گھر کا رنگ ڈھنگ بھی بالکل نرالا تھا۔ رہے دولھا میاں، ابھی تک تو دُلہن کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ اور گرویدہ تھے، آگے کی خبر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیسی نبھے گی۔گھر میں ساس (میمونہ بیگم) کے علاوہ تین نندیں تھیں، بڑی (سلیمہ) بیاہی ہوئی تھی مگر سُنا کہ اپنی تنک مزاجی کے سبب میاں (سلیم) سے لڑ جھگڑ کر کئی کئی برس سے ماں کے گھٹنے سے لگی

بیٹھی تھی۔ منجھلی (فاطمہ) گو شادی کے قابل تھی مگر ابھی کنواری تھی اور چھوٹی (رابعہ عرف چھمّو) ابھی نادان کوئی سات آٹھ برس کی جان تھی۔ فہمیدہ نے ساس کا رنگ ڈھنگ جب ہی دیکھ لیا تھا کہ بڑے جھلّے مزاج کی ہیں، آئے دن ماں بیٹیوں بلکہ بیٹے سے بھی جھڑپ ہوتی رہتی تھی۔ بڑی نند کو تو کلنک کا ٹیکا لگا ہی ہوا تھا۔ سسرال میں نہیں نبھ سکی، جب ہی تو میکے میں آن بیٹھیں۔ منجھلی بھی دیکھنے میں خوش مزاج یا ملنسار معلوم نہ دیتی تھی، وہ بھی ناک چوٹی گرفتار تھی۔ اب رہی چھوٹی اوّل تو وہ ابھی کس شمار قطار میں تھی بالکل بچّہ۔ فہمیدہ نے پہلے اُسی کو پرچایا، تھوڑے ہی دنوں میں مانوس ہوگئی۔ فہمیدہ نے اُس کو اپنا مخبر بنایا اور چُپکے چُپکے گھر کا سارا بھید اسی سے لیا۔ سُسرے البتہ ایک معقول اور نیک منش آدمی تھے۔ میاں تعلیم یافتہ تو تھے اور محض انگریزی خواں جیسے عموماً ہوتے ہیں یہ بھی تھے کہ بدون انگریزی کے ٹکڑا نہ توڑتے تھے۔ دن بھر ان مصنوعی صاحب بہادر کو اپنے بناؤ سنگھار کنگھی برش کالر نکٹائی بوٹ کی صفائی سے ہی فرصت نہ تھی۔ جزئیات کی طرف وہ کیا خاک توجّہ کر سکتے تھے۔ فہمیدہ بُری طرح اس مجمع میں جس کا ہر شخص ایک انوکھا مزاج رکھتا تھا آن پھنسی تھی۔ خدا ہی اس کی شرم رکھے۔ نادان اور ناسمجھ ہوتی تو چھکّے چھوٹ جاتے، گھبرا جاتی، اور ایک کی دس دس ماں سے لگاتی اور ابھی سے تُھکّا فضیحتی شروع ہو جاتی، لیکن وہ بڑے ٹھنڈے مزاج اور مستقل ارادے کی لڑکی تھی۔ جب اُس نے سُسرال کی دُنیا کے جغرافیئے اور تاریخ پر اچھی طرح عبور حاصل کر لیا تب اس کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ سب سے اوّل اُسے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ سُسرے کی آمدنی ڈھائی تین سو روپے ماہانہ سے کم نہ تھی اور میاں کے ڈیڑھ سو ملا کر ساڑھے چار سو روپے، جو کسی شریف گھر کی زندگی کی گزران کے لئے کچھ کم نہ تھے، مگر جب دیکھو تو ڈھاک کے تین پات! گھر میں خاک اڑ رہی ہے، نہ فرش فروش درست ہے نہ چارپائیاں اور نہ پلنگ ڈھنگ کے،

نہ برتن معقول، جدہر دیکھو بدسلیقگی، جس طرف نظر دوڑاؤ بے ڈھنگاپن، کھانا ہے وہ بدمزہ۔ سیٹھا۔ روکھا۔ پھیکا۔ بدرو ب، اور سب سے بڑھ کر طرّہ یہ کہ جتنی آمد اُس سے زیادہ خرچ۔ بھلا یہ بیل کیسے منڈھے چڑھ سکتی تھی۔ سُسرے کو خبر نہیں کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ ساس سیاہ و سفید کی مالک تھیں۔ میاں اپنی کُل آمدنی بیوی کو دے دیتے تھے اور اُلٹ کر پوچھ نہ سکتے تھے کہ کیا ہوتی ہے۔ ہر شخص بڑی بی کے مزاج سے لرزاں اور ہراساں تھا۔ مامائیں گھر میں ایک چھوڑ دو دو تھیں مگر سب خائن چور اور محتاجِ نگرانی۔ رہے مردانے کے نوکر وہ نٹّرے اور مُنہ زور، عورتوں کو وہ خاطر تلے کب لاتے تھے، ایک کہتی تھیں تو دس سُناتے تھے، غرض گھر کیا تھا ایک طوفانِ بے تمیزی اور طغیانِ بدسلیقگی کا بحرِ ذخّار تھا۔ ایسی بگڑی ہوئی کل کو درست کرنا معمولی عقل و فراست کے آدمی کے بس کی بات نہ تھی، نہ دو چار دن کا کام تہا، اِس کو برسوں ہی چاہیئے تھے۔ فہمیدہ کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ چلتی ہوئی کل کی رفتار کو ایکدم اعتدال پر لے آتی، وہ اس کے پرپُرزوں کو بغور دیکھ رہی تھی اور بہ تدریج واقفیت حاصل کر رہی تھی۔ سُسرے سے وہ ابھی بات چیت نہیں کر سکتی تھی، ساس گو اتنے ارمان چونچلوں سے ہنسی خوشی بیاہ کر لائی تھیں اور خدا رکھے ماشاءاللہ ایک ہی لڑکا تھا، بہو کی جتنی اللہ آمین مناتیں کم تھی۔ مگر وہ تو بہو کے قدم دھرتے ہی کچھ بھول سی گئیں۔ اوّل ہی اُن کا مزاج تھا جھلّا، اب ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے چڑھا نیم، بہو کو ایسی ٹیڑھی ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھتی تھیں کہ نظروں ہی نظروں میں کھائے جاتی تھیں، رہیں بڑی نند بجلی پسند وہ ماں سے بھی کئی ہاتھ بڑھی ہوئی تھیں ؎

بشکند چوں تیغ خنجر می شود ؛ زادۂ ظالم ستمگر می شود

کبھی اُنھوں نے بھاوج سے سیدھے مُنہ بات بھی نہ کی، اور ان کا بات نہ کرنا ہی اچھا تھا، بخشو بی بلی مرغی لنڈوری ہی بھلی۔ اُن کو رات دن سُسرال کی شکایت اور

میاں کا دُکھڑا رونے سے کب فرصت تھی جو بھاوج سے مُٹ بھیڑ ہوتی۔ ہاں دُور ہی دُور سے آوازے توازے کستی رہتی تھیں، دوسروں پر ڈھال ڈھال کر ایسی گچّی مار دیتی تھیں کہ توبہ ہی بھلی، اور پھر الگ کی الگ۔ بھُس میں چنگی ڈال جمالو دُور کھڑی۔ جب کبھی پوچھو صاف مکر جاتی تھی "توبہ توبہ میں نے یہ بات کب کہی، ان کا ذکر نہ فکر وہ بات تو فلاں کی تھی اور لوا! کوئی زبردستی اپنے اوپر ڈھال لے جائے تو اس کا علاج نہیں۔ نکٹے کے سامنے ناک کھجائی اُس نے کہا مجھے ہی چڑایا۔ کیا خوب! اب شاید ان کے ڈر کے مارے کوئی بات بھی زبان سے نہ نکالے، اور مُنہ سی لے۔ ایسی بندی جب الگ گھر لے کے بیٹھو گی کرنا، یہ گھر کچھ تمہارا ہی نہیں ہے، میری ماں کا ہے"۔ رہی منجھلی نند، وہ بھی گھُنّی مسُمسی اور گہری تھی۔ جتنی اوپر تھی اتنی ہی نیچے تھی، خدا جھوٹ نہ بلوائے گز بھر کی تو زبان تھی، اور کلّے دراز ایسی کہ لچّے اچھّوں کا ناطقہ بند کر دیتی تھی جب لڑنے پر اُترتی تھی تو ایک سانس میں ہزار ہا باتیں سُنا ڈالتی تھی۔ زبان ایسی تُرتُری تھی جیسے راجس کی قینچی۔ آٹھوں گانٹھ کمیت۔ پنج عیب شرعی موجود۔ دو بدو ہو کر تو بھاوج سے ابھی لڑنے بھڑنے کی نوبت آئی نہ تھی مگر دُور ہی دُور سے یہ بھی زہر اُگلنے میں کچھ کمی نہ کرتی تھی۔ اب رہ گئی یہ چھمو سب سے چھوٹی، چوں کہ دُلہن نے شروع ہی سے گانٹھ رکھا تھا، وہ بھاوج کی طرف تھی، مگر اُسے سمجھتا ہی کون تھا اور وہ تھی کس گنتی میں۔ بڑوں بڑوں کے معاملہ میں وہ کیا دخل دے سکتی تھی۔ یہ اگر کبھی بول بھی اُٹھی تو بہنوں نے ایک ایسی گھُرکی دی کہ سہم گئی اور اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئی۔ میاں کا حال بھی سُن لیجئے۔ اب دولھاپنے کا روغنِ قاز اُتر گیا۔ اصلی حالت نکل آئی۔ شروع شروع کی بات نہ رہی۔ کھُلم کھلّا بگاڑ تو ہوا نہیں صرف اس لئے کہ فہمیدہ نے اپنی خودداری کی وجہ سے اس کی نوبت ہی نہ آنے دی مگر جیسا خوش گزران میاں بیوی کو گھُل مِل جانا تھا وہ بات بھی نہ تھی۔ اس رکاوٹ میں زیادہ تر دخل ساس کی ریشہ دوانی

کو تھا۔ اندر ہی اندر وہ بیٹے کو لگا بُجھا کر اُبھارا کرتی تھیں اور ہر بات میں شہ دے کر بگاڑ ڈلوانے کی کوشش میں لگی رہتی تھیں۔ کچھ تو ماں کا اُکسانا اور کچھ حضرت کے خود آزادانہ خیالات، بے تکاپن، اسدِّ راہ تھے۔ میاں کا اب یہ حال تھا کہ مدرسے کے وقت کے علاوہ باقی زیادہ تر وقت اُن کا مردانے ہی میں گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ کھانا بھی باہر ہی نوش جان فرماتے تھے۔ مدرسے سے آئے مُنہ ہاتھ دھویا، بھاگم بھاگ چائے پی، کپڑے بدل، ہوا خوری کو نکل گئے۔ وہاں سے کبھی دس بجے رات کو آئے یا دل چاہا تو نہ بھی آتے۔ جلدی جلدی کچھ کھایا کچھ نہیں، پھر جو لمبی تانی تو صبح کی خبر لائے۔ اور بیوی سے بات چیت کرنے کا وقت ہی کون سا تھا۔ سب سے پہلے فہمیدہ نے میاں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔ یہ نہیں کہ ایک دم میاں کا ٹینٹوا ہی دبا دیا، مرنے مارنے پر پل پڑیں یا مُنہ تھتا کر پڑ گئیں، میاں سے قطع کلام کر دیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ تو بیوقوفوں کا کام ہے، اجی یہاں تو اور زیادہ خندہ پیشانی اور زیادہ شگفتہ خاطر، مجال کیا جو ذرا تیوری پر بل آجائے یا خفگی اور ناراضگی کا شُبہ تک بھی ہو جائے۔ میاں پر کبھی یہ کُھلا ہی نہیں کہ اُس کا دیر سے آنا کبھی بیوی کو ناگوار خاطر ہوا ہے بلکہ وہ دل ہی دل میں کہتا تھا کہ عجب مستغنی المزاج عورت ہے کہ کسی بات کی پروا ہی نہیں کرتی، دیر سے آؤ تو کچھ نہیں، سویرے سے آؤ تو اختیار، نہ آؤ تو تمہاری خوشی، کسی بات کا اس پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اندر ہی اندر وہ منصوبے گانٹھ رہی تھی اور اس طرح بہ تدریج تدبیریں کیں کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی۔ دن بھر تو میاں گھر میں قدم ہی نہ دھرتے تھے اور رات بھی آدھی سیل (سیر)، سپاٹے میں گنواتے تھے، اور فہمیدہ کا یہ حال تھا کہ اکیلے بیٹھے بیٹھے اُس کا دم گھبرا جاتا تھا، کبھی کچھ سینا لے بیٹھی، کبھی کوئی کتاب پڑھنے لگی۔ کھانا لئے میاں کے انتظار میں دروازے پر نگاہ جمی رہتی کبھی کبھی نیند میں جھوٹے بھی کھانے لگتی تھی۔ مگر کیا مجال جو کم

سیدھی کرلے۔ذرا پاؤں کی آہٹ آئی کہ جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی، انگیٹھی پاس ہی ہری رہتی تھی، سالن گرم کیا، روٹی کو تو پہلے ہی دسترخوان میں اچھی طرح لپیٹ دیا کرتی تھی کہ ٹھنڈی نہ ہوجائے۔دسترخوان بچھا، میاں کے ہاتھ دُھلائے۔میاں کھاتے رہے۔آپ پنکھا جھلتی رہی۔ادھر کھانا ختم اُدھر گلوری طیار۔حقّہ بھرا کر رکھا گیا نہ ہوئی جھٹ آپ بھر دیا، تب نہیں آدھی رات گئے جب کہ سارے گھر میں سناٹا رہتا تھا اور بجز خرّانٹوں کے کچھ آواز نہ آتی تھی اسے ٹکڑا اٹیرا نصیب ہوتا تھا۔مگر واہ رے صبر و رضا یہ اُسی میں مگن اُسی میں خوش، اس کا یہ ماٹو تھا "جس میں میاں راضی اُسی میں ہم بھی راضی" یعنی فنافی الزوج کا مرتبہ حاصل ہوگیا تھا۔ایک دن میاں کو خوش مزاج پاکر ڈرتے ڈرتے چھیڑا اور کہا کہ "آپ بُرا نہ مانیں اور مجھے معاف کریں، تو کچھ عرض کروں"۔

میاں۔شوق سے کہو نا وہ کیا بات ہے؟

بیوی۔بات تو کچھ ایسی نہیں مگر میرے دل میں کھٹک ضرور رہی تھی۔آپ سارے دن تو باہر ہی رہتے ہیں۔میں جانتی ہوں کہ مردوں کو دُنیا کے صدہا کام ہیں، دن کو باہر رہیں تو کیا مضائقہ۔مرد عورتوں کی طرح گھر گھُسنے ہو بھی نہیں سکتے مگر مشکل تو یہ ہے کہ رات کا ایک بڑا حصّہ بھی آپ باہر ہی کاٹ دیتے ہیں اور مجھے اکیلے پڑے پڑے ڈر لگتا ہے۔

میاں۔دن بھر تو مجھے سر کھُجانے کی بھی فرصت نہیں ملتی، رہی رات، تم جانتی ہو میں ہواخوری کا عادی ہوں، باہر چلا جاتا ہوں اور وہیں سے کوئی کوئی احباب پکڑے جاتے ہیں۔ہرچند میں خود چاہتا ہوں کہ جلدی چھٹکارا ملے مگر وہ لوگ چھوڑتے ہی نہیں۔تاش۔گنجفہ۔شطرنج۔چوسر۔برج میں کچھ اس قدر جلدی رات گزر جاتی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تو سویرا ہی ہے اور یہاں آتے آتے بے شک

دیر ہو جاتی ہی اور مجھے افسوس ہی کہ میرے سبب سے تم کو زحمتِ انتظار گوارا کرنی پڑتی ہی، تم کل ہی سے دیکھ لینا ان شاء اللہ تعالیٰ میں سویرے آنے کی کوشش کرونگا۔

بیوی۔ (مُسکرا کر) خدا ہم چو کُناد!

بات گئی گزری ہوئی۔ پھر فہمیدہ نے اُلٹ کے نہ پوچھا اور میاں کو بالکل اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ بارے اتنا تو ہوا کہ گیارہ بارہ کی جگہ اب وہ بالالتزام نو ہی بجے گھر میں آجایا کرتے تھے۔ فہمیدہ کی نصیحت کیسی کارگر ہوئی! اور کیوں نہ ہوتی۔ جو بات رسان سے اور موقع سر کہی جاتی ہی وہ تو دل میں گھر کر ہی جاتی ہی۔ ع۔ ہر سُخن موقعہ وہر نکتہ مکانے دارد۔ باہر کا حال عورتوں کو کیا معلوم کہ مرد کیا گُل چھرّے اُڑاتے ہیں مگر طرزِ عمل اور میاں کی بے رُخی کھُلے خزانے تبلا رہی تھی کہ ان کا دیدہ ہوائی ہو گیا ہی اور بیوی سے نہ اُنھیں اُنس ہی نہ دل بستگی بلکہ شدہ شدہ یہ بات بھی کان میں پڑی کہ چند تچّے بدمعاشوں کی صحبت میں یہ پھنس کر اپنی اوقاتِ عزیز اور تندرستی ضائع کر رہے ہیں اور چوری چھپے کبھی کبھار ناچ رنگ بھی شروع ہو گیا ہی، بازاری عورتیں آنے جانے لگی ہیں بلکہ اُڑتی پڑتی یہ بھی گن مُن سنی گئی کہ شہر کی کسی طوائف کے کوٹھے تک بھی پونہچ گئے ہیں، اور تماش بینی کا جزوِ اعظم بادہ خواری کا بھی ڈھنگ پڑ گیا ہی۔ فہمیدہ ایسی بیوقوف نہ تھی کہ ہتیلی پر سرسوں جماتی اور میاں سے دست و گریباں ہو جاتی، اگر ایسا کر بیٹھتی تو پھر میاں سے ہاتھ بھی دھو بیٹھتی اور رہا سہا لحاظ بھی اُٹھ جاتا۔ اب جو کچھ ہو رہا تھا چھُپے ڈھکے پھر ڈنکے کی چوٹ ہونے لگتا۔ فہمیدہ تیل دیکھتی تھی تیل کی دھار "دیر آید درست آید" پر اُس کا عمل تھا، وہ جانتی تھی کہ جو دوڑ کر چلتا ہی وہی گرتا بھی ہے۔ میاں کو وہ پابند کرنا ضرور چاہتی تھی نہ کہ ایک دم بند، وہ بے موقع بات نہ کرتی تھی، اور زبان پر بھول کر بھی حرفِ شکایت نہ لاتی تھی۔ وہ ایسی بھولی اور اَن جان بن گئی تھی کہ گویا میاں کے کرتوتوں کی

اُسے کچھ خبر ہی نہیں۔ اِس تجاہلِ عارفانہ میں کچھ اور ہی لُطف تھا، وہ موقع کی متلاشی تھی کر بات کہوں تو خالی نہ جائے۔ وہ باتوں ہی باتوں میں میاں کو نشیب و فرازِ سمجھایا کرتی تھی، تو کس طرح کہ طعن و تشنیع و شکایت کا واہمہ بھی نہ ہو بلکہ سُننے والا اُس کو خیر طلبی، ہوا خواہی خلوص، ہمدردی اور محبّت پر محمول کرے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں ٭ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ایک دن وہ کہہ رہی تھی کہ یہ جتنے تمہارے یارِ غار اور دوست کہلاتے ہیں (بُرا نہ ماننا) یہ سب ہوا کے ساتھی، جھوٹے، لپاڑیے، ڈینگیے، شیخی خورے، گھر گھواؤ، اور سچ پوچھو تو عزت کھوؤ، آبرو ڈبوؤ ہیں۔ ان کی صحبت تمہارے حق میں سمِّ قاتل ہے جس کا متعدّی اثر آئندہ بڑی بڑی خرابیاں لانے والا ہے۔ یہ سب خود مطلبی، خود غرض خوشامدی، اپنی اپنی روٹی پر دال گھسیٹنے والے ہیں۔ رتّی برابر تمہاری خیر خواہی ان جیشوں میں سے کسی کے دل میں نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ اس وقت میرا یہ کہنا تم کو ضرور الکھرتا ہوگا۔ تم ذی علم اور مرد۔ میں جاہلِ مطلق، کُندۂ ناتراش اور عورت۔ تم سے کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانا اور چاند کے سامنے چراغ بتلانا ہے، لیکن کیا کروں مجبور ہوں، دل نہیں مانتا۔ تم کو بے راہ چلتے یا بُری صحبت میں بیٹھتے دیکھ کر کیا میرا دل خوش ہو سکتا ہے؟ یاد رکھیے اور میری بات کی گرہ باندھیے کہ اگر آج خدانخواستہ خاکم بدہن آپ کے دشمنوں پر ذراسی بات آن بنے تو جو آج آپ کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں تمہارا پسینہ گرے گا ہم خون بہانے کو طیار ہیں یہ سب چلتی گاڑی کے ساتھی ہیں۔ جدھر ہوا کا رُخ ہوتا ہے اُدھر ان کا بھی رُخ اور اگر ذرا ہوا بگڑی تو یہ گویا پھٹے پر کی چڑیاں ہیں، ایک بھی تو پاس نہ پھٹکے گا۔ تمہاری ساری عمر تحصیلِ علم میں گزری۔ بی۔ اے ہوا اور اب بھی علم کی ہی کشتی میں سوار ہو۔ خود نہیں پڑھتے تو دوسروں کو پڑھاتے ہو، بات تو ایک ہی ہے، ہر تو وہی مشغلہ، وہی تین بیسی ساٹھ۔ کیا تم جیسے آدمی کو

سوائے تعلیم اور تعلّم کے اور کوئی مشغلہ درکار ہی جو دربدر بھٹکتے پھرتے ہو؟ لوگ تم کو ایسی ناشائستہ صحبت میں دیکھکر کیا کہتے ہوں گے۔ گو تمہارے مُنہ پر خاطر یا لحاظ سے کوئی کچھ نہ کہے مگر پیٹھ پیچھے تو ضرور ملامت کرتے ہوں گے۔ لکھے پڑھے آدمیوں کو کُتب بینی سے زیادہ کون سا شائستہ اور دلچسپ مشغلہ ہوسکتا ہی؟ بجائے اس کے کہ اس صحبتِ بد اور مُزخرفات میں تم اپنی اوقاتِ عزیز ضائع کرو اگر گھر بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرو تو کیسی اچھی بات ہی۔ تمہارا دل بھی بہل جائے اور ان موئے لنگاروں کا بھی مُنہ کالا ہو۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں کچھ اپنی غرض سے یہ کہتی ہوں اور اگر میری غرض بھی ہو تو کیا مضائقہ آخر میں تمہاری بیوی ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر تمہارا ہمدرد اور بہی خواہ دوسرا ہو نہیں سکتا۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ تم رات دن میرے گھٹنے سے لگے بیٹھے رہو۔ نہیں نہیں۔ مرد عورتوں کی طرح گھر میں قید تھوڑی ہیں اور جو اُن کو قید کرنا چاہے وہ سڑی ہے۔ بقائے صحت کے لئے تھوڑی بہت ہوا خوری اور مشی ضروری ہے۔ لیکن ہر چیز جو اعتدال سے کی جائے بھلی لگتی ہی۔ ع۔ جو خال بڑھا حد سے وہ آخر مسہ ہوا۔

میاں یہ سُن کر دل میں تو قائل کیا اگر حق پسند ہوگا تو محجوب بھی ہوا ہوگا۔ بیارا جملہ آدمی معقول پسند تھا اُس وقت کچھ ایسا جھینپا کہ جواب نہ سُدھرا اور سیدھی اور سچی بات کا جواب ہی کیا ہوسکتا تھا بمصداق عذرِ گناہ بدتر از گناہ۔ وہ چپ سادھ گیا مگر اُسی وقت انفعال اُس کے بشرے سے ظاہر ہوگیا اور دل ہی دل میں غور کرنے لگا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ اگر ایکدم اپنی پالیسی بدل دوں تو لوگ کہیں گے کہ بن بیندی کا بدھنا ہی، اس کی ذاتی رائے کچھ بھی نہیں، جو کسی نے کہہ دیا آمنّا و صدقنا۔ لیکن با ایں ہمہ اُس کا کانشنس (ایقان) اُسے ملامت کر رہا تھا اور اُس نے تب ہی مصمّم ارادہ کرلیا کہ رفتہ رفتہ ان تعلقات کو ضرور کم کرنا چاہیئے۔ اُدھر فہمیدہ اصلاحِ معیشت کی تخم پاشی کر رہی تی۔ اُدھر گھر میں ایک انقلابِ عظیم ہوا۔

تیسری فصل۔ فہمیدہ کی ساس (میمونہ) کی موت

اب خواب سے چونک وقت بیداری ہے ٭ بے زادِ سفر کوچ کی تیاری ہے
مر مر کے پہونچتے ہیں مسافر واں تک ٭ یہ قبر کی منزل بھی غضب بھاری ہے

میمونہ ایک عرصہ سے بیمار چلی جاتی تھی۔ بڑھاپے میں جو مرض آتا ہے پھر جاتا نہیں، آئے دن کچھ نہ کچھ شکایت چلی ہی جاتی تھی۔ دوا درمن علاج معالجے دوا دوش میں کچھ کمی نہ تھی۔ ہاں، موت کسی کے بس کی نہ تھی۔ فہمیدہ کے بیاہ کو دوسرا برس لگ گیا تھا کہ بڑی بی گھُل گھُل کے رُخصت ہوئیں۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون ؎

رحمت کا تری اُمیدوار آیا ہوں ٭ مُنہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
آنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ٭ تابوت میں کاندھے پے سوار آیا ہوں

لوگ کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا کانٹا نکل گیا خس کم جہاں پاک، لیکن کسی کی موت پر خوشی منانا بیوقوفوں کی بات ہے۔ مگر ایمان کی تو یہ ہے کہ فہمیدہ کو ساس کے مرنے کا از حد ملال ہوا۔ گھر کا ایک بندھن تھا جو بکھر گیا۔ اپنا بڑا بوڑھا کہاں پیدا ہے۔ گو وہ لاکھ بُری تھیں مگر سب کی سر دھری تو تھیں۔ اب بڑا بھاری مسئلہ یہ تصفیہ طلب قرار پایا کہ گھر کو چلائے کون۔ قاعدہ سے فہمیدہ اس کی مستحق تھی اور اُسی کا حق مرجح تھا مگر بڑی نند بھی دعویٰ دار تھیں، اور دعویٰ دار بھی جیّد۔ بڑے میاں (نثار احمد) بے چارے بیوی کے مرنے سے اور زیادہ گھر دار سے کنارہ کش ہو گئے تھے، اُن کو پہلے بھی گھر کے انتظامات سے کچھ سروکار نہ تھا، دو روٹیاں کھا لینے کے البتہ گُنہ گار تھے، باقی سیاہ سفید کی مالک بڑی بی تھیں۔ بیوی کے مرنے سے بڑے میاں کی کَل بگڑ گئی۔ وہ اس معاملے میں متردد ضرور تھے کہ اب گھر کا کاروبار کس کے سپرد کیا جائے۔ بہو سے وہ خوش تھے اور بیٹی کی بدمزاجی سے بھی وہ ناواقف نہ تھے انہوں نے

خیال کیا کہ اگر بیٹی کے سپرد سب کام کاج کیا جائے تو گھر اوندھ جائے گا اور ایک ایسی بدنظمی اور آئے دن کی لڑائی بھڑائی پھیلے گی جس کا سلجھانا ازبس مشکل ہوگا۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ دُلہن بیگم کے ہاتھ میں گھر کی کُنجی دیدی جائے۔ نیاز احمد اس شش و پنج میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، اگر بیوی کے گھر بار حوالے کرے تو بہن جان کو آجائے گی اور جو بہن کو دے تو پھر گھر چوپٹ۔ جو اپنا بنا بنایا گھر اُجاڑ کر آئی ہو وہ دوسرے کا گھر کیا خاک سنبھالے گی۔ نیاز احمد دو مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ دل اُس کا بیوی کی طرف جُھکتا تھا مگر بڑی بہن کی خاطر سے خاموش تھا کہ اتنے میں بڑے میاں نے اس عُقدے کو بہترین طریقے پر حل کر دیا۔ بہو اور بیٹی دونوں کو اپنی اپنی جگہ سمجھا بُجھا کر فہمیدہ بیگم کو نامزد کر گھر کی رُکی ہوئی مشین چلتی کر دی۔

چوتھی فصل۔ فہمیدہ نے گھر کا چارج لیا

تیمور نے اِک مورچہ زیرِ دیوار ٭ دیکھا کہ چڑھا دانے کو لے کر سو بار
آخر سرِ بام لے کے پہنچا تو کہا ٭ "مشکل نہیں کوئی پیشِ ہمت دشوار"

فہمیدہ کے چارج لینے کے بعد گھر کا بالکل رنگ ڈھنگ ہی بدل گیا۔ فہمیدہ نے کہیں برس سوا برس میں جا کر گھر کی بگڑی ہوئی کل کو بہزار دقّت و دشواری درست کیا۔ گھر کا کُل سامان از سرِ نو فراہم کرنا پڑا۔ خرچ برج کی روک تھام کی، خرچ جو اندھا دُھند اُٹھتا تھا اور جس کا بڑا حصّہ نوکروں اور ماماؤں کے حلق میں اُترتا تھا سب کا انسداد کیا اور نوکروں کے اللّے تللّے بند کر دیئے۔ نوکر جن کو پُرانی چاٹ پڑی ہوئی تھی سب ایک ایک کر کے کِھسک گئے۔

فہمیدہ نے نہ صرف چڑھا ہوا قرضہ سیج سیج اُتارا بلکہ اب تو خدا کے فضل سے کچھ پس انداز بھی ہونے لگا۔ بڑی نند بے شک تیز مزاج بھی کیسی کُھلی بدمزاج تھی، لیکن اپنے گھر کے

غارت ہونے کا خوب مزہ چکھ چکی تھی جس کی تلخی اب تک زبان پر تھی اور جب سے ماں مریں اور بھاوج کی سلطنت قایم ہوئی وہ خود اپنی موت پہچان گئی، ناز کرنا زبردار پر اور سودا خریدار پر۔ بھاوج سے اگر وہ بگاڑ لیتی تو پھر اُس کا ٹھکانا کہاں تھا۔ ماں تو رہی نہ تھیں جو جا بے جا ناز اُٹھاتیں، پھر لاڈ نخرے کس پر کرتی۔ بھاوج گو گھر کی مختار تھی مگر اخلاقاً اُس نے بڑی نند کو ہی بڑا بنا رکھا تھا، اور کوئی کام اُسکے صلاح مشورے کے بغیر نہ کرتی تھیں۔ بھاوج کے اِس خلافِ توقع سلوک سے نند اور بھی نرم پڑ گئی اور اِس طرح دونوں حدِ اعتدال پر آگئی تھیں اور نند بھاوجیں دونوں مل جُل کر گھر کو بہترین طریقے پر چلانے لگیں۔

فہمیدہ کو اب خدا کے فضل سے بیاہے تیسرا برس لگ گیا تھا اور اُس کے ہاں بال بچہ ہونے والا تھا۔ دلّی سے ماں اور چھوٹی بہن دونوں زچہ خانے کے لئے آگئی تھیں کہ خدا نے لعل سا جیتا جاگتا بیٹا دیا۔ بڑے میاں۔ اور پھوپیاں سب ہی کی تو باچھیں کھِل گئیں۔ دل باغ باغ ہو گیا اور خود نیاز احمد کو بھی بے انتہا مسرت ہوئی کہ خدا نے تین برس کے بعد یہ دن دکھایا۔ لڑکے کا نام وقار احمد رکھا گیا۔ چھٹی چلّہ سب رسوم دھوم دھام سے ہوئیں۔ جب بچہ خدا رکھے دو سوا دو برس کا ہوا تو سارے گھر میں اندر باہر بس اُسی کی رونق تھی۔ وہ دوڑا دوڑا پھرتا، بنگالے کی مینا کی طرح چہکتا تھا۔ دادا کی جان اور پھوپیوں کی روح رواں تھا۔ لڑکا ایسی بھاگوان گھڑی کا پیدا ہوا کہ فہمیدہ کے دن پھر گئے اور میاں نے سیلانی بنا، سیر سپاٹا باہر کا آنا جانا قطعاً چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اخوان الشیاطین کا جمگھٹا بھی بادی کی طرح چھنٹ چھٹا گیا اور میاں بیوی ایسے حسنِ سلوک سے رہنے لگے کہ دلّی بھر میں بی فہمیدہ کا سہاگ ضرب المثل تھا۔

پانچویں فصل۔ منجھلی نند (فاطمہ) کی شادی

ہوائے دی بھی ہی عنبر افشاں عروج بھی ہی مہ جبیں کا ۔ نثار ہونے کی دو اجازت محل نہیں ہی نہیں ہیں کا

فہمیدہ جب گھر کی اصلاح اور بار قرض سے سُبکدوش ہوگئی تو اُس نے جلدی جلدی کر منجھلی نند کا جہیز تیار کیا اور چُپکے چُپکے سارا سامان اکٹھا کر لیا۔ اب صرف قرینے کی بات کا انتظار تھا۔ مردوں کا یہ کام ہیں اور گھر میں سوائے فہمیدہ کے ایسا کون تھا جو اس کام کو بحُسن و خوبی سرانجام دے سکتا۔ آئے گئے سب ہی کے تو آگے اس نے ذکر کیا لیکن ٹھکانے کی بات تو ملتے ہی ملتے ملے گی۔ خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے وہی مثل ہوئی کہ بغل میں بچہ شہر میں ڈھنڈورا۔ کانپور ہی میں ڈپٹی ملک الزماں کے بڑے صاحبزادے بدر الزماں سے جو ضلع مین پوری میں نہر کا ضلع دار تھا شادی ہوگئی۔

فہمیدہ نے شادی بھی ایسی رچائی کہ لوگ حیران تھے کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں اتنا سامان کیسے جمع کیا اور پھر جہیز کیسا کہ سُبحان اللہ ماشاءاللہ! ایک ایک جوڑا دیکھنے کے قابل، کڑھائی۔ ٹنکائی اور سلائی کیا تھی گویا آنکھوں کا تیل نکال دیا تھا۔ جوڑے کیا تھے سونے کا ڈلا۔ مسالے میں بڑے جگمگا رہے تھے، اور اسی طرح جہیز کی ہر چیز سلیقے کی تھی، اگر میمونہ بیگم بھی زندہ ہوتیں تو بیٹی کو اس شان و شوکت اور اس اہتمام سے شاید ہی رُخصت کرتیں۔ فاطمہ کا جہیز دیکھ کر فیصلہ متفقہ یہ تھا کہ "فہمیدہ سے بڑھکر منتظمہ اور سُگھڑ بیوی شاید ہی کوئی اور نکلے"، شکر خدا کا کہ فاطمہ اپنے گھر میں بہت خوش ہی اور جب میکے آتی ہی فہمیدہ کا دم بھرتی ہے اور سچ ہی کہ فہمیدہ بھی نندوں پر ایسی جان چھڑکتی تھی کہ سگی بہنیں بھی قربان کی تھیں۔ درحقیقت اس نے ماں کو بُھلا دیا تھا۔

چھٹی فصل ۔ بڑی نند (سلیمہ) کے اُجڑے ہوئے گھر کو فہمیدہ نے از سرِ نو آباد کرایا

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں ❊ شر سے بچیں اور شر کے عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دُنیا ❊ وہ آئیں اور اس بہشت کی سیر کریں

بڑی نند کے معاملے میں کون دخل دے اور بھڑوں کے چھتّے کو کون چھیڑے۔ لیکن خدا جانے فہمیدہ نے کیسا نیک دل پایا تھا کہ وہ اس کارِ خیر سے بھی غافل نہ تھی۔ پہلے تو اُس نے ٹوہ لی کہ پانی کہاں مرتا ہے اور قصور کس کا ہے؟۔ اور کوئی عورت ہوتی تو بے دیکھے بھالے جھٹ ساری خطا مرد کے سر تھوپ دیتی۔ ہم نے فرض کیا کہ مرد ہی کا قصور تھا تو پھر آخر اس مرحلے کو کسی نہ کسی طرح تو طے کرنا چاہیئے یا یوں ہی کھٹائی میں پڑا رہے۔ سلیمہ کو میکے میں بیٹھے چوتھا بھر کے پانچواں برس لگ گیا تھا اور اُدھر سے کسی نے کروٹ تک نہ لی، یہاں سے سلسلہ جنبانی کا موقعہ نہ تھا، پھر آخر ہونا کیا تھا؟ یہ جوانی کی عمر کیسے کٹے گی اور یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ فہمیدہ کبھی رسان میں نند سے پوچھتی تو وہ سراسر میاں ہی کی خطا بتلاتی تھی اور ایسا ہونا بالکل بعید القیاس تھا کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی، ہاں یہ ضرور ہوگا کہ کوئی نرم کوئی گرم۔ فرض کیا کہ ایسی رکاوٹ کی حالت میں اگر کہہ سُن کر میل ملاپ کرا بھی دیا جائے تو گے دن کے سلے پھر وہی جوتیوں میں دال بٹنے لگے گی۔ جب تک دونوں کے دل صاف نہ ہوں یہ معاملہ رو براہ ہو نہیں سکتا۔ پہلے تو فہمیدہ نے اونچ نیچ سمجھائی اور بہت کچھ غصے کو دھیما کیا۔ اور ہر طرح قائل معقول کیا کہ مردوں کا رُتبہ بڑا ہے اور پھر شوہر کا، اگر شوہر ظلم بھی کرے تو برداشت کرنے کے سوائے چارہ کار ہی کیا ہے۔ اس ہلکے سے مُسہل نے التماس کے جلاّب کا کام کیا۔ سلیمہ پہلے ہی سے اپنی حالت پر متاسف تھی اور بہت

پچھتا رہی تھی۔ ماں جن کے بھروسے پر یہ سب کچھ کیا دھرا تھا رہیں نہیں۔ باپوں کو ایسے معاملات میں کیا دخل، عورتوں کی باتیں عورتیں ہی خوب جانتی ہیں۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ کوئی ثالث بالخیر بیچ میں پڑے تو میں کسی نہ کسی طرح اپنی سسرال چلی جاؤں، میکے میں اب میرا ٹھکانا کہاں۔ بھاوج گو مجھ سے بُری نہیں مگر پھر بھی اپنے گھر کی بات کہاں۔ قدرِ نعمت بعدِ زوال۔ سلیمہ اتنے دنوں میکے میں رہ کر خود رائی اور خودسری کا خوب مزہ چکھ چکی تھی، اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ، بہت ہی نرم پڑ گئی ؎

آں کہ شیراں راکند روبہ مزاج ؏ احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

فہمیدہ نند کو تو ہموار کر چکی تھی مگر بڑی مشکل یہ آن پڑی کہ سلسلہ جنبانی کس طرح کی جائے اُدھر سے تو کوئی آتا نہیں اور یہاں سے پہل کرنا سُبکی ہو، لوگ کہیں گے گرے پڑے کا سودا ہی، اسی سوچ بچار میں تھی کہ میاں سے ذکر کیا انھوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے کہ نا صاحب میں اس معاملے میں نہیں پڑتا تم جانو تمہارا کام جانے۔ تمہارا مطلب کیا یہ ہو کہ میں بہنوئی کی خوشامد درآمد کروں، بھلا یہ بھی کوئی بات ہو۔ فہمیدہ نے میاں کی مرضی نہ پائی تو خاموش ہو گئی لیکن اس طرف سے غافل نہ رہی، اُٹھتے بیٹھتے اس کی فکر ایسی پڑی تھی کہ کسی کنواری کے وداع کی نہ ہو گی، کہ بگڑی کا بنانا بہت مشکل ہو۔ لیکن ہمت اور استقلال میں خدا نے وہ برکت دی ہے کہ ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

ساتویں فصل سلیمہ کی ساس سلمیٰ بیگم سے فہمیدہ کی پہلی ملاقات وعظ میں

اشتیاقیکہ بدیدارِ تو دارد دلِ من ؏ دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

ایک دن کا کیا ذکر ہو کہ مولوی محمد سلیمان صاحب پھلواری کے وعظ میں فہمیدہ

کا جانا ہوا، وہاں حُسنِ اتفاق سے سلیمہ کی ساس بھی مِل گئیں۔ دونوں گلے ملیں اور وعظ کے بعد خود بخود سمدھن ہی نے ذکر چھیڑا جو پہلے ہی سے بھری بیٹھیں تھیں آئیں توجائیں کہاں۔ مولوی صاحب کا وعظ تو جیسا تھا ویسا تھا، ان کا لکچر البتہ دُکھتی چوٹ کی ٹھیس تھی۔ بہو کی طرف سے اُن کا دل ایسا پھٹ گیا تھا کہ پانچ برس کے فصل نے بھی اس زخم کو مُندمل نہ کیا۔ فہمیدہ نے دل میں کہا کہ اس وقت پرائی جگہ ان سے بحث مباحثہ کرنا ایسا ہو جیسا گرم توے پر تیل چھڑکنا۔ کسی اور وقت پر اس بات کو اُٹھا رکھنا مناسب ہی۔ اُس وقت تو یہ کہہ کر بات کو ٹال دیا کہ "آپ جو کچھ ارشاد فرماتی ہیں بالکل بجا ہی۔ ساس اور ماں میں فرق ہی کیا ہی، وہ ناتجربہ کار اور نادان ہوا ورنہ اس ہاڑے کو کیوں پہنچتیں۔ انشاء اللہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کی طرف سے عذر معذرت اور عفوِ قصور چاہوں گی، از خورداں خطا و از بزرگاں عطا"

سمدھن۔ لے توبہ توبہ! تم خواہ مخواہ مجھے شرمندہ کرتی ہو، اور کانٹوں میں گھسیٹتی ہو۔ کہیں اُلٹے بانس بریلی چڑھے ہیں، میں خود (اُنگلیوں پر گن کر) آج جمعہ ہے۔ ہفتہ ایک اتوار دو پیر تین منگل چار بدھ پانچ ان شاء اللہ جمعرات کو زندگی بخیر آؤں گی، تم تکلیف نہ کرنا یہ گھر وہ گھر جُدا تھوڑی ہی۔

فہمیدہ۔ لیجئے اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، تشریف لایئے اور ضرور آیئے۔ بھلا ہمارے نصیب ایسے کہاں کہ آپ کے قدم ہمارے غریب خانے تک آئیں۔

وعظ کے بعد فہمیدہ اپنے گھر آئی اور میاں سے ساری سرگذشت دہرائی کہ بگڑی بات بن آئی۔ میاں بھی بیوی کے اس جوڑ توڑ اور حُسنِ تدبیر سے نہال نہال ہو گئے۔ ڈر تھا کہ کہیں بڑی نند صاحب یہ سُن کر نہ بگڑیں کہ اُن کو کیوں سر چڑھا کر لائیں۔ لیکن نہیں وہ بھی ٹکی ہی کے دم میں تھیں، مُنہ سے تو کچھ نہ کہا مگر اُن کے

چہرے سے بھی کچھ یہ امر خلافِ مرضی ہونے کے آثار معلوم نہ ہوئے۔

آٹھویں فصل سلیمہ کی ساس، فہمیدہ سے ملنے آئیں اور سب معاملہ طے ہو گیا

رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تست ٭ کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

جمعرات کے دن سویرے ہی سے فہمیدہ منتظر بیٹھی تھی کہ سمدھن اب آتی ہیں جب آتی ہیں۔ جب دوپہر ہونے آئی اور وہ نہ آئیں تو فہمیدہ نے ماما کو دوڑایا کہ بی ذرا جاکے دیکھنا کیا بات ہے جو سمدھن اب تک نہ آئیں، اُنھوں نے تو آنے کا پکا وعدہ کیا تھا۔ ماما سر پہ برقعہ ڈال گئی۔ مکان کچھ دور نہ تھا، اُلٹے ہی پاؤں واپس آکر کہا کہ بیوی جی۔ ظہر کی نماز پڑھ کر آئیں گی۔ فہمیدہ نے یہ سمجھ کر کہ سویرے آئیں گی دوپہر کے کھانے کا بھی انتظام کر لیا تھا، وہ بے کار گیا، دو بجتے بجتے دروازے پر کہاروں نے آواز دی "سواری اُتروالو"۔ فہمیدہ جلدی جلدی ڈیوڑھی میں جا سمدھن کو اُتروا لائی۔ پیش دالان میں گاؤ تکیئے سے لگا اُن کو بٹھلایا اور خود پائین میں بیٹھ پان بنانے لگی۔ گرمی کے بھتے دن خس کی ٹٹیاں چھڑکی گئیں۔ فراشی پنکھا جھلا جانے لگا۔ سمدھن کئی برس کے بعد اس گھر میں آئیں تھیں، دیر تک کَن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہیں، اور دل ہی دل میں کہتی رہیں "واہ رے سلیقہ اور ایک ہماری بہو صاحب ہیں۔ سمدھن (یعنی فہمیدہ کی ماں)، کی زندگی میں سلمیٰ بیگم کو اِس گھر میں بارہا آنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا، اسی گھر میں جدھر دیکھو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر۔ فرش اوّل تو ہوتا ہی نہ تھا اور اگر کبھی صحنچی میں ہوا بھی تو میلی چکٹ چاندنی جس پر ننگے پاؤں کے دھبے اور تیل کے چکتے ایسے کہ بیٹھنے کو بھی دل نہ چاہے۔ گاؤ تکیہ تھا تو ضرور مگر سر کے تیل سے کلونس کا ایک دوسرا غلاف چڑھ گیا تھا۔ پٹاری تھی

مگر کتھے چونے میں لت پت۔ اُگالدان ایسا کہ تھوکنے کو بھی دل نہ چاہے۔ سیلا بکی شاید کسی کونے کھُدرے میں پڑی جھک مار رہی ہوگی، ہم نے تو جب ہاتھ دہوئے اُٹھ کر زہ پر۔ یا اب یہ گھر وہ گھر ہی نہیں معلوم دیتا۔ گھر دُلہن بنا ہوا ہی۔ ہر چیز سلیقے سے اپنے اپنے قرینے سے دھری ہی۔ فرش ایسا صاف سُتھرا کہ دھبے تو دھبے سلوٹ کا بھی نام نہیں، اسفید برف سی چاندنی بچھی ہوئی۔ اُس پر چاروں طرف میر فرش دھرے ہوئے، بیچ میں گاؤتکیہ لگا ہوا، پٹاری ہی کہ سلیقے سے سجی سجائی لال قند کی گردی اوپر سے سفید بیبن کے پھول بنے، اندر رُوئی دار گبھا بچھا ہوا، کتھے چونے کی کلیاں صاف سُتھری۔ چھالیہ باریک کتری کترائی، چو گھڑا الائچیاں ڈبیہ میں لبالب بھری۔ لگنی میں دیسی بڑے بڑے کرارے ناگر پان قند کی صافی میں لپٹے، چاندی کا خاصدان، چاندی کا اُگالدان۔ چوکی پر لوٹے ایسے چمک رہے ہیں جیسے چاندی کے، وضو کا الگ، پاٸخانے پیشاب کا جُدا۔ صراحیاں کوری، سفید صافیاں لپٹی ہوئی لٹکنوں پر دھری۔ مٹکے گھڑونچی پر صاف سُتھرے منجھے منجھائے جن پر چپنیاں ڈھکی ہوئیں اوپر تاملیٹ اور ڈونگا رکھا ہوا، برتنے کا پانی ایک سپیپے میں الگ۔ انگنائی ایسی جیسے آئینہ، ڈھونڈو تو ایک تنکا بھی نہ ملے۔ باورچی خانہ صاف۔ پاٸخانہ دُھلا دُھلایا۔ غرض بہو نے گھر کو آئینہ بنا رکھا تھا۔ جس قدر تعریف کی جائے تھوڑی ہی۔ فہمیدہ پان وان بنا، خاصدان میں گلوریاں (جن میں چاندی کی کیلوں کا گچھا لگا ہوا تھا) اور ایک چھوٹی سی چاندی کی ڈبیہ میں رام پوری زردہ رکھ سامنے لے جا مؤدب کھڑے ہوکر پیش کر، مسند کے سامنے بیٹھ گئی۔ تب یوں سلسلۂ سُخن شروع ہوا:-

فہمیدہ۔ اللہ اکبر! آپ نے تو بڑی راہ دکھائی، دروازے کی طرف دیکھتے دیکھتے میرے تو دیدے پتھرا گئے، میں تو سمجھی کہ شاید آپ بھول گئیں اور آج نہ آئیں۔

سمدھن۔ نہیں بنّو! بھولی و دلی تو نہیں، آتی میں صبح سویرے ہی مگر تم جانو گھر کا کھڑاگ ایسا لگا ہوا ہی مجھے تو کہیں آنا جانا بھی دوبھر ہی میرے سوائے گھر میں کرنے دھرنے والا اور ہی کون۔ لڑکیاں ماشاءاللہ اپنے اپنے گھروں کی ہیں، کبھی مہمان داخل آنکلیں تو آنکلیں، رہی چھوٹی وہ بچہ ہی، بس گھر کا سارا کام دھام مجھ بڑھیا کے سر ہے جس کی وجہ سے ایسی سرگرداں حیران و پریشان رہتی ہوں کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ ماما کوئی ڈھنگ کی ملتی نہیں، خدا سلامت رکھے بھیک کو، جب بلا محنت و مشقت کے وہ نوکری سے زیادہ یوں کما لیں تو نوکری کرے اُن کی بلا۔ اِسی وجہ سے میں نے کہیں آنے جانے کی قسم کھالی ہی، پر محلّے تو پر محلّے میں تو ہمسائی کے ہاں کھڑے کھڑے بھی نہیں جا سکتی، بہت ہوا کھڑکی میں سے جھانک لیا دو باتیں کر لیں اور وہ بے چاری دن بھر میں کئی کئی پھیرے کرتی ہیں۔ تمہارے ہاں آنے کے خیال سے جلدی جلدی پکوا رندھوا سب کو کھلا پلا کر اب جا کر کہیں فراغت ملی۔ ظہر کی نماز پڑھی جب کہیں چھٹکارا ملا، اب شام کے کھانے پکانے کی فکر لگی ہوئی ہی، میں نہ جاؤں تو سارا گھر اوندھ جائے۔

ف۔ جی ہاں۔ گھر داروالیوں کے ساتھ تو سو تپے لگے ہی ہوئے ہیں۔

س۔ نوج! اس طرح کوئی گھر کا بندھوا ہو، لوگ اِسی دن کے لئے بہوؤں کے آنے کی خوشی مناتے ہیں کہ وہ آئیں گھر سنبھالیں اور ہم بڑی بوڑھیوں کا ہاتھ بٹائیں، سو تم جانتی ہو کہ اُنھوں نے سسرال کے گھر کو گھر ہی نہ سمجھا اور پانچ برس ہونے آئے کہ میکا آباد کیا، میں ٹنڑوں ٹوں اکیلی گھر میں پڑی رہتی ہوں، لڑکا اپنی نوکری پر ہی، بڑے میاں ہوئے نہ ہوئے برابر۔ دن بھر باہر، گھر میں تو قدم ہی نہیں ٹکتا، جب دکھلوائیے امکا بیٹھا ہی ڈھمکا بیٹھا ہی، بڑی رات گئے گھر میں آئے اور پڑ رہے، نہ اپنی کہی اور نہ دوسرے کی سُنی، گھر کیا ہوا سرائے ہوئی۔ چھوٹی لڑکی ہوئی نہ ہوئی

برابر۔ اوّل تو وہ بچّہ، اُس سے کیا بات کروں، دوسرے چراغ میں بتّی پڑی لاڈو میری تخت پر چڑھی، جو شام سے مُردوں سے شرط باندھ کے سوتی ہی تو صبح کو بھی جھنجوڑے سے اُٹھتی ہی۔ ماما بکار ریندھ اپنے گھر چل دیتی ہی۔ اتنا بڑا ڈھنڈار گھر اور میں اکیلی پڑے پڑے رات اجیرن ہو جاتی ہی۔ اب تمہیں غور کرو کہ مجھے کس کی دُسراہٹ ہی۔ میرے پاؤں میں تو اس لڑکی کی ایسی بیڑی پڑی ہی کہ نہ ہلنے کی نہ جُلنے کی کہیں اس کا نصیبہ کھُل جائے تو پھر میری اکیلی جان کا کیا ہی۔

ف۔ جی ہاں بجا ہی۔ گھر کی رونق تو آدمیوں سے ہی ہوتی ہی، اکیلا نہ ہنستا بھلا نہ روتا۔

س۔ پھر میں آدمی کہاں سے لاؤں۔ تم سُن تو چکیں کہ آدمی تو گھس لگانے کو بھی میسّر نہیں، یہ کچھ میرے بس کی بات ہی؟ بہو ہوتیں تو گھر کی رونق ہی کچھ اور ہوتی، مجھے کچھ بھی معلوم نہ دیتا، لڑکی بالیوں کی بڑی بستی ہوتی ہی، اور وہ سوئی کوئی بات بھی ہو جس پر بگڑ بیٹھیں اور میل کا بیل بنا دیا۔ ذرا مجھے بتاؤ تو کہ وہ کون سا گھر ہے جہاں موافق اور ناموافق اتفاقات پیش نہیں آتے مگر وہی مثل ہی کہ بڈّھا ڈرائے مرنے سے اور جوان ڈرائے بھاگنے سے۔ بات بات پر لو گھر چھوڑا کریں تو دُنیا کاہے کو بسے۔ جو بہو سسرال کو اپنا گھر نہ سمجھے، اور آتے دیر نہیں کہ جانے کا تقاضا، اُس سے کیا اُمید ہو سکتی ہی۔ ہاں یہی اُمید ہو سکتی ہی جو تم دیکھ رہی ہو۔ میری تو زبان جل جائے جو میں نے اُنھیں آدھی بات بھی کہی ہو۔ سامنے بیٹھی ہیں نا بلا کر پوچھ لو، ایمان تو وہ بھی نہ نگل جائیں گی۔ ہاں میاں بیوی میں کیا اَن بَن رہا کرتی تھی؛ خدا کو معلوم، یہ اُن سے خفا وہ اِن سے ناراض، کان ہاں ہمارے بھی گنہگار رہیں، مفت میں بات کا تبنگڑ بن گیا۔ بہو بیگم کو لاکھ سمجھاتی رہی، منّت خوشامد کرتی کی کرتی رہی مگر وہ جو آئیں تو پھر جائیں کہاں۔ اپنی ضد اور ہٹ کی پکّی ہیں۔ اُنھوں نے بڑھیا ساس کے سفید چونڈے کی ذرا بھی شرم نہ رکھی۔ مُلّا کی دوڑ مسجد، ڈولا منگا یہ جا وہ جا۔

میں مُنہ دیکھتی کی دیکھتی ششدر رہ گئی کہ لڑکے کو کیا جواب دوں گی، ایمان ہی تو جہان ہی، مجھے بھی مرنا ہی، میرے بھی آگے بیٹیاں ہیں۔ مشکل یہ آن بنی ہی کہ میرے لڑکے کا مزاج بھی تیز ہے۔ جب دونوں کا یہ حال ہو تو نباہ محال۔ ہاں ایک نرم ایک گرم ہو تو نبھ بھی جائے۔ کبھی تم نے ایک بات آئی گئی کرلی، کبھی لڑکا پی گیا تو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن میں شکر رنجی نہیں ہوتی، ہوتی ہی اور ضرور ہوتی ہی۔ کہیں کم اور کہیں زیادہ مگر اس طرح جُھتم جُھتّا تو ہم نے سُنی نہیں۔ لڑکا باہر گیا ہوا تھا، جب آیا تو اُلٹا مجھ پر ظلم توڑنے لگا کہ تم نے جانے کیوں دیا۔ بھلا میں کیا دھینگا مُشتی کرتی، یا دست و گریبان ہو جاتی۔ بگڑا تو وہ بہت کہ میں ابھی جا کر گھسیٹ لاتا ہوں مگر میں نے اُسے بہت سمجھا بُجھا کر ٹھنڈا کیا، اور خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں جب کبھی بولی ہوں۔ انہیں کی طرف اور انہیں کے کارن اُس سے بھی بُری بنی اور اب بھی خدا جھوٹ نہ بلوائے بیسیوں دفعہ اسے لعنت ملامت کی ہی لیکن اُسے کچھ ایسی جھجک سی پڑ گئی ہی کہ یہاں آنے سے جی چُراتا ہی ورنہ بیوی کا دم اب بھی بھرتا ہی۔

ف۔ آپ کو خدا نے بڑا اور بزرگ بنایا ہی، وہ آپ کے بیٹے اور یہ آپ کی بہو۔ آپ دونوں کی مالک و مختار ہیں، جو چاہے سو کریں۔ آپ جانتی ہیں کہ امّا جان بے چاری تو گزر گئیں، یہاں بھی اب کس کا سہارا رہ گیا ہی۔ میں نے آپ کی بہو کو بہت کچھ سمجھا بُجھا دیا ہی اور آپ نے تو دولھا بھائی کو پہلے ہی دھیما کر دیا ہی، بس اب دیر کیا ہے۔ بسم اللہ کیجئے اور اپنی بہو کو بُلوا لیجئے۔ میکے کو جو بیاہی ہوئی لڑکی اپنا گھر سمجھے وہ نادان۔ اصل گھر تو سُسرال ہی ہی جہاں عمر تیر کرنی ہی۔ ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اُسی کا ناؤں، اور ساس بیٹی اور بہو میں فرق ہی کیا ہی۔ ان کی ناتجربہ کاری اور سچ پوچھیئے تو کم عقلی تھی جو جلدی کر بیٹھیں اور اپنا بنا بنایا گھر بگاڑ لیا۔ اب

ماشاء اللہ سمجھ آگئی ہی، آگے کو کان ہوئے، ان شاء اللہ آپ دیکھیں گی تو ان کو آپ وہ بہو ہی نہ پائیں گی، بلکہ لونڈی کو آپ کی تابعداری میں عذر ہو گا اور ان کو نہ ہو گا۔

س۔ اے خدا نخواستہ لونڈی باندی کا کیا ذکر، مجھے تو اللہ جانے یہ داہنا ہاتھ اور اپنی لڑکیاں بابا ہاں۔

فہمیدہ اور سمدھن کی گفتگو کو سلیمہ پاس صحنچی میں بیٹھی کان لگا کر غور سے سُن رہی تھی۔ اور دل ہی دل میں ڈر رہی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھابی جان ساس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سوار کرا دیں تو کل کلاں کو طعنہ دینے میں آئے کہ بڑی ناک سے گئی تھی، آخر ہار کر جھک مار کر آپ ہی آئی، بلایا کس نے تھا۔ بن بلائی احمق ے دوڑی صحنک، کہ اتنے میں فہمیدہ نے یوں بات نکالی کہ اچھا اب تو آپ کا دل صاف ہو گیا نا یا اب بھی کچھ باقی ہی؟

سمدھن۔ لاحول ولا قوۃ۔ میرے دل میں نہ تو پہلے کچھ تھا نہ اب ہی، بلاؤ میں بھی گلے لگا لوں۔

یہ سنتے ہی فہمیدہ اُٹھی اور صحنچی میں جا نند کو بُلا لائی۔ اِس طرح کہ آپ آگے آگے اور وہ دبی دبائی سمٹی سمٹائی پیچھے پیچھے۔ سلیمہ نے ساس کو جھک کر سلام کیا۔ ساس نے کھڑے ہو کر گلے لگا کر جھٹ پٹ بلائیں لیں۔ دعا دی، بوڑھ سہاگن۔ سائیں جیئے۔ کلیجہ ٹھنڈا رہے۔ اللہ عمر کا بچّہ دے۔ سلیمہ نے ساس کے سامنے کچھ بات نہ کی اور بات کا موقع بھی نہ تھا۔ جب تک بیٹھی رہی طرفین سے ایک عالم سکوت رہا۔ تھوڑی دیر بیٹھ سلام کر سلیمہ پھر صحنچی میں گئی۔ تیسرے پہر کا وقت آیا سمدھن نے عصر کی نماز پڑھی اور جانے کی طیاری کرنے لگیں۔

فہمیدہ۔ الٰہی خیر! آپ تو جانے کی ایسی جلدی مچا رہی ہیں جیسے کوئی دودھ پیتا بچّہ

گھر میں مچل رہا ہو، ابھی تو آپ کو آئے دیر ہی کون سی ہوئی، میں تو آپ سے دل کھولکر بات بھی نہ کر سکی، اوّل تو آپ اتنی دیر کر کے آئیں اور ابھی سے جانے کا تقاضا شروع کر دیا، یہ گھر شاید آپ کا نہیں کسی غیر کا ہی، میں غیر سہی۔ بہو تو آپ کی ہیں۔ دوپہر کا کھانا آپ نے کھایا نہیں۔ گھر سے نوشِ جان فرما کر آئیں، بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ میں سمدھیانے سے آپ کو بے کھلائے جانے دوں۔

سمدھن۔ دودھ پیتا بچہ تو میرے کوئی بھی نہیں، ہاں سو دودھ پیتیوں کی وہ ایک لڑکی اتنے بڑے ڈھنڈار گھر میں گھبرا رہی ہوگی، دن تو خیر مگر رات کو وہ ٹھیر نہیں سکتی؛ ورنہ مجھے کیا بھاگڑ تھی، میں تو خوشی سے ٹھیر جاتی۔

ف۔ اچھا تو پھر آپ لڑکی کو ساتھ کیوں نہ لیتی آئیں؟

س۔ لے بوا۔ رسم ورواج سے لاچار (ناچار) ہوں، جان جوان لڑکی کو کہاں کہاں ساتھ ساتھ لئے پھروں۔

ف۔ خیر اب بلوا لیجئے، مکان ایسا کون سا دُور ہو دو پیسے ڈولی پر تو گھر ہے۔ آپ فرمائیں تو میں نصیبن کو دوڑا دوں۔

س۔ نہیں اب کیا موقع ہو، دونوں وقت ملتے ہیں، بس اب تو تم اجازت دو، پھر کبھی آجاؤں گی۔

ف۔ واہ واہ خوب! بھلا یہ کہیں ہو سکتا ہو کہ میں آپ کو مُنہ جھٹائے بغیر جانے دوں۔ آپ چاہے بُرا مانیں یا بھلا، بن کھلائے تو میں نہ جانے دوں گی، اب مجھے وہم آتا ہو۔ خدا سلامت رکھے دولھا بھائی اور دُلہن کو، یہ بھی کوئی بات ہو، بھلا سمدھیانے سے بلا مُنہ جھٹائے کوئی جاتا ہوگا۔

سمدھن۔ بات جوڑنے آئی تھیں نہ توڑنے، جلتے جاتے رک گئیں اور آئی اوائی ڈولی واپس کر دی اور کہلا بھیجا کہ میں عشا کی نماز کے بعد آؤں گی۔ سمدھن جب کے

آئیں فہمیدہ کھسکی تک نہیں، مگر ماما ئیں ایسی سدھی ہوئی تھیں کہ اشاروں ہی اشاروں میں سب کام ہو گیا۔ بعد مغرب چھوٹے دالان میں سفید براق دستر خوان بچھا۔ جس پر دو بڑے بڑے ہنکس کی ڈبل بتی کے لمپ روشن تھے۔ کھانا چُنا گیا، بڑی نند چھوٹی نند دونوں کو بھی بلا لیا، اور خود اس طرح چاروں بیویاں دستر خوان پر بیٹھیں۔ سمدھن کے ہاتھ خود فہمیدہ نے دُھلائے، وہ نہیں ہی نہیں کرتی رہیں۔ مگر اُس نے ایک نہ مانی اور کہا تو یہی کہ یہ تو میری عین سعادت ہے۔ گو ان لذیذ کھانوں میں ہم شریک نہ تھے مگر خیر ایک نظر جھانک تو لیں۔ آلو کا سالن، جس میں بڑے بڑے آلوؤں کے دو دو قتلے تھے۔ جن کا جگر تک لال تھا، شوربا خوش رنگ جس پر دو دو انگل گھی کھڑا، خوشبو ایسی جیسے دیگ کے پکے ہوئے۔ کھڑا قورمہ جس میں لمبی لمبی ثابت لال مرچیں پڑی ہوئی۔ شامی کباب۔ جس میں ادرک، انڈے کی سفیدی۔ پنیر۔ کتری ہوئی پیاز۔ ہری مرچیں۔ پودینہ بھرا ہوا تھا۔ لال لال سُرخ سُرخ پھولے پھولے گرما گرم تلے ہوئے۔ بازار کے سیخ کے کباب جس پر ادرک اور پیاز کے بال سے باریک لچھے کترے ہوئے، ہری مرچیں اور نیبو اور کھٹائی پڑی ہوئی۔ پراٹھے دعوت خانی گیہوں کے پرت دار سفید لال چتیاں پڑی ہوئی۔ چپاتیاں ایسی کہ کوّے کے پر سے باندھ کے اُڑا دو۔ دو گوشتہ قورمہ پلاؤ پیلی بھیت کے چانولوں کا جس میں زعفران کے سوا ثابت انڈے بھی پڑے ہوئے تھے۔ زردہ۔ بالائی۔ مٹھائیوں میں، قلاقند موتی پاک ملائی کے لڈّو۔ دہی کے خورمے۔ سرکے کی میٹھی چٹنی۔ دھوپ لیموں کا اچار۔ ہری مرچیں۔ کترے ہوئے نیبو (لیموں) سب کھانے خوشبو سے لذیذ معلوم دیتے تھے۔ ہم کو تو بھلا کون کھلاتا مگر دُور سے دیکھ کر جی ہمارا بھی للچا یا۔ اِدھر کھانا ختم ہوا اُدھر نصیبن ایک بیسن دانی میں بیسن اور مراد آبادی چلمچی اور آفتابہ، جیسے چاندی کا ڈلا

لائی۔ سب کے ہاتھ دُھلائے، کھانا ختم ہوتے ہی پانوں کی گلوریاں طیار تھیں کھانے کے بعد دُلہن اور چھوٹی لڑکی پھر ہٹ گئیں، سمدھن سے فہمیدہ نے خود چھیڑا کہ ہاں تو جناب پھر کیا رہی؟

سمدھن۔ (چندرا کر) کس بات کی کیا رہی؟

ف۔ اے وہی آپ کی بہو کا معاملہ۔

س۔ لے معاملہ واملہ کاہے کا، کچھ خدانخواستہ دلوں میں بیر تھوڑی ہی، بسم اللہ میرے ساتھ کر دو میں سر آنکھوں پر بٹھا کر ابھی لئے جاتی ہوں۔

فہمیدہ نے دل میں سوچا کہ یہ تو کُرے پڑے کا سودا ہوا ایسا نہ ہو کہ مجھے بات دینی آجائے خلق کا حلق کس نے بند کیا ہے، لوگ کہیں گے کہ بھاوج نے اپنی خاطر نند کو گھر سے نکال باہر کیا، نیکی برباد گنہ لازم۔ فہمیدہ نے سمدھن سے کہا کہ پھر اس میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے، مال آپ کا ہے جب چاہے شوق سے لے جائیں، آنکھوں سُکھ کلیجے ٹھنڈک، ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ یہ کسی طرح اپنے گھر میں آباد ہوں۔ میں آپ کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتی ہوں، آپ عمر، عقل، ہر اعتبار سے مجھ سے بڑی ہیں۔ مجھے تو اس میں کچھ بھی عذر نہیں ابھی ساتھ کر دیتی مگر بات وہ ہونی چاہیے جس پر لوگ نام نہ دھریں۔ پانچ برس سے یہ روٹھی بیٹھی ہیں، یکایک ان کا اس طرح چلا جانا کچھ دل کو نہیں بھاتا، غالباً آپ بھی میری لائے سے متفق ہوں گی۔

س۔ پھر صاف صاف کہو نا کہ تم چاہتی کیا ہو؟ مجھے رات زیادہ ہوتی ہے۔

ف۔ میں آپ کے سامنے کیا عرض کر سکتی ہوں۔ ماشاء اللہ آپ دُنیا کی نشیب و فراز سے مجھ سے کہیں زیادہ واقف ہیں، آپ کے آگے بھی بیٹیاں ہیں، میرا معاملہ ہو کا ہے، بھلی کی تو خدا نے اور بُری کی تو بندے نے۔ میں اس طرح چھپاتے ان کو بھیج دوں گی تو کل کلاں کو لوگ مجھے ہی کہیں گے کہ آخر بھاوج تھی نا نند کو نہ دیکھ سکی،

سسرال میں پٹخوا دیا۔ تو اس سے ناحق میرے میاں کے دل میں بھی میری طرف سے بل پڑے گا، میری صلاح یہ ہو کہ دنیا جہان کا جو دستور ہو وہ کیا جائے۔ یعنی دولھا بھائی کھڑے کھڑے آئیں اور اپنے ساتھ سوار کرا کے لے جائیں۔ چشم ما روشن دلِ ما شاد!

س۔ (کچھ دیر سوچ کر) اچھا تو میں لڑکے سے کہوں گی، دیکھوں وہ اس بات پر راضی ہوتا ہو یا نہیں۔

ف۔ کہنے سننے کو تو میں جانتی نہیں، آپ دل پر لیں تو کچھ بات نہیں۔ دولھا بھائی ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں، وہ آپ کے کہنے سے کب باہر ہیں ؎

مشکل ز توجہ تو آساں ؛ آساں ز تغافل تو مشکل

س۔ ہاں ہزار حصّے تو وہ میری مانے گا پھر بھی میں اُس کا عندیہ تو لے لوں۔

ف۔ پھر بات تو دُگدھا ہی میں رہی نا، آپ کے ہاتھ ساری بات ہو، آپ ہم سب کی بڑی ہیں۔

س۔ ہاں تو میں کہہ تو رہی ہوں نا کہ ان شاء اللہ لڑکے کو کل بھجوا دوں گی۔

اتنے میں کہاروں نے آواز دی "ڈولی آ گئی ہو سوار ہو جاؤ"، فہمیدہ دروازے تک ساتھ گئی اور سمدھن ہنسی خوشی سوار ہو گئیں۔

نویں فصل سلیمہ کے شوہر (سلیم) کا ماں کے سمجھانے سے سُسرال جانا اور بیوی کو لانا

رکا نہ خوب نہیں طبع کی روانی میں ؛ کہ بوئے فاد کی آتی ہو بند پانی میں

ماں اتنی رات گئے گھر پہنچیں کہ سلیم سو گیا تھا۔ چھوٹی بہن سے اُس نے پوچھا اماں آج کہاں گئی ہیں اور کب تک آئیں گی؟ بہن نے کہا مجھے تو خبر نہیں۔ سلیم صبح

سویرے ماں کے پاس گیا سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

بیٹا۔ اماں۔ آپ کہاں گئی تھیں اور رات کب آئیں؟

ماں۔ تم جانتے ہو کہ میں کہیں آؤں نہ جاؤں، بھلا مجھے گھر سے نکلنے کی فرصت ہے؟ جمعہ کو وعظ میں گئی تھی، وہاں تمہاری سلہج مل گئیں۔ وہ تو کچھ ایسی ملنسار لڑکی ہے کہ میں کیا کہوں، اُس کے اصرار پر کل میں تمہاری سسرال چلی گئی تھی۔

بیٹا۔ میری سسرال!

ماں۔ ہاں تمہاری سسرال۔ خیر تو ہے۔ سسرال کے نام سے تم نے کان کیوں کھڑے کئے، خدا رکھے ماشاءاللہ سسرال تمہاری بیوی کے دم سے ہے، اللہ تم دونوں کا جوڑا سلامت رکھے گھِس پِس پُرانا ہو۔ تم نے بیوی کو چھوڑ رکھا ہے مگر مجھے تو بن نہیں آتی۔ تمہاری خانہ بربادی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ ہر چیز کی آخر ایک انتہا ہوتی ہے، اللہ اکبر پانچ برس تک تم نے کروٹ نہ لی، تم نے بیوی کی طرف سے پتھر کا کلیجہ کرلیا۔ میاں بُرا نہ ماننا تم نے تو بجوڑوں کو بھی مات کیا، تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بہو کی حمایت لے رہی ہوں، تم سے وہ ہیں اُن سے تم نہیں ہو۔ میاں بیوی میں کھٹ پٹ ہو بھی جایا کرتی ہے مگر اس طرح اگر میاں بات بات پر بیویوں کو چھوڑ دیا کریں تو بس دُنیا کا کارخانہ تو چل چکا۔

بیٹا۔ تو میں نے چھوڑا تھوڑی ہے۔

ماں۔ چہ خوش! چھوڑنے کے سر پر شاید کچھ سینگ ہوتے ہیں۔

بیٹا۔ تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

ماں۔ وہ کسی کا بھی قصور ہوتا تمہارا یا اُن کا، اس سے بحث نہیں، لیکن تم مرد ہو۔ خدا نے تم کو برتری دی ہے، مردوں کا دل بڑا ہوتا ہے۔ عورتوں کا دل ننھا سا۔ اگر بیوی سے خطا بھی ہوئی تھی تو وہیں آئی گئی کر دینا تھا کہ اس طرح ناک نہ کٹتی۔ یہ رشتے دشمناگی

کے تھوڑی ہیں کہ بات کو گرہ میں باندھ لیں۔

بیٹا- تو کیا میں نے اُن کو نکالا یا وہ باوجود آپ کی ممانعت کے خود چلی گئیں۔

ماں- اے تو بھئی میں یہی تو کہتی ہوں کہ اگر اُس لڑکی میں ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ تم نے اُس کی گھڑی بھر کی بیوقوفی اور فوری جوش کا یہ بدلہ لیا کہ پانچ برس کو بیخ دیا۔ میں نے لاکھ سر پٹخا، بارہا تم کو سمجھایا مگر تم نے اُدھر کا راستہ ہی چلنا چھوڑ دیا۔ تم رہے الگ، میں دھرلی گئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ساری کارستانی ساس کی ہی ہے، میں نے ہی گھر کھُوایا، اور خدا بہتر جانتا ہے یا تم جانتے ہو کہ میں نے تم میاں بیوی کے معاملے میں شروع ہی سے دخل نہیں دیا تم دونوں خدا جانے کیا لڑے کیا جھگڑے، میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اور بلا پڑی میرے سر۔

بیٹا- اچھا تو آپ بہو سے مل لیں؟

ماں- ملنے کو دشمنا گی ہی کب تھی۔ تم نے دل کڑا کر لیا، میں ایسا دل کہاں سے لاؤں۔ خدا تین گناہ معاف کرتا ہے، تم بندے ہو کر ایک گنا ، بشرطیکہ وہ گناہ بھی ہو، معاف نہیں کر سکتے، اور بات کو اس طرح پکڑ لیا ہے کہ کسی طرح دل سے نکلتی ہی نہیں۔ **بیٹا**- درعفو لذتیست کہ در انتقام نیست۔ حالیؔ نے کیسی اچھّی رباعی کہی ہے:-

موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اے بارِ خدا :: مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے :: جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

حدیث شریف میں بھی آیا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَاۓکُم۔ (تم میں سب میں اچھا وہ ہے جو اپنی عورتوں سے اچھا ہے۔)

بیٹا- تو پھر آخر آپ کیا کر آئیں؟

ماں- میں کیا کرتی کراتی، کرو نہ کرو تم۔ بیوی تمہاری، بگڑے تم۔ میں بے چاری کس شمار قطار میں، ہاں آٹے کے ساتھ گھُن ضرور پس گیا۔

بیٹا - تو میں کیا کروں، کیا آپ کا یہ مطلب ہو کہ میں اُن کے آگے ہاتھ جوڑوں، ناک رگڑوں؟

ماں - کون کہتا ہو کہ تم ہاتھ جوڑو ناک رگڑو، کیا تمہارے نزدیک بس یہی ایک طریقہ میل ملاپ کا ہو؟

بیٹا - تو پھر آپ ہی بتلایئے نا کہ یوں کر، میں کرنے کو حاضر ہوں۔

ماں - میں نے تمہاری دُلہن کو دیکھا، اُن کے بھی ختّے ڈھیلے پڑ گئے۔ کمان اُتر گئی ہو، ندامت، انفعال، شرمساری، اُن کے چہرے مہرے چال ڈھال سے مترشح ہو۔ اگر غیرت مند ہوں گی تو پھر کبھی ایسا نہ کریں گی، یہ سزا اُن کے لئے کچھ کم نہ تھی۔ جہاں تک میرا خیال ہو وہ کان اینٹھیں گی اور ایسا پھر کبھی نہ کریں گی۔

بیٹا - اچھّا پھر آپ لے آئی ہوتیں نا۔

ماں - ہاں، میں تو ضرور لے آتی مگر پھر میں نے یہ سوچا کہ پہلے تمہارے کان پر یہ بات ڈال دینی مناسب ہے اور دوسرے یہ کہ میاں بیوی کا معاملہ کچھ میاں بیوی ہی سے خوب سُلجھتا ہو، دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا۔ تم خود چلے جاؤ اور بیوی کو سوار کرا لاؤ۔ مگر دندناتے پھنپھناتے نہ جانا کہ جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔ پچھلی باتوں کو تو بیٹا تہ کر دو اور اب آگے کو احتیاط کرو، لڑو بھڑو مگر پھر ایک کے ایک ہو جاؤ، ایسا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ خدا لڑتی رات کرے بچھڑتی نہ کرے۔

سلیم ماں کی گفتگو نہایت غور سے سنتا رہا، دل اس کا بھی پسیج گیا تھا پھوڑا پکّا ہوا تھا بس ذرا سی ٹھیس کی ضرورت تھی کہ پھوٹ بڑا۔ ماں کے کہنے کی دیر تھی کہ اُسی دن مغرب کو سُسرال جا پہونچا۔ ؎

جذبۂ دل کا مرے ہوگا اثر آپ سے آپ ٭ آ ہی جائیں گے کبھی وہ مرے گھر آپسے آپ

پانچ برس ہو گئے تھے کہ اُس نے اس چوکھٹ پر قدم نہ دھرا تھا، وہاں اب اُسے

کوئی جانتا وانتا بھی نہ تھا۔ ڈیوڑھی پر جو آدمی تھا اُس نے پوچھا میاں کیا کہہ کر خبر کروں۔ سلیم نے کہا کہ تم ماما کو تو بلاؤ۔ ماما جو باہر نکلی تو وہ پرانی قدیم بڑھیا نصیبن تھی جس نے سلیمہ کو کھلایا تھا۔ دیکھتے ہی اُلٹے پاؤں پھری اور جاکر بہو بیگم سے کہا کہ بیوی دولھا میاں آئے ہیں۔ فہمیدہ ان کے یکایک آجانے سے سٹپٹا گئی، حیران تھی کہ اب کیا کرے۔ غرض جلدی جلدی پردہ کرا اُنھیں کوٹھے والے کمرے میں جو سجا سجایا تھا بلا کر بٹھلایا، غنیمت ہو کہ رات زیادہ نہیں گئی تھی۔ سویرا ہی تھا۔ بازار سے کباب، ربڑی، دو چار قسم کی مٹھائی، جھٹ منگوالی۔ گھر میں دو سالن تو معمولاً پکتے ہی تھے، دم کے دم میں سوئیاں اُبال لیں اور کھانے کا انتظام کرلیا۔ سلیم دیر تک اکیلا بیٹھا رہا، بات کون کرے، فہمیدہ کی ہوت میں کبھی آئے ہی نہیں، اور آتے بھی تو پردہ تھا۔ منجھلی سالی اپنی سسرال گئی ہوئی تھی، گھر میں لے دے کے بس یہی دو عورتیں تھیں، فہمیدہ یا سلیمہ اور ایک چھمو سو وہ تو بچہ ہی تھی۔ بارے اتنے میں نیاز احمد آگئے، فہمیدہ نے اُن کو آتے ہی کوٹھے پر بھیجا کہ جاؤ دیکھو تو بڑی دیر سے تمہارے بہنوئی کوٹھے پر اکیلے بیٹھے ہیں۔ نیاز احمد نے کپڑے بھی نہیں اُتارے، ویسے ہی کوٹھے پر چڑھ گیا اور سالے بہنوئی کی خوب باتیں ہونے لگیں، مسا کر گھنٹہ سوا گھنٹہ سلیم بیٹھا ہوگا کہ اُس نے جانے کی اجازت چاہی۔ فہمیدہ نے ماما سے کہلا بھیجا کہ دولھا بھائی کو میرا آداب کہنا کہ برسوں میں تو آپ نے کرم کیا، بھلا جتنے برس آپ تشریف نہیں لائے کم سے کم اتنے گھنٹے تو آپ مہربانی کر کے بیٹھیں، یہ تو آنا نہ ہوا چھدا اُتارنا ہوا، آپ تو ایسے گھبرا رہے ہیں کہ گویا یہ گھر گھر ہی نہیں۔ قصور معاف گھر وہی جہاں بیوی ہو۔ اب رات زیادہ آگئی ہے۔ میں آپ کو جانے نہ دوں گی۔ میں سمدھن کو ابھی کہلائے بھیجتی ہوں کہ میں نے دولھا میاں کو روک لیا ہے۔ رات کو یہیں آرام کیجئے اور غریبوں کی دال روٹی تناول فرمایئے۔ سلیم کچھ اس ارادے سے تو آیا نہ تھا کہ رات کو یہیں رہ پڑے گا، وہ تو یہ سمجھا

تھا کہ رات کو سوار کرا لاؤں گا لیکن یہ بھی کیا کوئی مُنہ کا نوالا تھا۔ کوئی کام بھی ڈھنگ سر اچھا معلوم ہوتا ہو۔ سلیم کے اصرار سے وہ پھسل پڑا۔ من چاہے مُنڈیا ہلائے کا مضمون ہے۔ فہمیدہ نے اِدھر تو کھانے وانے کا ٹھیک ٹھاک کر دیا تھا اور اُدھر نند کو بنا سنوار دُلہن بنا دیا۔ دو خوانوں میں کھانا بھجوایا، ماما کوٹھے پر خوان لے کر چڑھی اور اُس کے پیچھے ہی سلیمہ بھی دبے پاؤں ٹھٹکتی ہوئی گئی اور کونے سے لگ کر بدن چُرا کر بیٹھ گئی، بھلا مُنہ کیا تھا جو چار آنکھیں کر سکتی، اس کا دل خود دھک دھک کر رہا تھا کہ دیکھیئے کیسی کچھ تسار پڑتی ہو۔ ماما دستر خوان چُن صراحی گلاس سیلابچی لوٹا رکھ ہٹ گئی۔ پھر ہمیں خبر نہیں کہ میاں بیوی کی کیا بات چیت ہوئی۔ اتنا البتہ معلوم ہوا کہ کھانا ہنسی خوشی دونوں نے کھایا، برسوں کے بچھڑے ہوئے خدا کا شکر ہی کہ مل ملا گئے اور فہمیدہ کی بدولت یہ بگڑا بگڑایا گھر بن گیا ؎

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری ٭ کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے
بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو مِل جاؤ ٭ قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے"

صبح سویرے ناشتے کے بعد سلیم اپنی دُلہن کو ڈولی میں سوار کرا کے اپنے گھر لے گیا۔ الٰہی تیرا شکر کہ یہ مرحلہ اس عمدگی سے اختتام کو پہنچا۔

وہ دن اور آج کا دن پھر ہم نے کسی کے مُنہ سے نہیں سُنا کہ میاں بیوی میں کوئی بات ہوئی ہو جس سے سُنا یہی سُنا کہ میاں بیوی کا دم بھرتے ہیں اور بیوی میاں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یا وہ بے لطفی اور تنفّر یا یہ فریفتگی اور شغف، خدا کی شان، اُس کی رحمت کے قربان۔ اب اس گھر کی خوشی کی تکمیل میں اگر کسر تھی تو صرف ایک اولاد کی تھی سو وہ بھی ہم نے سُنا کہ تین برس کے اندر ہی اندر پہلے لڑکا اور پھر لڑکی اللہ نے دی۔ اب کیا پوچھنا تھا، میاں بیوی شاد گھر آباد، دن عید رات شب برات۔ بی سلیمہ گھی کے چراغ جلا رہی تھیں اور وہی میاں سلیم جو بیوی کے

نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے تھے آج بیوی کے پاؤں دھو دھو کے پیتے تھے، یا صاف کیوں نہیں کہتے کہ کوڑ یا غلام تھے ؎

شکر کہ جمازہ بہ منزل رسید ❊ زورقِ امید بہ ساحل رسید

دسویں فصل۔ فہمیدہ کے شوہر نیاز احمد کیا تھے اور کیا ہو گئے

کچھ نہ پوچھو شباب کا عالم ❊ کیا کہوں کچھ عجب زمانہ تھا

جو آدمی بڑی عمر میں جاکر بگڑتا ہو اُس کا سنورنا از بس مشکل ہوتا ہے۔
نیاز احمد کو شادی سے کچھ ہی پہلے دُنیا کی ہوا یا یوں کہو کہ بُری صحبت کی ہوا لگی تھی ورنہ وہ بے چارہ تین پانچ کیا جانے۔ خدا بھلا کرے اس زمانے کے یار دوستوں کا کہ وہ بلا کی طرح چمٹ گئے اور انھوں نے پیٹ بھر کر بگاڑا، بازاری عورتوں کے جال سے نکلنا کچھ آسان کام نہیں، جو ان کے کوٹھے پر چڑھا پھر اُس کا اُترنا محال ہے۔ گھر والیوں کو نہ یہ بناؤ سنگھار آتا ہے جو دل گھسیٹ لیں نہ اُن کی زبان میں وہ جادو ہی جو سر چڑھ کے بولے۔ وہ ہرجائی دیدہ ہوائی، یہ مُنہ ماری شرم و حیا کی دیوی۔ وہ چلبل اور بنّنا سے نینا لڑانے والیاں۔ ان کی آنکھ شرم کے مارے نیچے سے اوپر نہ اُٹھے۔ وہ تیرِ نگاہ اور چھری کٹاری سے دل و جگر کو مجروح کرنے والیاں، یہ خود شوہروں پر جان نثار کرنے والیاں۔ وہ آبرو باختہ، عزّت و آبرو پر پانی پھیرنے والیاں، یہ مرنے بھرنے والیاں، وہ دھن دولت کی جونک، یہ اس کی محافظ و نگہبان۔ وہ ٹیڑھی بانکی یہ سیدھی سادی۔ وہ سَتّر گھر جھانکنے والیاں، یہ ایک ہی در پر جان دینے والیاں۔ وہ اُگالدان جس میں تھوکے سارا جہان، یہ شوہر پر صدقے واری اور قربان۔ وہ مکّار و غدار جفا کار، یہ تابعدار و جاں نثار وفا شعار۔ وہ شوخ و شنگ یہ بالکل یک رنگ، خلاصہ یہ کہ وہ آفتِ جان اور یہ شوہروں پر قربان۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ نیاز احمد کو شاہدانِ بازاری کا چٹخارہ لگ گیا تھا۔ گھر والی کب خاطر تلے آتی تھی۔ وہ ڈھونڈتا تھا ناز و نیاز نخرے ادا انداز غمزہ اور کرشمے۔ یہاں سادگی میں لاکھ لاکھ بناؤ۔ گھر کی بہو بیٹیاں یہ چھل بٹے کیا جانیں، وہ پرائے مردوں کو چھینے والیاں۔ ان میں اپنے ہی مردوں کی سنبھال کی قابلیت نہیں۔ اِس آوارگی کے سوائے شراب کی لت بھی پڑ چلی تھی۔ جب دیکھو آنکھیں چڑھی ہوئی مخمور، نشے میں چور۔ روپیہ پیسے کی یہ حالت تھی کہ اِدھر تنخواہ آئی اُدھر ختم۔ خرچ زیادہ آمدنی کم۔ سے

قرار بر کفِ آزادگاں نگیرد مال ∴ نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

بیوی سے وہ ملتا جلتا ضرور تھا مگر بات کرتا تھا اُکھڑی اُکھڑی، بیٹھتا تھا یہاں اور دل تھا وہاں۔ اگر فہمیدہ سمجھ دار اور دور اندیش نہ ہوتی، اور جیسا کہ آج کل کی بیویوں کا قاعدہ ہے لڑنے بھڑنے پر اُتر آتی تو یقین مانیے کہ میاں سے ہمیشہ کو ہاتھ دھو بیٹھتی۔ سے

فتنے کو جہاں تک ہو دبے دیجے تو سکیں ∴ زہر اُگلے کوئی تو کیجے باتیں شیریں
غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے ∴ اس عارضے کا علاج بالمثل نہیں

وہ تھی تو لڑکی ناتجربہ کار مگر خدا نے اُسے عقل کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ذرا میں نے سختی کی یا کوئی سی بات خلافِ مرضی کہی تو بس یہ بھڑکا ہوا کبوتر تڑپ کر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اِن سب باتوں کو وہ دیکھتی تھی مگر کیا مجال کہ کسی کے آگے مُنہ سے بھاپ نکالے یا میاں کے مُنہ در مُنہ کچھ کہے۔ جوں جوں میاں کھنچتے گئے دوں دوں بیوی جُھکتی گئی۔ اپنے جی کو مارا، اپنی راحت و آرام کو قربان کیا۔ کبھی میاں پر اس بات کو ظاہر بھی نہ ہونے دیا کہ اسے کچھ ان کے کرتوتوں کی خبر ہے۔ جب اور جس حالت میں اور جس وقت میاں گھر میں آئے نہایت خندہ پیشانی سے

اُن کو لیا، جو کہا سو مانا۔ کبھی میاں کی بات نہ کاٹی۔ وہ بات ہی نہ کہی جس سے میاں کا دل دُکھے، فہمیدہ بگاڑ، لڑائی اور دباؤ سے میاں پر قابو حاصل کرنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ اطاعت، خدمت گزاری اور فرماں برداری سے، جب خوش مزاج پایا، مخالفانہ طور پر نہیں، شکایت کے طور پر نہیں، طعن و تشنیع سے نہیں، جلی کٹی باتوں سے نہیں، بلکہ خیر خواہانہ، ہمدردانہ، مخلصانہ طریقے پر محض بطورِ حکایت، نہایت نرمی، نہایت منّت سماجت عجز و الحاح سے نشیب و فراز سمجھایا۔ جب دیکھا کہ بات بڑھتی اور ناگوارِ خاطر ہوتی ہو وہیں اُسے چھوڑ دوسری بات چھیڑ دی۔ پھر جب کبھی موقع و محل دیکھا سلسلۂ جنبانی کی۔ غرض مرد کی مزاج داری اور سانپ کا کِھلانا دونوں یکساں ہیں "از صحبتِ شاہاں پُر حذر باید بود کہ گاہے بسلامے برنجند و گاہے بہ دشنامے خلعت دہند"۔ کبھی نرمی کی تو کبھی ذرا گرمی۔ ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ٭ کہ جاہا سپر باید انداختن

یہ کام فہمیدہ ہی کا تھا کہ اپنی دانش مندی اور فراست سے بگڑے ہوئے شوہر کو سانچے میں ڈھال لیا۔ جتنے یار تھے سب اغیار ہو گئے، اِنھوں نے جانا چھوڑا۔ اُنھوں نے آنا۔ اب یہ نوبت تھی کہ مدرسہ بھلا اور گھر بھلا۔ گھر سے باہر قدم نہ دھرتے تھے۔ نیاز احمد وہ نیاز احمد ہی نہ رہا۔ اُن کے لنگوٹیا یاروں نے آوازے توازے کسنے شروع کئے۔ یہ سُنتا تھا اور پی جاتا تھا۔ شروع شروع تو گھر پر بڑا اہلا رہا مگر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ یہ ہتّے پر سے اُکھڑ گیا اور اُس کی ایسی قلبِ ماہیت ہو گئی کہ ان تلوں تیل ہی نہ تھا گویا۔ تب نا اُمید ہو گئے، اور ہار کر جھک مار کر بیٹھ رہے۔ سانپ نکل گیا ہے اب لکیر پیٹا کرو اور یہی کہا کئے کہ "یارو! سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی"۔ نیاز احمد کی وضع قطع یہ تھی، ڈاڑھی صفا چٹ گھٹی گھٹائی۔ صبح اُٹھتے ہی سب سے پہلے ہر روز چہرے کی صفائی اور اُسترے سے لڑائی۔ موچھیں بڑی بڑی

لمبی لمبی۔ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے عین مین گلہری کی دُمیں لٹک رہی ہیں۔ سر سے پا تک فیشن کے دلدادہ۔ انگریزوں کی ہو بہو تقلید پر آمادہ۔ نہانا بھی اسی طرح کا تھا کہ مرغابی کی طرح ٹب میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔ جیب میں گھڑی عینک آنکھوں پر چڑہی۔ پتلون کے سوا سر پر ہیٹ اور ہاتھ میں ٹینس بیٹ۔ منہ میں سگرٹ چال میں کھٹ پٹ۔ کالر اور نکٹائی ہی خدا جانے دل میں کیا سمائی ہی۔ انگریز کوئی پتیاتا نہیں مگر یہ کچھ بھی شرماتا نہیں اُن سے دُور دُور اور اپنوں سے نفور۔ گو مطعون ہیں مگر پھر بھی اپنی وضع پر مفتوں ہیں۔ اب مقطع ڈاڑہی کے علاوہ مونچھوں کا چھجّا گھٹ کر ایک ذرا سی خوشنما کنگنی رہ گئی ہی۔ نماز جیسے وہ پہلے اُٹھک بیٹھک کہتا تھا، پہلے تو دیکھا دیکھی اور شرما شرمی گنڈے دار پڑہنے لگا اور اب تو وہ پابندی تھی کہ کیا مجال کہ ایک وقت بھی ناغہ ہو جائے۔ روزے اس کے نزدیک ایامِ جاہلیت کی تقلید اور فاقے مرنا تھا۔ رمضان کے آنے کے ہفتے عشرے اوّل ہی، خاصے ہٹّے کٹّے بیٹھے ہیں، مگر دردِ سر اور اختلاجِ قلب کا بہانا ہی۔ بھلا اس جھوٹ کا کچھ ٹھکانا ہی۔ غرض سارا رمضان بیماری میں کٹا، روزوں کے پاس نہ پھٹکا، عید کیا آئی اپنے ساتھ ہی ساتھ تندرستی لائی۔ بے علاج اچھے ہو گئے نہ وہ دردِ سر رہا نہ اختلاج ؎

ہلالِ عید بر اوجِ فلک ہویدا شد ✤ کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

اب دیکھیے نہ صرف رمضان شریف کے تیسوں روزے رکھتا تھا بلکہ تراویح بھی ساتھ۔ جمعہ کی نماز کبھی ناغہ نہیں، جامع مسجد کی صفِ اوّل میں موجود، شغل ہے تو بس تسبیح و درود۔ پرانے یار غاروں سے اگر کہیں دوچار ہو گئے علیک سلیک کر کترا گیا۔ پہلے ناچ گانے کے بغیر نیند حرام تھی۔ یا آج ناچ گانا ہی سرے سے حرام تھا۔ چوک کا چکّر لگانا یا کسی کے کوٹھے پر آنا جانا، نعوذ باللہ۔ اب تو جس شادی

میں مجلسِ عیش و نشاط ہو وہاں بھی قدم نہ دھرے، استغفر اللہ۔ غرض بیوی کی بدولت نیاز احمد رند مشرب اب پکے مہذب اور کٹے مولوی بن گئے۔ انگریزی وضع کا وہ غلو نہ رہا، پتلون جا کر چوڑی موری کا پاجامہ ٹانگوں میں آگیا، ہیٹ غائب، گھر میں دو پلیا اور باہر آنے جانے کے لئے ترکی ٹوپی۔ غرض انگریزی وضع کی ترکی تمام ہوئی۔ بہت کچھ بلند پروازی کی اور اب تو اپنے باپ دادا کے پرانے ڈھرے پر لگ گئے۔ پچاس پچاس اور ستر ستر روپیہ کا سوٹ جا کر اب معمولی شیروانیاں زیبِ تن ہیں۔ بوٹ ایک دو جوڑی ہیں ضرور، مگر کبھی کبھار ان کی باری آتی ہے ورنہ عموماً وصلی کی سلیم شاہی کا مدار جوتی پر اب دار و مدار ہے۔ مختصر یہ کہ کرستان سے پکے مسلمان، کرانی بے معنی سے شریف و نجیب با معنی بن گئے۔ نیاز احمد اب ایک چاہنے والا شوہر اور شفیق باپ تھا۔ وہ سارا چلن رخصت ہوا جو اناپ شناپ تھا۔ انکے ایک یار غار میاں کلن زردوز کو ایک دن کارخانے میں ہم نے کہتے سنا۔ "اماں! (ارے میاں، تم نے بھی سویرے سویرے کس مردود کا نام لیا، وہ نگوڑا جو اب مولوی نیاز احمد بنا ہے۔ لاحول پڑھو لاحول۔ خدا کسی کی ایسی مٹی پلید نہ کرے، امر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود، وہ تو اب جورو کا کوڑیا غلام بن گیا ہے۔ سنا ہو کہ وہ کان پکڑ کر اٹھاتی بٹھاتی ہے۔ گھر گھسنا، بے شرم، بے حیا، خبیث، جورو اسی کو تو انوکھی ملی ہے۔ بس لٹو ہیں، بس نہیں چلتا کہ گلے میں تعویذ بنا کے لٹکالے۔ خدا جانے کہاں کی چڑیل لپٹ گئی ہو کہ چکر گھما بنا دیا ہے۔ بھلا چنگا آدمی حبشی بن گیا ہے۔ ذرا آپ کی شکل و صورت تو ملاحظہ فرمائیے، ماشاء اللہ غضب نور برس رہا ہے، پہلے دیکھو چہرہ کیسا بارونق تھا، اب خیر سے آپ نے بکرے کی سی ڈاڑھی بھی لٹکالی ہے جو ان کو یا ان کی بیگم صاحب کو ہی بھلی لگتی ہوگی، ہم کو تو ایک آن نہیں بھاتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی جلاہا ابھی کارگاہ میں سے نکلا چلا آتا ہے۔ بس کسر رہ گئی ہے تو صرف یہ کہ آواز

لگائے "دستر خوان، لحاف، جازمیں (جا جیں)، بہ بھی ہوئی ہے لو" بھلا یہ تو کہو کہ دین کی ٹیکری پر یہ کوڑا کرکٹ کیا بھلا لگتا ہو (توبہ توبہ) قرآن میں بھی تو آیا ہی کلا سوف تالمون (تعلمون) یعنی کلّے کو صاف رکھو۔ مونچھیں دیکھیے کیسی بھری بھری چہرے کی رونق تھیں، اُسے اُس نے اِس طرح چھٹوایا جیسے کمپنی باغ کی گھاس، اب معلوم ہوتا ہو کہ جیسے آپ کے لبِ مبارک کو کوئی کنکھجورا لپٹ گیا ہو۔ بھائی صاحب، تمہارے سر کی قسم ہم تو جب تک ڈاڑہی کا صفایا نہ کریں، خدا جھوٹ نہ بلوائے ٹھوڑی پر منوں کا بوجھ ایسا مالوم (معلوم) دیتا ہو کہ...... کو نوچ کے پھینک دوں۔ یا تو آپ شام کو بن ٹھن کے اپنے شانوں کو تولتے چوڑے چکلے سینے کو دیکھتے تنے اکڑے نکلتے تھے۔ یا اب دیکھیے فقیروں کا سا لباس کرتہ اوپر سے ایک صدری عمامہ بندھا ہوا جو آپ کے سر پر بجنسہ گدھے والے کا پگڑ معلوم دیتا ہو، لدا ہوا اور سرے پر سو دُرّے ہاتھ میں تسبیح بھی لٹک رہی ہو ؎

نہ یہ لمبا اور نہ شین اور شکیل ؛ بزِ اخفش کی طرح ڈاڑہی طویل
عالموں کا سا عمامہ زیبِ سر ؛ شملہ بھی چھوٹا ہوا لٹکا تا کمر
جُبّہ لمبا پاؤں تک لٹکا ہوا ؛ تکمے میں قبلہ نُما اٹکا ہوا

بھلے چنگے انسان سے حیوان بن گیا۔ آپ ہی بتلایئے یہ آدمیوں کی شکل ہی یا جانور کی، اسے تو عجائب گھر کے پنجرے میں بند کرنا چاہیئے۔ اب تو جب دیکھیے محلے کی مسجد میں موجود، پورا قل اعوذ یا بن گیا ہو۔ خدا جانے وہ اس کی گھر والی نوکری بھی کیسے کرنے دیتی ہی۔ اُس کا بس چلے تو تجھ کو ایک دم نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ یار! اگر میری مانئے تو اسے جُما (جامع) مسجد کا امام بنوا دے: نماز خوب پڑھایا کرے گا۔

دوسرا۔ بھائی صاحب اِس سے وہاں بھی پوری پڑ چکی اِرادہ اِس...... کو امامت کون دیتے

دے ہی، ہاں یار، مؤذنی البتہ (البتہ) خوب کرے گا۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر پانچوں وقت اللہ میاں کو پکارا کرے گا۔ خاصے ہنستے بولتے رونقِ محفل آدمی کو پاگل بنا دیا۔"

نیاز احمد کے پرانے دوستوں کو اس سونے کی چڑیا کے دامِ فریب سے نکل جانے کا جتنا افسوس ہو کم تھا، ایسی دودھاری گائے کہاں ملتی ہے۔ روپیہ اس کا برباد، مزے اڑائیں یہ لُفنگے ؎ چو احمق درجہاں باقیست مفلس کس نمی ماند۔ بیوی بے چاری پر جو کچھ تبرا یہ لوگ نہ کریں کم۔ حقیقت میں اس مجلسِ اوباشی کا پریزیڈنٹ ہی جب نہ رہا تو گویا سپاہ بے سردار رہی یا تنِ بے جان۔ اس طرح فہمیدہ نے ان رندوں اور زندوں کو مردہ اور محفل کو کانا کر دیا۔ جلنے تو پھپھولے پھوڑا کرتے ہیں، یہ لوگ جو کچھ نہ کہیں تھوڑا۔ کوئی برس سوا برس ہونے آیا کہ وکیل صاحب نے فالج سے انتقال کیا۔ نیاز احمد کو باپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا مگر دنیا میں سدا کسی کے ماں باپ نہیں جیے، صبر آتے آتے آ گیا۔ ان کے مرنے سے گھر کی آمدنی میں اکٹھے تین روپے ماہانے کا گھاٹا آیا۔ اب کورے ڈیڑھ سو ہی رہ گئے۔ اس میں اتنے بڑے گھر کا چلنا دشوار۔ نیاز احمد سٹپٹا گئے کہ اب کیا ہوگا۔ فہمیدہ نے واقعی اس گھر کو ایسا چلایا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی، جیسا کارخانہ چلتا تھا بلا کم و کاست چلتا رہا۔ خدا جانے کیا کتر بیونت کی جو ساکھ بندھی کی بندھی رہی۔ ہاں اتنا ضرور ہوا ہو گا کہ جتنی چادر دیکھئے اتنے ہی پاؤں پھیلائیے۔ نامعلوم طور پر اندرونی اخراجات میں کچھ تخفیف کر دی ہو تو کر دی ہو۔ البتہ پہلے کچھ پس انداز ہوتا رہتا تھا اور اب برابر سرابر معاملہ اترا۔ سسرے کی زندگی ہی میں فہمیدہ نے بہت کچھ روپیہ پس انداز کر کے بنک میں جمع کر دیا تھا۔ جس کی نثار احمد کو کانوں کان خبر نہ تھی۔ پھر بھی فہمیدہ بعض وقت ریوڑی کے پھیر میں ہی آ جاتی تھی، اور خداوندِ کریم سے جو روزی رساں ہے دست بدعا تھی کہ اللہ میری شرم تیرے ہاتھ ہے۔ اس وقت زیادہ فکر جھمو کی شادی کی تھی کہ اب وہ ماشاءاللہ سیانی

ہو گئی تھی، خدا کی کریمی دیکھیئے کہ سان نہ گمان اسلامیہ کالج دیرہ دون میں سرکار عالیہ عُلیا حضرت جناب بیگم صاحبہ فرماں روائے بھوپال دام اقبالہا کے فرزندِ رشید جناب پرنس حمید اللہ خان بہادر نبوار ہے تھے، اُن کو ایک مسلمان اور لائق پرنسپل کی ضرورت تھی۔ اسی تلاش میں تھے کہ جناب معز کی نگاہ ان پر پڑی، فوراً ان کو مقرر کر دیا۔ اب اصل خیر سے مسٹر نیاز احمد اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہیں۔ اور پانسو روپے کی معقول تنخواہ پاتے ہیں اور پھر کان پور کی بچپاہٹ کی گرمی سے نجات پا کر اب دیرہ دون کی جانفزا اور روح افزا آب و ہوا میں کالج کے احاطے کے اندر ایک وسیع اور مرتفع کوٹھی میں براج رہے ہیں۔ داتا کے دینے کے سو ہاتھ، وکیل صاحب مرحوم کی آمدنی پوری ہوئی سو ہوئی اور پچاس گھاتے میں ملے سو

خدا گر بہ حکمت ببندد درے ٭ کشاید بفضل و کرم دیگرے

الٰہی! جیسے ان کے دن پھرے خدا ہمارے تمہارے بھی دن پھیرے۔ آمین۔ وقار احمد کا بھائی بہار احمد بھی دیرہ دون میں پیدا ہوا اور تیسرے کی اُمید ہے۔ ان میاں بیوی کی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ اور قابلِ تقلید ہے، ان کی داستان سراسر نصیحت آمیز و مفید ہے۔ فہمیدہ کو اب صرف رابعہ کی شادی کی فکر دامن گیر ہے سو وہ بھی خدا آسان کرے گا اور جو جیئے گا وہ دیکھ لے گا کہ فہمیدہ کی تعلیم و تربیت خوبو نے اس لڑکی پر کیا اثر کیا اور کچھ شک نہیں کہ خوش نصیب ہوگا وہ گھر جس میں کہ اس کے قدم جائیں گے، اور یقین کامل ہے کہ رابعہ اگر فہمیدہ سے بہتر اور برتر بیوی ثابت ہو گی تو کسی طرح کم تر بھی نہ ہو گی۔ ماحصل اس طول طویل داستان کا صرف یہی ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے جن گھرانوں میں جھگڑے لڑائیاں ہیں مٹ جائیں۔ میاں بیوی ایک جان دو قالب ہو جائیں، جب تو زندگی کی بہار ہے ورنہ مٹی پلید ہے میاں دیکھو جان سے بیزار، بیوی دیکھو ذلیل و خوار: ان دونوں کی آئے دن کی

کشمکش میں بچے بے چارے دو عملی کا شکار، حالت اُن کی زار و نزار۔

فہمیدہ سے ہماری ایک بات

ای ماؤ بہنو بیٹیو! دُنیا کی عزّت تم سے ہے
مُلکوں کی بستی ہو تمہیں، قوموں کی عزّت تم سے ہے

تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگیں دلوں کی شادیاں، دُکھ سکھ میں راحت تم سے ہے

تم ہو تو عزّت ہے وطن، تم بن ہے ویرانہ چمن
ہو دیس، یا پردیس، جینے کی حلاوت تم سے ہے

نیکی کی تم تصویر ہو، عفّت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں، ایماں سلامت تم سے ہے

فطرت تمہاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انساں عبارت تم سے ہے

مردوں میں سنت ایسے تھے جو سب بیٹھے اپنا کُب کا کھو
دُنیا میں اے ستونتیو، لے دیکھے اب ست تم سے ہے

مونس ہو خاوندوں کی تم، غمخوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویران سب، گھر بھر میں برکت تم سے ہے

تم آس ہو بیمار کی، ڈھارس ہو تم بے کار کی
دولت ہو تم نادار کی، عُسرت میں عشرت تم سے ہے

آتی ہو اکثر بے طلب، دُنیا میں جب آتی ہو تم
پر موہنی سے اپنی یاں، گھر بھر پہ چھا جاتی ہو تم

(حالیؔ)

دوسرا حصّہ

گیارہویں فصل۔ چھوٹی لڑکی سنجیدہ کی ازدواجی زندگی

لذّتِ درد سے معمور ہے افسانہ مرا
مے اندوہ سے لبریز ہے پیمانہ مرا
محوِ فریاد ہی ہر دم دلِ دیوانہ مرا
غم و آلام سے آباد ہی ویرانہ مرا
حسرتیں کتنی تڑپتی ہیں مرے سینے میں
مضطرب کتنے ہیں جوہر مرے آئینے میں
یاس و حرماں کا ہی ہر وقت وہ اِک ہجوم
وقفِ ناکامیِ جاوید ہے قلبِ مغموم
مزرعِ عیش سے کچھ ایسی یہ چلی بادِ سموم
برقِ خرمن نے کیا گلشنِ ہستی معدوم
غنچۂ دل صفتِ لالۂ صحرائی ہی
دودِ آہِ دلِ پرسوز سے سودائی ہی
نالے بے تاب ہیں سینے سے نکلنے کے لئے
اشک طوفان اٹھاتے ہیں اُبلنے کے لئے
دلِ پرشور ہی بے تاب مچلنے کے لئے
درد اُٹھتا ہے کلیجہ مرا ملنے کے لئے
شرحِ ایں قصّہ جاں سوز نہ گفتن تا کی
سوختم سوختم ایں راز نہفتن تا کی

اب سنجیدہ بیگم کا حال سُنیئے۔ گو دونوں بہنیں ایک ہی ماں کی جائی تھیں اور ایک ہی طریقے پر تعلیم و تربیت پائی تھی مگر دونوں میں شروع ہی سے آسمان زمین کا فرق تھا۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

فہمیدہ جتنی نیک مزاج اور سمجھ دار تھی اُتنی ہی یہ شریر اور طرار تھی۔ بہنوں بہنوں

کی کبھی بنی ہی نہیں، جب دیکھو پہل سنجیدہ ہی کی طرف سے ہوتی تھی۔ بڑی، بہت طرح دے جاتی تھی۔ مگر چھوٹی، بلا کی طرح پیچھے جھاڑ کر ایسی پیچھے پڑتی کہ جان چھٹانی مشکل ہو جاتی تھی۔ ماں کو تو شروع ہی سے یہ خاطر تلے نہ لاتی تھی، ایک وہ کہتی تھیں، تو نانی کے بھرّاٹے پر دس یہ سُناتی تھی، وہ بے چاری اپنا سا مُنہ لے کر رہ جاتی تھی۔ جب دیکھو یہی شکایت تھی کہ بڑی آپا کے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا۔ جب دیکھو اپنی بہیتی ہی کی پچ کرتی ہیں۔ میں شاید ان کے پیٹ کی نہیں کسی چوڑی چماری کی جنی ہوں، یہ تو انہیں بخشوائے گی۔ ماں کا جو فرق تھا آپ سُن چکیں، باپ بے چارے خود الگ تھلگ رہتے تھے۔ لڑکیوں اور خاص کر بڑی لڑکیوں کے حال کی مردوں کو کیا خبر، اس کو تو کچھ عورتیں ہی خوب جانتی ہیں۔ ہر وقت کی لڑائی، بات بات پر بگاڑ غرض کسی سے سیدھے منہ بات کرنا جانتی ہی نہ تھی۔ فہمیدہ نے جو کچھ پڑھا لکھا اپنے ذاتی شوق سے۔ سنجیدہ نے زبردستی مارے باندھے سے۔ بڑی پڑھنے لکھنے، سینے پرونے، پکانے ریندھنے میں مشّاق، یہ بے ہنری بدسلیقگی اور شرارت میں جو بندہ چاق۔ لوگ کہتے تھے کہ ابھی کیا ہے بچّہ ہے آگے چل کر جب گھر دار کا بوجھ پڑے گا، سنبھل جائے گی۔ لیکن یہ لوگ یہ نہ سمجھے کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات، پوت کے پاؤں تو پالنے ہی میں دکھلائی دیتے ہیں۔ یہ بیل خدا ہی کرے جو منڈھے چڑھے آثار تو بُرے ہی نظر آتے ہیں۔ فہمیدہ کی نسبت اسے گھر اچھّا ملا تھا اور جو مشکلات اُس کو پیش آئیں اس کو اُس کا ایک شمّہ بھی نہیں۔ اگر یہ ذرا ہوش سے کام لیتی تو لعلوں کی لعل بنی رہتی اور فہمیدہ سے بازی لے جاتی۔ مگر بے چاری کیا کرے، مزاج سے لاچار (ناچار) تھی۔ ماں باپ کے گھر میں تو سب چل گئی مگر سسرال میں یہی باتیں جو یہاں بچپنا اور بھول پن کہہ کر ٹال دی جاتی ہیں وہاں شرارت اور مگرے پن بلکہ بدذاتی پر ڈھال لی جاتی تھیں سسرال میں قدم دھرتے ہی اُس نے

وہ رونا دھونا شروع کیا اور ایسا پاکھنڈ مچایا کہ کسی طرح سامان ہی میں نہ آتی تھی۔ اِن لاڈو کا دل کسی طرح سسرال میں لگا ہی نہیں، جب دیکھو میکے جانے کا تقاضا، نہ بھیجو تو مُنہ پُھلا انٹوائی کھٹوائی لے کر پڑ گئیں، آج سر میں درد ہے، کل دل میں کسک ہے، سر چکرا رہا ہے، مغز کی ڈبیہ میں دھمک ہے۔ سچ ہے اس میں کیا شک ہے۔ غرض لڑکی کیا تھی مخزن الامراض تھی، سسرال میں آئے دن بیمار، میکے میں جا کے دیکھو تو طرار، فرّاٹے بھر رہی ہے، اوپری لوگوں میں گھبراتی ہے، دل لگتے ہی لگتے لگے گا، دولہا نے بھی سختی کرنی مناسب نہ سمجھی، ڈھیل چھوڑ دی۔ جب تک میکے میں ہیں خوش، جہاں سُسرال سے ڈولی آنے کا نام سُنا کہ رو رو کے آنکھیں سُجالیں۔ ماں لاکھ سمجھاتی تھی کہ دیکھ بڑی بہن کو وہ پردیس میں کالے کوسوں بیاہی ہے، برسوں میں پھیرا کرتی ہے، وہ بھی اِدھر آئی اُدھر چلی کبھی مہینے دو مہینے بھی جم کر رہنا نصیب نہ ہوا اور تم تو ماشاءاللہ شہر کے شہر میں ہو، سُسرال اور میکہ گھر آنگن ہے۔ خدا رکھے ماشاءاللہ آئے دن کا آنا جانا پھر یہ مکتب کے بچوں کی طرح اتنی بڑی ہو کر ٹسوے کیا بہاتی ہے، تجھے شرم نہیں آتی۔ بیوی بہو! اگر تمہارا یہی حال رہا تو بس خدانخواستہ تم سُسرال کو کھو کر رہو گی؛ جانا نہ ہوا موا بلائے جان ہو گیا۔ غرض ڈانٹ ڈپٹ کر ڈولی میں ٹھونس ٹھانس اسے کسی نہ کسی طرح بھیج تو دیتے تھے مگر وہاں جا کر وہی حال کہ آتے دیر نہیں اور جانے کا تقاضا سوار۔ ابھی گھونگٹ بھی نہیں اُٹھا تھا کہ میاں سے کئی جھڑپ ہو چکیں۔ وہ کہتا تھا یہاں رہو، یہ کہتی تھی کہ ہونی نہیں جو میں یہاں رہوں، بلکہ تم بھی چل کر وہیں رہو۔ دولہا بے چارہ عجب کشمکش میں تھا کہ نہ دُلہن پر جبر کر سکتا تھا نہ یہ ہو سکتا تھا کہ بیوی کے پیچھے پڑا اڑا پھرے۔ غرض یہ بہت بُرا ہوا کہ شروع ہی سے بے لُطفی کی بنیاد پڑ گئی۔ نہمیدہ کی طرح ساس نندیں ان کی بھی تھیں۔ ساس بے چاری کے یہی پھونسڑا تھا، بڑی منّت مرادوں، ارمان چونچلوں سے بیاہ لائیں اور سمجھی تھیں کہ وہ میرا ہاتھ بٹائے گی

اور مجھے دُسراہٹ ہو جائے گی۔ لڑکیاں اپنے اپنے گھر کی تھیں، چھٹے چھ ماہے کہیں مہمان داخل آ نکلیں، اسی واسطے بیٹیوں کو پرایا دھن کہتے ہیں، اور سچ کہتے ہیں۔ رہی بہو وہ البتہ گھر کی رونق ہوتی ہو۔ اب تک گھر میں بڑی بی اور چھوٹی لڑکی کے سوائے اور کوئی نہ تھا اب یہ حضرت تشریف لائیں جن کا ابھی گھونگٹ بھی نہیں اُٹھا تھا کہ بلوں بلوں پر لگی۔ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ طباق سا مُنہ کھول دیا۔ خیر یہاں تک بھی کچھ مضائقہ نہ تھا۔ فرمائشیں بھی شروع ہو گئیں، آج یہ لا دو، کل وہ لا دو۔ نئی نئی دُلہن تھی، میاں نے تعمیل فرمائشات میں دیر نہ کی۔ مُنہ سے نکلنے کی دیر تھی کہ چیز حاضر لیکن جو چیز لایا خاطر تلے نہ آئی۔ ناک بھوؤں چڑھا اُس میں ہزاروں کیڑے ڈال دیئے۔ میاں کا دل کھٹا ہو گیا۔ سمجھا کہ کو دن محض ہو۔

بارہویں فصل۔ چھوٹی نند صغیرہ عرف چُھٹکن سے پہلی جھڑپ

رو کیئے گا ذرا طبیعت کو ٭ کہیں ایسا نہ ہو کہ خفت ہو

سب سے پہلے مورچے پر چھوٹی نند تھی۔ جسے پیار سے چُھٹکن چُھٹکن پکارتے تھے اصل نام شاید صغیرہ تھا، جس کی عمر اب کوئی آٹھ نو برس کی ہو گی۔ بچے ہی دُلہنوں کے پاس زیادہ گھسے رہتے ہیں، یہ بھی بھاوج کو چمٹنے لگی۔ دو ایک مرتبہ تو سنجیدہ نے چپکے چپکے جھڑک دیا۔ بے رُخی کرنے لگی۔ مُنہ نہ لگایا، ایک دفعہ کلّے پر ایسی زبردست چٹکی لی کہ وہ بلبلا اُٹھی اور روتی ہوئی بھائی کے پاس گئی۔ بھائی نے پوچھا کیوں رو کیوں رہی ہو، کیا کسی نے مارا؟

چُھٹکن۔ (بسور کر) بھابی دُلہن نے میرا کلّا نوچ لیا

بھائی۔ ایں کیوں؟ کیا پاگل ہیں یا بدتر۔ ضرور تو نے شرارت کی ہو گی، تو ہے

بڑی چبلّی، تجھ سے نچلا بیٹھا نہیں جاتا۔

چھٹنکن۔ نہیں بھائی! اللہ کی قسم میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ذرا سا اُن کے دوپٹے کو ہاتھ لگ گیا تھا۔ اُنھوں نے کہا میرے کان نوچ ڈالے، لہولہان کر دیئے۔ اللہ کرے پنجّی تو لوٹ جائے اور میرے گلے کا گھنٹا بھر لیا اور اس زور سے چٹکی لی کہ میری آنکھوں میں تارے ٹوٹ گئے، آپ دیکھیے تو کیسا نیل پڑا ہی۔

انوارالحق (سنجیدہ کا شوہر) اب ذرا سی بات کو کیا طول دیتا اور محاکمہ کرتا۔ خون کے سے گھونٹ پی کر چُپ ہوگیا۔ بہن کو گود میں بٹھا کر پیار کیا اور کہا بُرا ہوا، ہم تیری بھابی کو سمجھا دیں گے، پھر وہ ایسا نہ کریں گی۔ بات رفت گزشت ہوگئی۔

انوار جب رات کو گھر میں آیا اُسے بالکل خیال نہ تھا، نہ ایسی خفیف بات کو وہ مُنہ پر رکھنا چاہتا تھا، مگر گھر میں قدم دھرتے ہی ابھی وہ ٹکے بھی نہ تھے خود ہی دُلہن نے شکایت شروع کی کہ "تمھاری چھوٹی بہن بہت شریر ہے، اس فتنی نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہی، جب آتی ہے ایک اُودھم ڈال دیتی ہی، یہ توڑ وہ پھوڑ، اسے اُلٹ اُسے پلٹ، تلے کی زمین اوپر کر ڈالتی ہی، نچلا اُس سے بیٹھا ہی نہیں جاتا، میں بچّہ سمجھ کر طرح دے جاتی ہوں، کیسا بدتمیز اور بیہودہ اُٹھایا ہی کہ دیدہ شنیدہ لڑکی کیا ہے بھونچال ہے، خدا پناہ دے، آج اور کچھ نہیں تو وہ مجھ ہی پر پل پڑی۔ پٹاری کو ایک دم چھیڑے جاتی تھی، میں نے رسان سے منع کیا، بس اتنا کہنا کہ اُس نے میرا دوپٹہ اس زور سے گھسیٹا کہ خیر دوپٹہ پھٹا تو پھٹا جوتی سے، مگر میرے کان کی لوک چر گئی، میں بہتیرا منع کرتی کی کرتی رہی مگر وہ شیطانی کیا سنتی، بلا کی طرح پنجے جھاڑ کر جھپٹ ہی تو گئی اور میرا دوپٹہ لیر لیر کر ڈالا۔ تمھاری بہن ہے تمہیں اختیار ہے اُسے اور سر پر چڑھاؤ، خدا کرے باوا کی ڈاڑھی اور اماں کا جونڈا کھسوٹے، مگر مجھے یہ لاڈ ایک آن نہیں بھاتا ادب نہ قاعدہ، لوٹھے کا لوٹھا ہوگئی ہی،

موئی سنڈ مسنڈ ہُردنگی سٹلو۔ اب کے تو میں نے اُس کُتیا کو صرف تمہارے لحاظ سے چھوڑ دیا، بھلا اب وہ میرے کمرے میں قدم تو دھرے، ٹانگیں پکڑ کے چیر ڈالوں، بڑی بچاری کہیں کی آئی، مجھے اس کی صورت زہر لگتی ہی، میں اپنی سگی بہن کی تو روادار ہوں نہیں، یہ ہی کس باغ کی مولی، کچھ اپنے آپ کو بہت سمجھتی ہو گی، تو سہی جو میں بھی اِس کے نکلے کے سے بل نہ نکالوں تو میرا نام سنجیدہ نہیں، تمہیں نے اس کا کھوجڑا کھویا ہی۔ اجی بولو نا، یہ بھی خوب بات ہی کہ گھُنّی سادھ گئے، کیا تمہیں اونچا سُنائی دیتا ہے۔" انوار الحق کے مُنہ سے ابھی تک ایک بات بھی نہ نکلی تھی نہ صفائی کا موقع دیا گیا کہ اتنی بڑی فردِ جرم لگا دی گئی اور بے چاری بچّی کو تو جو جو نہ کہنا تھا وہ کہہ سُن کر دل ٹھنڈا کر لیا مگر غصہ جب بھی نہ اُترا۔ اگر کہیں اکوار بہن کی طرف سے ذرا بھی بولے تو پھر اُس کی خود خبر نہ تھی، حضرت کے بھی لتے لے ڈالتی۔ خیریت رفع دفع ہو گئی۔ ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ سہ

نہ سُنو گر بُرا کرے کوئی ÷ نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی ÷ بخش دو گر خطا کرے کوئی

تیرہویں فصل۔ اُسی سے دوسری جھڑپ

مردم آزردگی بغیر سبب را چہ علاج ÷ ما ز لطف تو گزشتیم غضب را چہ علاج

بچّی تھی ناسمجھ، دو چار دن تو رُکی رہی مگر ایک جگہ کا رہنا سہنا، یہ بات نبھ کیسے سکتی تھی، بڑا آدمی ہو تو کان پکڑے، پھر بھول کر بھی اُدھر کا رُخ نہ کرے، یہ ٹھیری بچّہ، اُس دن کی بات بھول بسر گئی، پھر بھاوج کے گلے کا ہار ہو گئی، جب دیکھو وہیں گھُسی رہتی تھی، لیکن سنجیدہ کی تنک مزاجی کہاں جاتے، چور چوری سے گیا تو کیا ہیرا پھیری سے بھی گیا، پھر ایک دن دستِ شفقت پھیرا۔ اب کا وار پہلے

سے بھی زبردست تھا۔ ایسا دُہتّڑ کھینچ مارا کہ پیٹھ پر دسوں اُنگلیاں اُٹھ آئیں بچّی تڑپ گئی اور طُرفہ یہ کہ ماں ہیں کہ دالان میں بیٹھی دیکھ رہی ہیں، مگر دم بخود ہیں، بھڑوں کے چھتّے کو کون چھیڑے، زبردست مارے اور رونے نہ دے۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ چُھٹکن سے پوچھا کہ مُردار پھر تو گھسی، کچھ شرارت کی جو پٹی، اچھّا ہوا نامُراد، تیرا علاج یہی ہی، بے غیرت، کم بخت۔

چُھٹکن۔ (رو کر) اللہ جانتا ہی، امّاں جان! میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا، بھابی جان نے زبردستی مارا۔ مجھ کم بخت کے پیر کی ٹھوکر لگی اور اُگالدان اُلٹ گیا مگر تھا صاف، چاندنی واندنی کچھ خراب تھوڑی ہوئی۔ خدا جانے کس بات پر بھری بیٹھی تھیں، ناحق کا غصّہ مجھ پر اُتارا۔

صالحہ (انوارالحق کی ماں) دم بخود رہ گئیں۔ دم نہ مارو شکر گزارو...... میں ڈھیلا ڈالو تو چھینٹیں اپنے ہی اوپر آتی ہیں۔ اس کلّہ دراز کے مُنہ لگنے سے کیا فائدہ، لوگ کہیں گے چار دن کی دُلہن سے لڑنے لگیں، وہ تو سستی چھوٹ جائیں گی اور میں مفت میں دھر لی جاؤں گی، وہ ابھی اِسی اُدھیڑبُن میں تھیں کہ بہو بیگم صاحب خود چیرٹھ آئیں، ساس دیکھ کر ہک دھک رہ گئیں سہ

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیئے ؂ جو نا سزا کہے اس کو نہ ناسزا کہیئے

بہو۔ امّاں جان! آپنے اِس جھوٹی لپاٹن کی تو سُن لی، ذرا میری بھی تو سُنیئے۔ جب میں بار ہا اِسے منع کر چکی کہ میرے کمرے میں نہ گھُسے تو پھر یہ تو زبردستی کی لڑائی مول لینی ہوئی کہ جب دیکھو ندناتی آئی اور میری چیزیں توڑ پھوڑ گئی، میرا نقصان بھی ہو تو بھی میں الا اللہ زبان سے نہ کہوں، منع بھی نہ کروں، یہ تو بڑا ظلم ہوا۔ اُگالدان کی تو اُس نے گھڑ لی ہے، وہ جو طاق میں گھنٹہ رکھا ہے اُس کی سوئیاں پھرائے جاتی تھی، میں نے اِسے وہاں سے ہٹا دیا تو کیا بُرا کیا، یہ اس نے مجھ پر صریح

طوفان لیا ہی۔ دیکھیئے نا، اب کیسی چُپ کھڑی ہی، گویا کچھ جانتی ہی نہیں۔ اری چڑیل شفتل بول نا۔ میرا بس چلتا تو ابھی تجھے اس طوفان بندی کا ایسا مزہ چکھاتی کہ تو بھی ساری عمر کو یاد رکھتی، جوتیاں مارتے مارتے تجھے فرش کر دیتی، مگر کیا کروں کہ اماں جان کا پاس ادب مانع ہی۔

ساس نے کچھ جواب نہ دیا، اس کے مُنہ لگ کر اپنی عزّت کون کھوئے۔ ہاں اپنی لڑکی کے جانے آنے کی قطعی بندش کر دی۔ اُس دن سے چھُٹکن کے بھی کان ہوئے۔ مار کے آگے بھُوت بھاگتا ہی۔ اور یہ تو معصوم بچّی تھی، کچھ ایسی ڈر گئی کہ بھاوج کی صورت دیکھ کر اس کا دم ہی تو نکل جاتا تھا۔ وہ دن اور آج کا دن اُدھر کا رستہ چلنا بھی چھوڑ دیا۔

درحقیقت لڑکا تھا بڑا نیک مزاج اور سمجھ دار، مفتیوں کا گھرانا، وہاں کے تقدّس کا کیا ٹھکانا۔ وہاں کا بچّہ بچّہ نیک نہادی اور پاکبازی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، کیوں کہ صحبتِ نیک میں پلا ہوا تھا۔ انوار بے چارے کا ناک میں دم تھا، نہ ادھر بول سکتا تھا نہ اُدھر۔ بیوی ملی ایسی کہ چت بھی اُسی کی اور پٹ بھی اُسی کی، دوسرے لڑکوں کی طرح کا اگر یہ ہوتا تو گھڑی بھر میں بیوی کو مزہ چکھا دیتا، مگر یہاں کا تو وہی حال تھا کہ خاطر مروّت عفو و درگزر لڑکے کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی۔ ٹیڑھی اُنگلی کئے بغیر گھی نہیں نکلتا، ایسے مردوں کی عورتیں تو شیر ہوا ہی چاہیں۔ نوکر چاکر یہ نہ تھا، ابھی تو مدرسہ ہی کی ہوا کھا رہا تھا، گرمیوں کی چھُٹّیوں میں آیا تھا، کوئی مہینے ہی بھر بعد یہ بیڑی اس کے پاؤں میں ڈال دی گئی۔ کوئی مہینا سوا مہینا اس کشمکش میں گزرا کہ وہ علی گڑھ چل دیا۔ اب کیا تھا۔ میدان خالی۔ جب دولھا ہی کے سامنے دُلھن کا دیدہ ہوائی تھا تو اب تو رہا سہا ڈر بھی نہ رہا۔ میاں اُدھر گئے اور بیوی اِدھر۔ لاکھ ماں سر پٹختی ہی اری کم بخت

سُسرال جا، مگر اُس کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے، نہ مُنہ سے بولتی ہی نہ سر سے کھیلتی ہی، مبہوت سی بنی رہتی ہی۔ سُسرال سے ڈولی آئی اور بیرنگ واپس۔ ساس بلا بلا کر تھک گئیں، ماں کہہ کہہ کر بیزار ہو گئیں، اب ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دینا صرف باقی تھا۔ جب بہت لعنت ملامت کی کہ "اری تیرا ستیاناس جلئے تیری سمجھ کیسی اوندھ گئی ہی، تو یہ تو پھوٹ کہ سُسرال جانے کے نام سے تیرا دم کیوں فنا ہوتا ہی؟ اس پر صاحبزادی جز بز ہو کر بولیں تو یہ بولیں کہ "واہ خوب بر تم نے کیا میری چڑ نکالی ہی، مجھے ہر وقت کی چھیڑ خانی اچھی نہیں لگتی، بڑی بچاری کیا اچھی لگتی ہیں، اب تم نے کہا تو بارِ دگر خبردار جو تم نے اس بات کو چھیڑا، میں وہاں جا کر کیا کروں۔ اُس بڑھیا ڈھڈو کی تو صورت سے مجھے بیزاری ہی (سبحان اللہ ساس کا کیا وقر ہی، شاباش!) اور وہ (یعنی شوہر) تو ہیں ہی نہیں، پھر جا کر کیا کروں"۔

بات تو تمی معقول، ساس تو گویا کچھ ہوئیں ہی نہیں۔

ماں۔ اری نامُراد! تو یہ تو بتا کہ یہاں رہ کر تو سارے دن کیا پان چبا کرتی ہی؟ ایسی ہی شادی تجھے دو بھر تھی، تو بول کیوں نہ اُٹھی کہ میں تیرا بیاہ ہی نہ کرتی جو آج کو یہ آئے دن کی توائی نہ پڑتی۔

بیٹی۔ اور بیاہ شاید میں نے کہہ کر کروایا تھا؟ تم پر ہی میرا بوجھ تھا جو کوئیں میں دھکا دے دیا۔ اب رہا یہ کہ میں یہاں کیا کرتی ہوں، تو جو ساری عمر کرتی رہی اب بھی کرتی ہوں، آج میں اس گھر میں کوئی نئی نٹھوڑی آئی ہوں۔ خدا میری طرح کسی کا بے ٹھکانے مزار نہ کرے، نہ یہاں ٹھکانا نہ وہاں۔ وہاں ساس گو دے ڈالتی ہی، یہاں سگی ماں کا یہ حال ہی کہ میری دو روٹیاں اُن پر وبال ہیں۔ جب دیکھو دھکے دے دے کے گھر سے نکالتی ہیں۔ کسی کی ماں نوج ایسی ہو۔ صدقے میں اُتاری تھی وہ میّا اور اپنی چوٹی ایڑی پر سے ایسی قطامہ ساس کو سو دفعہ وار پھیر کر پھینک دوں۔

صاحب زادی کی زبان آپ نے ملاحظہ فرمائی یہ زبان ہی یا شرارۂ آتش۔ یہ زبان ہی یا برقِ صاعق۔ ماں اِس نالائق کے مُنہ کیا لگتی مگر اُس کو کچھ بن نہ آتی تھی، سخت سُست سنتی جاتی تھی مگر صلاحِ نیک دینے سے باز نہ آتی تھی۔ ماں کے علاوہ آئے گئے سب ہی نے تو سمجھایا اور لعنت ملامت کی مگر۔ چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل گئی۔ وہی مرغی کی ایک ٹانگ، ہر وقت کا ٹھنگ کریہی کہنا ہی کہ "ہم تو نہیں جاتے"۔ لیکن یہ بکتی اور سر دُھنتی ہی رہی۔ ماں نے زبردستی دھکیل دھکال کے سُسرال بھجوایا۔ یہ بھجوایا۔ خدا خدا کرکے بہو...... گھر میں آئیں، ساس بچاری ہیں کہ خاطر کے مارے بچھی جاتی ہیں، بہو ہیں کہ کوئی بات خاطر تلے نہیں لاتیں غرض کانٹوں پر ایک ہفتہ جوں توں کرکے کاٹا اور پھر گردان کبوتر کی طرح چھتری پر موجود۔ یہی مارے باندھے کا سودا رہا، نہ بہو نے ساس کے دل میں گھر کیا نہ ساس نے بہو کو دل کھول کے دیکھا۔ اِدھر تناؤ اُدھر رُکاوٹ، یہاں خلوص وہاں بناوٹ۔ اِسی طرح یادل ناخواستہ پابدستِ دگرے دست بدستِ دگرے، سُسرال آتی جاتی رہی مگر جب تک وہاں رہتی نہ کسی سے بولتی نہ چالتی اور کچھ کبھی بولیں تو ایسی کہ جیسے کوئی کاٹ کھانے کو دوڑتا ہی، نہ کسی کام کو ہاتھ لگاتی نہ ہل کر پانی پیتی، دن بھر اپنے کمرے میں ٹھسی رہتی۔ اسے خبر نہیں کہ صبح کدھر ہوتی ہی اور شام کدھر۔ کھانا سامنے آیا، پہلے تو واپس کر دیا کہ مجھے بھوک نہیں، میرے سر میں درد ہی۔ کبھی کھایا تو اس طرح کہ مُنہ جُھٹال کھڑی ہوگئی، کبھی ماما کے مُنہ پر رکھ دیا کہ "یہ موا سالن، اُبالا، گھی کا تڑ مڑ انک نہیں، شوربا، نسونت پانی۔ موری کی کیچڑ، میرے تو حلق سے اُترتا نہیں، یہ چپاتیاں ہیں، یا نان بائی کے ٹکڑے۔ چتی تک نہیں پڑی، نرا کچا آٹا، جب ہی تو پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ ہر چیز میں کُرید کُرید کر عیب نکالتی۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ سُسرال کی شکل ہی سے اُسے نفرت تھی۔ جب دُلہن پنے میں یہ حال تھا

تو آگے خدا ہی خیر کرے۔ ساس نے پٹاری اِس خیال سے الگ کر دی تھی کہ شاید میری پٹاری سے شرم لحاظ کے مارے پان نہ کھائیں۔ لیکن وہ پٹاری اوندھی پڑی تھی۔ گھر سے گلوریاں منگواتی اور کھاتی، اپنی پٹاری کو ہاتھ نہ لگاتی۔ ماں سے کہلا بھیجا کہ لو اور سُسرال بھجواؤ، میں ایسا پان ہی کون سا کھاتی ہوں مگر میری خوشدامن صاحبہ کو وہ بھی ناگوار ہوا اور میری پٹاری الگ کر دی، گویا میں حلال خوری تھی کہ اُنکی پٹاری میرے ہاتھ لگانے سے گندی ہو جاتی۔ لو صاحب نیکی کا بدلہ بدی اِسی کا نام ہے۔ بات کیا تھی اور بنا کیا لی۔ ذرا اِس اوندھی سمجھ کو دیکھئے۔ ساس بچاری کا خوشامد کرتے کرتے مُنہ خُشک ہوا جاتا تھا اور بہو کے بھاویں بھی نہیں، وہ بہو کو پاس گھسیٹنا چاہتی تھیں اور یہ اُن سے دُور بھاگتی تھی۔ ہر وقت نکتوڑے لیتی رہتی تھی، تیوری کا بل کسی وقت اُترتا ہی نہ تھا، جب دیکھو نعل در آتش، بھری اور بپھری بیٹھی ہیں۔ ابھی خدا رکھے دُلہن کو سُسرال سے کوئی خطاب نہ ملا تھا۔ مگر پیشگاہِ خداوندی سے ساس کو "بڑھیا ڈھڈو" کا معزز خطاب مِل گیا، یعنی اُلٹی گنگا بہنے لگی۔ سچ کہا ہو با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب ؎

ادب تاجیست از فضلِ آلٰہی ❊ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

آگے چل کر خدا جانے ساس بے چاری کی کیا گت بنے، اُس بڈھے پھونڈے کی شرم اللہ ہی کے ہاتھ ہی۔

دسمبر کی چھٹیوں میں لڑکے کے آنے کی خبر تھی، ساس نے کہلا بھیجا کہ اصل خیر سے جمعرات کو تیسرے پہر لڑکا آئے گا، تم لڑکی کو سویرے ہی سے بھجوا دینا۔ ماں جمعرات کی صبح ہی سے متقاضی تھی، کہہ کہہ ہار گئی، تیسرے پہر تک تو اس نے سر بھی نہ دھویا، جب کہیں ماں نے پکڑ کر بٹھایا اور سر دُھلایا کپڑے بدلوائے، پھر بھی مغرب ہو گئی تب کہیں یہ ناجو سُسرال سدھاریں۔ لڑکا زمانہ ہوا آ بھی

چُکا تھا، اُس نے آتے ہی ماں سے پوچھا اپنی دلہن نہیں آئیں ؟
ماں۔ اَب آتی ہی ہوں گی۔

چودھویں فصل سنجیدہ کی بڑی نند سے اُس کے بچّے کے کارن لڑائی

لگے مُنہ بھی چڑانے دینے دیتے گالیاں صاحب ٭ زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

دُلہن ڈولی سے اُتریں تو چاہیئے تھا کہ ساس کو جا کر سلام کرتیں، لیکن بڑے بڑے دالانوں کی طرف سے پیٹھ موڑ اپنے کمرے میں اس طرح گھُس گئیں جیسے کہ کوئی روٹھا ہوا ہوتا ہے۔ ساس نے اس بات کا خیال بھی نہیں کیا، اور سمجھی کہ بالکل بچی ہے، ادب قاعدے سے ناواقف، بہو کو آتے دیکھ خود اٹھ کمرے میں گئیں، اُن کو بارے خدا نے اتنی توفیق دی کہ ساس کو آتے دیکھ بیٹھے بیٹھے دو انگلیاں ماتھے پر رکھ لیں۔ ساس نے گلے لگایا، دُعا دی۔ بھائی کے آنے کی سُن کر دونوں نندیں بھی جو شہر ہی میں بیاہی ہوئی تھیں آ گئی تھیں، مگر بھاوج کے مزاج سے ڈر کر دُور ہی دُور تھیں اور جھٹکن بھی پاس نہ پھٹکی۔ ہوّا کے پاس کون جائے۔ رات کو جب لڑکا گھر میں آیا تو صاف بات تو سنائی نہیں دی مگر بڑی رات تک کھُسر پھُسر باتوں کی آواز چلی آتی تھی، دُلہن کی تالو سے زبان نہیں لگی۔ لڑکا ہوں ہوں ہاں ہاں کرتا جاتا تھا، خدا جانے کہ کتنے دنوں کے بچھڑے ہوئے ملے تھے کہ شکایتوں کے دفتر کھول ڈالے اور میاں کا مغز چاٹ گئیں، اور وہ کیا باتیں تھیں کہ جن کا سلسلہ ہی ختم نہ ہو چکتا تھا۔ لڑکا کبھی ان باتوں کو دُہراتا نہ تھا، معلوم ہو تو کیسے ہو۔ بڑی نندیں بہتیرا اکھڑتی تھیں کہ بھاوج اُن سے سیدھے مُنہ بات تو کرتی ہی نہ تھی، ملتا کوئی کیا خاک سے

جھکے آپ سے اُس سے جُھک جائیے　٭　رُکے آپ سے اُس سے رُک جائیے

دو تین دن خیریت سے گزرے۔ بڑی نند کا بچّہ کوئی چھ سات برس کا انگنائی میں گیند کھیل رہا تھا۔ دُلہن صاحب تختوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ قضائے کردگار وہ گیند اُچھل کر دُلہن کی گود میں جا پڑی۔ وہ اُچھل پڑیں اور ایک ایسی چیخ ماری کہ گویا چھت پر سے سانپ گرا اور لال پیلی ہوگئیں۔ ایک کہی نہ دو لڑکے کا ہاتھ گھسیٹ دو طمانچے ایسے زور زور سے رسید کئے کہ بچّے کا مُنہ لال ہوگیا اور بلک اُٹھا۔ اُس کی ماں بھی سامنے چبوترے پر بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ وہ بے چاری کچھ نہ بولی، خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گئی، اور اُلٹے میاں کے آتے ہی دُلہن نے ٹسوے بہانے شروع کئے کہ "نا صاحب میرا گزارا تو بس اس گھر میں ہو چُکا۔ آج کو تو تمہارے بھانجے نے مجھے مارا کل کو خدا جانے میری تقدیر میں کس کس کی جوتیاں کھانی لکھی ہیں۔ بس تو اس گھر میں یا تو تمہاری بہنیں ہی رہیں یا میں ہی رہوں بھلا اس مونڈی کاٹے کی مجال تھی کہ مجھے تاک کر گیند کھینچ مارتا، جب تک تمہاری بہنا کا اشارہ نہ ہوتا۔ وہ سامنے بیٹھی کی بیٹھی رہیں۔ چاہیئے کو مُنہ سے اللہ اللہ نہ کہا بلکہ اور ہنسنے لگیں۔ کیا کہوں میں نے تمہارا بڑا لحاظ کیا، ورنہ چھاتی پر چڑھ کر جوانا مرگ کا ڈیڑھ چُلّو لہو پی جاتی۔ اُس نے مجھے سمجھا کیا ہے۔ کیا میں کسی کی لونڈی باندی ہوں کہ جو آیا مار لیا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ تمہاری لاڈو چھَمکّن نے میرا کان کھسوٹ ڈالا اور تم نے کچھ بھی نہ کہا اور گھُنّی سادھ گئے، جب ہی تو یہ لونڈا بھی شیر ہوا، اگر تم اُس کو اُسی وقت ڈانٹ دیتے تو اُس کی کیا مجال جو اس طرح زور سے میرے سینے پر تاک کر گیند مارتا، اللہ کی قسم جب سے میرے سینے میں ایسا درد ہونے لگا کہ پیٹ میں سانس نہیں سماتا۔"

میاں۔ تم بھی کیا باتیں کرتی ہو، یہ ایک اتفاقی بات تھی، کچھ جان بوجھ کر ایسا تھوڑی

کیا ہوگا۔ کیا اُسے تم سے کچھ بَیر تھا؟

دُلہن۔ جی ہاں! وہ تو میں جانتی ہی ہوں، اُٹھتے جب جھکیں گے تو پیٹ کو ہی لگیں گے، تم تو اپنی بھینا کی حمایت لو ہی گے، جب ہی تو ان سب کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہوں، لونڈی کی قدر ہے اور میری نہیں، تم لاڈ چوچلے اُٹھاؤ۔ تمہارا بھانجا ہے شوق سے اُس کی جوتیاں کھاؤ۔ آنکھوں سُکھ کلیجے ٹھنڈک، میرا وہ کون ہے؟ رہا بَیر تو شاید تم نے نہیں سُنا کہ "ساس نند موری جنم کی بَیرن"

خدا خدا کرکے رات کے ساتھ لڑائی بھی ختم ہوئی۔ صبح سویرے بڑی بہن نے ماں سے کہا کہ "لو بی اماں! میں تو جاتی ہوں، اس خواہ مخواہ کی لڑائی کی مجھے برداشت نہیں، میں اپنے بچے کو کیوں کسی کے دانتوں چڑھانے لگی" ماں نے بڑی لڑکی کو بہت سمجھایا مگر وہ ایک نہ مانی اور کھڑے کھڑے اپنی سُسرال چلی گئی۔ خیر وہ گئی تو گئی آج نہ جاتی کل جاتی، گھر کی بیٹی تھی، پھر من جائے گی۔ لیکن یہاں دوسرا ہی طوفان برپا ہوا۔ دیکھا تو دُلہن اپنا بچھونا سمیٹ رہی ہیں اور گٹھڑی بندھ رہی ہے۔ اور ڈولی منگوائی گئی ہے۔ ساس بے چاری مُنہ ماری ایک سنّاٹے میں آگئی، وہ بولی نہ چالی مفت کی گنہگار، وہ بھی کہاں تک صبر کرتیں آخر نہ رہا گیا۔ ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ "یہ گٹھڑی مٹھڑی کیوں باندھ رہی ہو؟"

بہو۔ میرا جی گھبرا رہا ہے، میں تو اپنے گھر جاؤں گی۔

ساس۔ ابھی تمہیں آئے آج تیسرا ہی دن ہے اور تمہارے دولھا اصل خیر سے پرسوں سدھارنے والے ہیں، پھر تمہارا جانا کیسا؟

بہو۔ کیسا ویسا تو میں جانتی نہیں، مجھے اُن سے کیا، وہ جب چاہے جائیں، میرا جی آپ بُرا ہو رہا ہے، رات سے مجھے چار تو دست آچکے ہیں اور دو قئیں ہوئیں اور اب بھی پیٹ میں چبھن ہے۔ یہاں میری خبر لینے والا کون ہے، کسی نے الٹ کر دوائی

ٹھنڈائی کی بھی خبر نہ لی، تو کیا میں مر جاؤں؟

ساس۔ خیر خیر مانگو! کیسی بُری فال نکالتی ہو، مریں تمہارے دشمن، تم نے ذرا خبر تو کی ہوتی، لو میں ابھی عرقِ گلاب اور سونف منگوا کر ٹھنڈائی بناتی ہوں، وہ بات ہی کون سی ہے، گھبرانے کی کچھ بات نہیں، طبیعت ابھی صاف ہو جائے گی۔

بہو۔ میرے خبر کرنے کی کیا ضرورت تھی، تم کو نہیں سوجھتا کہ میں نے رات کو کھانا بھی نہیں کھایا۔

ساس۔ کھانا تو یوں بھی تم جم ہی جم کھاتی ہو۔ میں سمجھی کہ یوں ہی نہ کھایا ہوگا۔ مجھ نگوڑی کو کیا خبر کہ تمہارے دشمنوں کی طبیعت بدمزہ ہے۔ غرض ساس کے اصرار پر کچھ نیکی کے دم میں تھیں کہ بیٹھ گئیں، دو دن اور انھوں نے جوں توں کاٹے، نہ کسی سے بولیں نہ چالیں۔ تیسرے دن میاں اُدھر علی گڑھ سدھارے اور بیوی اِدھر ایک اُڑان میں اپنے میکے جا دھمکیں۔

پندرہویں فصل۔ پہلی عید پر سنجیدہ کا منجھلی نند کے کارن شوہر سے لڑنا

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی ؛ آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
چاہیئے پیغام بر دونوں طرف ؛ لُطف کیا جب دو بدو ہونے لگی

دو مہینے کے بعد عید پر پھر انوار دہلی آیا۔ ہمیں خبر نہیں کہ دو مہینے تک دُلہن نے سُسرال کا پھیرا کیا یا نہیں، ہاں۔ مگر اب تو سُسرال میں موجود تھیں۔ بڑی نند تو اُس دن سے آئی نہیں مگر منجھلی آئی ہوئی تھی۔ عید پر کوئی دو دن پہلے انوار بیوی کے لئے لاہور کی دریائی کا پاجامہ اور ڈھاکے پاٹن کا دوپٹہ اور کرتے کے لئے لکھنؤ کی چکن لایا اور ساتھ ہی منجھلی اور چھوٹی بہن کے لئے بھی ایک ایک پاجامے کا ٹکڑا لایا۔

اتفاقاً وہ سب ایک ہی پوٹلی میں بندھے ہوئے تھے۔ خوشی خوشی پوٹلی بیوی کے سامنے رکھ دی۔ اوّل تو اُنھوں نے دیکھی ہی نہیں کہ ہی کیا بلا، جب دولھا نے مُنہ پھوڑ کر کہا کہ میں عید کے لئے تمہارے واسطے کپڑے لایا ہوں، ذرا دیکھو تو سہی۔ تب کہیں وہ ذرا کی ذرا پلٹیں، مگر پھر بھی نہایت بے اعتنائی سے ناک بھوں چڑھا کر وہ پٹلیا اس طرح کھولی جیسے سپیرا سانپ کی پٹاری سنبھل سنبھل کے کھولتا ہی کہ کہیں ناگ پھنپھنا کے ڈس نہ لے۔ پوٹلی کیا تھی گویا اُس میں سانپ بچھو بھرے تھے۔ خیر بادلِ ناخواستہ اُنھوں نے ترچھے ہی بیٹھے بیٹھے ایک کوری نگاہ سے دیکھا اور اوپر ہی سے ایک چٹکی سے ایک ٹکڑا ذرا اُچھ دیکھا کچھ نہیں، مگر کچھ بولیں نہیں کہ اچھے ہیں یا بُرے۔ ان کی جو شامت آئے تو اُنھوں نے کہا کہ اِس میں ایک ایک ٹکڑا منجھلی آپا اور چھٹکن کے پاجامے کا بھی ہی۔ یہ سُننا تھا کہ مزاج کا ٹمپریچر (حرارتِ غریزی) ایک دم بلڈ ہیٹ (یعنی گرمی کا سب سے بڑھا ہوا درجہ۔ جو حرارتِ دموی کہلاتا ہی) پر جا پونہچا۔

دُلہن۔ میں تو سمجھی تھی کہ میرے لئے کپڑے لائے ہو، جب اِس میں تمہاری بہنوں کا کپڑا بھی تھا تو تمہیں یہاں لانا کیا ضرور تھا، وہیں کیوں نہ لے گئے۔ اس خواہ مخواہ کی چھیڑ خانی سے کیا فائدہ؟

دولھا۔ اِس میں چھیڑ خانی کی کیا بات ہی؟ اجی! تم صرف نیچے کے دو ٹکڑے الگ کردو، میں اُن کو دے دوں گا، باقی تین ٹکڑے تمہارے ہیں، وہ جو سبز رنگ کی دریائی ہی وہ تمہارا پاجامہ ہی اور اودے اور لال رنگ کے ٹکڑے اُن دونوں کے ہیں۔

دُلہن۔ میری سمجھ میں یہ تمہاری تقسیم وقسیم کا حساب نہیں آتا کہ یہ اُن کو دو وہ تم لو، چہ خوش۔ میری طرف سے تم سب ہی لے جاؤ اور اُن کو دے دو، میرا کیا ہی، کہیں وہ خوش ہو جائیں۔ میرے پاس خدا کے دیئے بہت سے کپڑے ایک سے ایک چڑھ کر ہیں،

اِس موئی دربائی کی بھی کوئی حقیقت ہی، یہ بھی کوئی پہناوا ہی گنواریوں کا، تم اُن کو دو جن کو جتر کتا نہیں۔

دولھا- بھلا یہ بھی کوئی بات ہی کہ سیدھی بات کو بھی تم توڑ مروڑ کر اُلٹی کر دیتی ہو۔

دُلھن- ہاں ہاں! میری تو ساری ہی باتیں تم کو اُلٹی لگتی ہیں، اور اماّ بھینا کی باتیں سب سیدھی، وہ چاہے جو کچھ ظلم توڑیں سب روا، اُن کو بارہ خون معاف اور ہم کو مُنہ سے بھاپ نکالنے کا بھی حکم نہیں- ایک تمہاری اماں دوسرے تمہاری بہنیں جو ہیں سو یہ، میں بے چاری کس شمار قطار میں- تین میں نہ تیرہ میں سُتلی کی گرہ میں- میرا اُن کا کیا ساجھا اور کیا باٹیا- نوج میں کسی کے صدقے سِلے کا کپڑا پہنوں- اپنی ایڑی جوتی پر سے اُن کو وار کے پھینکوں-

دولھا- لاحول ولاقوۃ، تمہاری بھی عجیب اوندھی مت ہی، بال کی کھال نکالتی ہو۔ ہَوا سے لڑتی ہو۔

دُلھن- لاحول پڑھو شیطان پر، میں کوئی شیطان تھوڑی ہوں۔ اور مت کی جو کہو میری مت اوندھی نہ ہوتی تو تمہارے ہاں تقدیر کیوں پھوٹتی، لڑائی بھڑائی سے میں خود کوسوں بھاگتی ہوں، تم خود تو لڑائی کی بات نکالتے ہو اور زبردستی مجھ پر ڈال دیتے ہو۔

دولھا- اجی میں نے تو خدا کی قسم جو کوئی لڑائی کی بات بھی کی ہو۔

دُلھن- بس جھوٹی قسمیں میرے سامنے مت کھایا کرو، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں، اور کیا لڑائی کے سر پر کچھ سینگ ہوتے ہیں- تم کو چاہیئے تھا کہ میرے حِصّے کا جو کچھ بھی ہوتا تھوڑا یا بہت الگ لاتے اور اپنی چہیتیوں کا الگ-

دولھا- اچھّا تو اب الگ کر دو نا اِس میں ایسی کون سی مشکل ہو-

دُلھن- ہاں تمہارے نزدیک مشکل ہی نہیں، اب مجھے یہ ساجھے کی ہنڈیا ایک آن نہیں بھاتی،

میں کیوں کسی کے صدقے میں پہننے اوڑھنے لگی، چاہے دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے، میں تو اِس کپڑے کا پاجامہ وجامہ بناتی بنواتی نہیں۔ تم شوق سے ساری کی ساری گٹھڑی اُٹھالے جاؤ اور یہ بھی میری طرف سے اُنہیں کو دے دو۔ کہیں اُن کے کلیجے میں ٹھنڈک تو پڑے۔ میں برابر دیکھ رہی ہوں کہ اوّل تو تم کبھی کوئی چیز میرے لئے لاتے ہی نہیں، اور جو کبھی کبھار میرے تقاضے پر لائے بھی تو وہ دیکھ کر جل بُھن جاتی ہیں، موئی نندیں نہ ہوئیں بلائے جان ہوئیں، میری تقدیر کی سوکنیں ہوئیں! وہ بھی ایک ہو تو خیر بھئی کوئی صبر بھی کرے، خدا کا غضب تین تین۔ جب دیکھو میکے میں گھُسی ہوئی ہیں اور ہمارے میکے جانے پر اعتراض۔ یہ مہینوں رہیں تو آنکھوں سُکھ کلیجے ٹھنڈک اور میں ایک دن کو بھی چلی جاؤں تو پٹیک پیا پڑ جائے یہ آئے دن کی دانتا کلکل تو مجھ بدنصیب کے دم کے ساتھ ہے، یہ بغلی گھونسے مجھے جینے تھوڑی دیں گے، یہ پاپ تو جب ہی کٹے گا کہ جب میں مروں گی۔ سو اللہ میاں نے میری رسّی کچھ ایسی دراز کر دی ہے کہ مجھے موت بھی تو نہیں آتی۔ خدا کرے مجھے اگلی عید دیکھنی نصیب نہ ہو۔

انوار الحق اگر ذرا بھی بولتا تو عید وبید جا کر محرّم بن جاتا۔ دُم دبا کر چلتا بنا۔ پوٹلی وہیں کی وہیں رہی، نہ اِن کے کپڑے بنے نہ اُن کے۔ منجھلی بہن کے کان بہرے تھوڑی تھے، نہ دُلہن آہستہ آہستہ کہہ رہی تھیں۔ آہستہ بولے وہ جسے کسی کا ڈر ہو، تو وہ تو ایسی بنکار رہی تھیں کہ دروازے کے باہر آواز جا رہی تھی، جب اُس نے سب کچھ سُن لیا تو کہا۔ بھائی، تم نے تو غضب ہی کیا کہ میرے کارن برس کے برس دن مفت کی لڑائی مول لی۔ ناحق تم ہمارے پاجاموں کا ٹکڑا لا کر گنہگار بن گئے۔ جب تم کو اُن کی عادت معلوم ہے تو پھر ایسی بات ہی کیوں کرو جس میں رنج بڑھے" اتنا کہنا تھا کہ آندھی کی طرح دُلہن کمرے کے باہر نکل آئیں اور پوٹلی کھول سارے کپڑوں کو

جھر جھر پھاڑ دھجیاں بکھیر دیں کہا کہ "لو اب تو ٹھنڈک پڑی نا"۔ یہ کہہ کر کھڑی پڑی پیٹنے لگیں اور رونا تو اُن کا ایسا چلتا ہوا نسخہ تھا کہ بات بات پر جھڑی لگ جاتی تھی۔ غرض رو رو کر آنکھیں اُٹھا لیں۔ منجھلی نند نے دم نہ مارا کہ بات اور بڑھے گی، ورنہ وہ بھی کچھ کم کلّے دراز نہ تھی۔ مگر خدا بُرے سے پالا نہ ڈالے، ان حضرت سے سب ہی تو ڈرتے تھے۔ اس طرح منجھلی نند سے بھی بگاڑ ہو گیا، اور تینوں نندوں کو باری باری سے اُنھوں نے کنوئیں جھکا دیئے اور ایسا کفر توڑا کہ یاد کریں گی۔ اب صرف ساس رہ گئیں جن کے بڑھاپے کا شاید کچھ لحاظ ہو گا، جواب تک بالواسطہ تو اُن پر یورش ہوتی رہتی لیکن شکر خدا کا کہ دو بدو کی ابھی نوبت نہیں آئی سو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، آج سے کل دُور نہیں۔ ایسی حالت میں بھلا کھانا کیا کھاتیں، لاکھ میاں نے سمجھایا، خوشامد کی، بگڑا بھی مگر ایک "نا" جو مُنہ سے نکل گئی پھر کیا مجال کہ اُس میں فرق آجائے۔ لیکن کھانا ہی ایک ایسی چیز ہے جو کسی سے چھوٹتی نہیں۔ دوسرے دن پھر مزے سے کھانے لگیں مگر دل میں غبار بھرا ہوا تھا۔ تیسرے دن عید تھی اور ایسے لوگ ایسے ہی مواقع لڑائی جھگڑے کے واسطے تاک کر لگائے رکھتے ہیں۔ ساس سمجھیں کہ بس ہو ہوا گیا۔ صبح سویرے دودھ سوئیوں کی طیّاری شروع ہوئی، مرد نہا دھو عید گاہ جانے کی تیاری کرنے لگے، لیکن دُلہن کے کمرے کے کواڑ آج بند ہی ہیں، ابھی تک کھلے بھی نہیں۔ آٹھ بج گئے اور وہاں ذرا بھی ہل چل نہیں۔ چوڑی والی بچاری صبح سویرے سے چوڑیاں لے کر بیٹھی ہے کہ دُلہن بیگم پہلے پہن لیں تو پھر کوئی اور پہنے ورنہ لڑائی کے لئے اچھا خاصا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ آخر ساس نے دروازوں پر دھپ دھپ کی۔ پہلے تو کچھ جواب ہی نہ ملا کوئی دس منٹ کے بعد بہو صاحب نے چٹخنی کھولی، تب کہیں ساس کی مشکل آسان ہوئی۔ سلام بلام بالائے طاق۔ ساس نے ہی پہل کی اور کہا "بوا بہو کیا اب

تک تم سو رہی تھیں۔ شاید آج سویرے آنکھ نہیں کھُلی" (جواب ندارد) "اے دلہن! برس کے برس دن تو تم خدا کے واسطے سوگ نہ پھیلاؤ، مجھے وہم آتا ہے۔ شاید پرسوں کی بات تمہارے دل میں کھٹک رہی ہے۔ توبہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی، تم کو جو کہنا تھا تم کہہ چکیں، اُن کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکے، اب باقی کیا رہا، چلو غصّہ حرام ہے غصّے کو تھوک ڈالو، اُٹھو جلدی نہا لو، غسل خانے میں پانی طیار ہے، چوڑیاں پہنو، چوڑی والی صبح سے تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے کہ پہلے تم چوڑیاں پہن لو تو پھر اور سب پہنیں۔ کنگھی چوٹی کرو، کپڑے بدلو، اے لو تم نے ابھی تک مہندی بھی نہیں لگائی۔ سفید سفید ہاتھ کیسے بُرے لگ رہے ہیں۔ میں سمجھی رات کو ہی لگالی ہوگی، خیر کیا مضائقہ ہے، اب بھی لگا سکتی ہو فریدآباد کی مہندی گندھی رکھّی ہے، ایک گھنٹے میں رچ جائے گی۔ اتنے تم چوڑیاں پہنو، میں مہندی لائی"۔

بہو۔ (کچھ بھرّائی ہوئی آواز سے) مجھے نزلہ ہو رہا ہے، مہندی میں نہیں لگاتی اور نہ میں نہاؤں۔ چوڑیاں میری بس اچھی خاصی ہیں، میں اور پہن کر کیا کروں گی۔ رہے کپڑے، بس یہی اچھے خاصے ہیں، میرے لئے کون سات درز جوڑا رکھا ہے جو بدلوں۔

ساس نے بہت کچھ دل ہاتھ میں لینا چاہا مگر وہ ہے کہ مُنہ ہی نہیں لگاتی، آخر بڑی بی اپنا سا مُنہ لے کر چلی گئیں۔ غرض پہلی عید کو اس ہٹیلی اور ضدّن نے یوں کِرکِرا کر دیا۔ عیدگاہ سے واپس آکر انوار نے دُلہن کو دیکھا تو مُنہ پہاڑ سر جھنکاڑ، سمجھ گیا کہ لڑنے پر تُلی بیٹھی ہے۔ بولا نہ چالا باہر ملنے ملانے چلا گیا۔ یہ تیسرے پہر اپنے میکے تشریف لے گئیں اور انوار صبح کو علی گڑھ۔

سولھویں فصل چھمّو اور چمیا سہیلیوں کا بی حجّن کو لا کر سنجیدہ کو لٹوانا

نہ غیروں کی وساطت ہے نہ اوروں کی شکایت ہو، یہ ہیں آپس کی باتیں راز داں اُنکے ہمیں تم ہوں
لڑکے کو علی گڈھ سدھارے خیر سے تیسرا مہینہ لگ گیا تھا اور دُلہن بھی جب ہی کی میکے گئی ہوئی تھیں۔ بڑی بی (ساس) نے کہا کہ یہ کیا بات ہو اب کے تو دُلہن نے بڑی لمبی تانی کہ بُلانے پر بھی نہ آئیں، اب کے تو وہ کچھ ایسی بگڑ کر گئی ہیں کہ خدا ہی کرے گا جو آئیں۔ آخر بڑی بی نے ماما کو سمدھن کے پاس یہ کہلا کے بھجوایا کہ میرا دل دُلہن کو دیکھنے کو بہت چاہتا ہو، جب میں نے بلوایا کچھ نہ کچھ عذر کر دیا، اب تو جا کر بھی تیسرا مہینہ ہو۔ دو چار دن کے لئے ہی ضرور بھجوا دو۔ رضیہ بیگم ماشاء اللہ ایک سمجھ دار عورت تھیں، لڑکی کے حیلے حوالے کچھ نہ سُنے اور اُسی دن بھیج دیا۔ دُلہن جانے چلی تو گئیں مگر وہی ماش کے آٹے کی طرح اینٹھی ہوئی، سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی، مگر پھر بھی بہو کو دیکھتے ہی، ساس کا دل شاد شاد ہو گیا، باچھیں کھل گئیں، بہتیری للّو پتّو میں لگی رہیں، بہتیری اللہ آمین منائی مگر وہ تھیں کہ کسی طرح سامان ہی میں نہ آتی تھی۔ جوں جوں خاطر مدارات ہوتی جاتی تھی اُن کا دماغ فلکِ ہفتم پر چڑھتا جاتا تھا۔ یہ اپنے دل میں سمجھتی تھی کہ میں ہوں ہی کچھ انوکھی چیز، کوئی بات خاطر تلے ہی نہ آتی تھی، جب دیکھو مُنہ بنا ہوا، اپنے کمرے میں بند، نہ کسی سے بات نہ چیت، نہ کسی کے اچھّے کی خبر نہ بُرے کی، اس طرح تو اچھا خاصا آدمی بھی باولا ہو جائے۔ سرکار بھی مجرم کو ایک ہفتے سے زیادہ قیدِ تنہائی میں نہیں رکھتی اور اس نے زبردستی کی تنہائی اپنے سر مول لی تھی۔ سب سے الگ تھلگ، جب دیکھو مُنہ لپیٹے پڑی ہیں۔ ہمیں حیرت ہو کہ اس کا دن کیسے کٹتا ہو گا لکھنے پڑھنے کا اسے شوق نہیں، کتاب کبھی دیکھتی نہیں، سوئی کبھی ہاتھ میں پکڑتی

نہیں، پھر خدا جانے کیا کیا کرتی تھی، جب ہی تو اس کو دن پہاڑ اور رات اجیرن ہو جاتی تھی اور دل سے ہیٹھی باتیں کیا کرتی تھی۔ ہم مدّت سے اس کوشش میں تھے کہ آخر اس بھگوڑے پن اور اس رُکھائی کا سبب کیا تھا کہ چھٹی میکے، چھُٹی میکے، اور وہاں دیکھو تو اچھی خاصی طرح ہنسنا بولنا ٹھٹّا مذاق جو دُنیا جہان کا قاعدہ ہے سب ہی کچھ تھا۔ یہ تو سسرال ہی میں آکر شیطان سوار ہو جاتا تھا اور مُنہ کِل جاتا تھا۔ آخر کار بڑی کوشش سے پتہ چلا کہ کنوار پتے کی دو تین سہیلیوں کی یاد انہیں گُدگُداتی تھی۔ سسرال میں نہ یہ انہیں آزادی سے بلا سکتی تھی، نہ وہ ہر وقت جاسکتی تھیں، اور وہ سہیلیاں بھی اگر معقول اور سمجھ دار ہوتیں تو کیا مضائقہ تھا، شوق سے آجا سکتی تھیں، منع کرنے والا کون تھا مگر وہ تو آوے کا آوا ہی اوندھا تھا، کوئی سقنی تھی تو کوئی چوڑی چماری، کوئی کُنجڑن، کوئی تنبولن، تو کوئی دھوبن۔ حتّٰی کہ حلال خوری کی نواسی بھی آپ کی مشیر خاص تھی۔ اور اِن میں ہیڈ سہیلی پسنہاری کی لڑکی جھمّو اور حلال خوری کی نواسی جُمبیا تھیں جو مقدمۃ الجیش کا کام دیتی تھیں۔ انھیں کے ہاتھ میں ان کی کُنجی تھی۔ ماں بہت روکتی ٹوکتی رہتی تھی۔ کئی بار انہیں سہیلیوں پر ماں سے لڑائی بھی ہوئی لیکن سنجیدہ نے مِلنا نہ چھوڑا پر نہ چھوڑا۔ شادی کے بعد سے بادی کی طرح یہ سب چھنٹ گئیں لیکن صرف جھمّو اور جُمبیا رہ گئیں، اُن سے ایسی گاڑھی چھنی تھی کہ وہ سسرال تک کی خبر لیتی تھیں۔ میکے سے برابر عورتوں کے آنے جانے کا تانتا لگا ہی رہتا تھا، سسرال میں بھی روک ٹوک نہ تھی، شوق سے آئیں منع کون کرتا تھا۔ ساس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ بنائے فساد یہی دونوں بدذاتیں ہیں ورنہ وہ روک ٹوک بھی کرتیں مگر ان کی آمد و رفت کو بند کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ ناخن سے گوشت جُدا کرنا اور تن سے روح کا نکلنا آسان تھا اور ان اُڑلگنیوں کا چھُٹنا مُشکل۔

سنجیدہ نے اب بیاہے بعد کچھ نیا رنگ نکالا تھا جس سے دیکھو میاں کی شکایت ساس کی برائی، نندوں کی نفرینیاں۔ بس جب دیکھو اسی کی دُھن لگی ہوئی تھی۔ دیوانہ ہوئے بس است، اور اس بات کی متلاشی تھی کہ کوئی ایسا گنڈا تعویذ کردے کہ میاں پاؤں کی خاک ہوجائے، اور ساس کی زبان کِل جائے، اور نندیں گھر سے دور دفان ہوجائیں۔ سو نندوں کی تو ان کی زبان قینچی نے پہلے ہی قطع دُبرید کردی تھی اب ضرورت کسی اور تدبیر کی باقی نہ رہی تھی۔ البتہ میاں اور ساس ابھی پوری طرح قابو میں نہ آئے تھے۔ جھمّو اور جُمیا دونوں بیاہی ہوئی پر کالۂ آتش تھیں جن کی گز گز بھر کی زبان تھی۔ جھمّو تو برس کے اندر ہی اندر میاں کو چھوڑ چھاڑ طلاق لے لوا اپنے گھر آن بیٹھی تھی۔ جُمیا کے شوہر نے طلاق تو نہ دی تھی مگر اُدھر میں لٹکا رکھا تھا، نہ خود آتا تھا نہ اُسے بلاتا تھا۔ پھر جب ایسی ناہموار سہیلیوں سے دانت کاٹی روٹی ہو تو تقدیر کیوں نہ کھوٹی ہو۔ یہی دونوں رازدار اور ہمدرد تھیں۔ میاں کا دکھڑا اور ساس کا پٹینا انہیں کے آگے رویا جاتا تھا اور یہ اپنی اپنی بساط کے موافق صلاح ومشورے کا نتیجہ تھا جو اس شدومد سے ظاہر ہوا، ورنہ سنجیدہ سچ پوچھیے تو اپنی ذات سے ایسی بُری نہ تھی، بہکانے میں تو اچھے اچھے آجاتے ہیں، اور یہ تو لڑکی تھی۔ آدمی کا شیطان تو آدمی ہی ہوتا ہے۔ اسی واسطے تو کہتے ہیں کہ بُری اور رذیل صحبت سے بچو۔ سنجیدہ کدھر بھٹک رہی ہے۔ کہاں کی جھمّو اور کدھر کی جُمیا۔ کالی بھلی نہ سفید دونوں کو مارو ایک ہی کھینت۔ اچی مثل مشہور ہے پیشِ حکیم مرو پیشِ تجربہ کار برو۔ ہم سے پوچھنے میں کیا تامل ہے؟ ہمارا نسخہ بہت آسان اور اکسیر کا حکم رکھتا ہے بلکہ وہ کوئی سچ مچ کا نسخہ بھی نہیں، بس ایک ٹٹکلا ہے جس میں دوا دوش کی ضرورت ہے نہ روپے پیسے کا صرفہ کرکے دیکھو اگر تمہارا میاں زن مُرید نہ ہوجائے تو جو چور کی سزا وہ ہماری۔ اور وہ یہ ہے۔ ع

ٹوناٹوٹکاا وری سکھی بھول نہ کیجے کوئے ٭ آسا اپنے پی کی کیجے جو آپ بس ہوئے

جھمّو اور جُمیا آانہیں دونوں کو تلملی لگی ہوئی تھی کہ فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست۔ کہیں سے گھیر گھار کر ایک حجّن کو لائیں۔ وہ دُنیا بھر کی حرافہ حج وج تو خاک بھی نہیں کیا، صرف لمبا کُرتہ اور ہاتھ میں تسبیح ضرور تھی جس پر وہ "تسبیح پھیروں سٹّر کو گھیروں" پڑھا کرتی تھی، اور اس کا بس یہی کام تھا کہ بیوقوف عورتوں کو دامِ فریب میں لا کر سر مونڈا کرتی تھی۔ بی حجّن کا قدم آیا اور بی جھمّو نے لاکر ملا یا۔ بہت کچھ تعریف کے "بڑھاوے چڑھاوے دیئے کہ یہ ایسی اور یہ ویسی، پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند حجّن ساری داستان جھمّو کی زبانی سُن چُکی تھی، اور وہ اپنا پلان (کیا کرنے والی ہے) بھی دل میں ٹھیرا چکی تھی، اب اُس کے دُہرانے کی کیا ضرورت بسنجیدہ کس بات کی طالب تھی آپ بھی جانتی ہیں اور ہم بھی، اُس کی صورتِ سوال اور طرزِ عمل شاہر حال تھا بلا تمہیدِ مزید حجّن نے کہا کہ "اے لو یہ کون سی بڑی بات ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ (جاہل عورتیں یوں ہی بولتی ہیں) کان پکڑ کر کہتی ہوں خدا کے حکم سے اور اُس کے رسولِ مقبول کے طفیل سے اور خانۂ کعبہ کی برکت سے تمہارے میاں کو تو میں منٹوں میں ایسا کردوں گی کہ کان پکڑ کے اُٹھاؤ بٹھاؤ۔ رہی تمہاری ساس، وہ بڑھا جن ہے۔ اُس کا قابو میں آنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہی مگر میں ایسا چلا کھینچوں گی اور ماں بیٹوں میں ایسی جلتوائی ڈلوادوں گی کہ بیٹا ماں کی صورت سے بیزار ہو جائے بلکہ اس کا حکم ہوا (آسمان کی طرف اشارہ کرکے) تو چٹیا پکڑ کر گھر سے نکال دے تو بھی اور اگر یہ نہ ہوا بندہ بشر ہے، تو تم دیکھ لینا کہ کیا مجال جو اسے وہ تمہارے نام کو بھی آئے، میں اُسکے نام کا قفل پڑھوا کر اندھے کنوئیں میں ڈلوادوں گی، بس اُس کا مُنہ ہی تو کیلا جائیگا۔ اب رہ گئیں نندیں (کچھ سوچ کر) اُن کا بندوبست کچھ بڑی بات نہیں، چُٹکی بجاتے میں ہو جائے گا۔ میں تمہیں تعویذ لادوں گی، اُسے کہیں چوکھٹ میں ایسی

جگہ گاڑ دینا کہ اُن کا پاؤں اُس پر ایک دفعہ بھی تو پڑ جائے، پھر دیکھنا کیا مزہ آتا ہے، وہ آپس ہی میں کٹ مریں گی۔"

حجن کی اِس مکمل تقریر سے بھولی بھالی سنجیدہ لوٹ ہوگئی اور سمجھی کہ بس خاطر خواہ کام بن گیا اور حجن سے گڑ گڑا کر کہا کہ "اچھی بی حجن اگر تم خدا واسطے ایسی تدبیر کر دو گی تو میں تمہاری بن داموں کی لونڈی بن جاؤں گی، اور خدا نے چاہا تو تمہیں خوش کر دونگی، مگر خبردار، دیوار ہم گوش دارد، کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، حتّٰی کہ میری اماں جان کے کان میں بھی اِس کی بھنک نہ پہونچے، ورنہ وہ قیامت توڑ ماریں گی۔"

حجن۔ نہیں نہیں تم اطمینان رکھو بھلا ایسی باتیں کسی سے کہنے کے قابل ہوتی ہیں، اور ایسی ہی میں پیٹ کی ہلکی ہوتی تو میرا گزارا تو تم امیروں میں خدا سلامت رکھے میری سرکاروں کو، ایک دم نہ ہوتا۔ ابھی لو میں نے نواب صفدر جنگ کی لڑکی کے واسطے گنڈا تعویذ کروایا، جس کے میاں نے اُسے میکے میں کئی برس سے بٹھا دیا تھا اُلٹ کے بات بھی نہ پوچھتا تھا اور یا یہ ہوا کہ چلّا بھی پورا نہ ہونے پایا کہ میاں سر کے بل آکر بیوی کی ہزار منت خوشامد، عذر معذرت کر کے لے گئے۔ مگر یہ باتیں کچھ آناً فاناً تو ہوتی نہیں، دیر ضرور لگتی ہے اور دیر کے ساتھ خرچ بھی بہت ہے۔

سنجیدہ۔ (کچھ سوچ کے) آخر کیا خرچ ہوگا معلوم تو ہو، کتنے روپے اور کتنے دن لگیں گے؟

حجن۔ اے یہی کوئی ایک چلّا اور کیا کوئی برس دو برس، رہا خرچ، وہ تمہاری حیثیت پر موقوف ہے، جتنا بھی دو اِس کام کے لئے تھوڑا ہی ہے، جتنا گڑ ڈالو گی اُتنا ہی میٹھا ہوگا، اور بیوی بنّو سوچو تو کہ جس کا اُجڑا ہوا گھر بسے گا وہ تو اپنی کھال بھی اُتار کر دیدے گا لیکن میں خود یہ نہیں چاہتی کہ کسی کو مونڈوں یا مسوسوں، میرا یہ کام نہیں نہ میں کہیں آؤں جاؤں۔ تمہاری سہیلیوں نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ اور

میری دہلیز کی مٹی لے ڈالی اور زبردستی کھسیٹ لائی ہیں، میں نے بھی خدا واسطے
اس کارِ خیر میں ہاتھ ڈالا کہ ثواب کا کام ہے، کام بنتا ہے تیرا میرا بگڑتا کیا ہے۔

سنجیدہ۔ اچھا تو صاف صاف کہو نا کہ کیا دینا دلانا ہوگا؟

حجن۔ اے ہوگا کیا۔ یہی کوئی سَو دو سَو اور کیا ہزار پانسو۔ کچھ مجھے آگے دے کے تمہیں لٹوانا تھوڑی ہے۔ مجھے تو ایک کوڑی بھی اس میں سے رکھنی حرام ہے، یہ تو صرف نذر نیاز کا ہے۔ خدا وہ دن لائے کہ جب بامُراد تم اپنے میاں کے گھر میں آباد ہو، اور تمہاری ساس چڑیل کا مُنہ کالا ہو جائے، تو جو تم اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر مجھے دیدو گی وہ تو بے مجھے حلال ورنہ یوں تو مجھے ایک کوڑی بھی حرام ہے۔

سنجیدہ دو سو کا نام سُن کر ذرا سوچ میں گئی کہ اتنے بہت سے روپے کہاں سے آئیں گے، دس پانچ کی بات ہو تو خیر کہیں سے بھی دے دیتی۔

حجن سمجھ گئی کہ مچھلی گوندا نگل گئی ہے اب مارلیا۔

حجن۔ اچھا بی لو تو میں جاؤں، مجھے تو کام بہت ہے، ایک دم کو چھٹکارا نہیں۔ پتھر پڑیں میری بھول پر آج میں نے نواب بیگم کے ہاں جانے کا وعدہ کیا تھا، وہ کئی کئی دن سے بُلا رہی تھیں، اُن کے بچے کو کچھ اوپری خلل ہو گیا ہے، جاؤں اور اُس پر دم کر آؤں۔

سنجیدہ۔ لے ذرا تو بیٹھو چلی جانا، ایسی بھی کیا بھاگڑ پڑی ہے۔

حجن۔ نا بیٹا، مجھے اِس وقت تو جانے ہی دو، بیگم صاحب انتظار کر رہی ہوں گی، کہہ رہی ہوں گی کہ وعدہ کر کے نہیں آئی۔

سنجیدہ۔ اچھا تو کب آؤ گی؟

حجن۔ (شوق بڑھانے کو) لو میرا آنا ایسا کیا آسان ہے، میری اکیلی جان کے پیچھے سینکڑوں کام لگے پڑے ہیں، سر کھُجانے کی مہلت نہیں، دیکھو کسی وقت آؤں گی۔

سنجیدہ۔ اچھی خدا کے واسطے جلدی پھیرا کرنا۔

حجن پن گٹی میں پان کوٹ بہت سی چھالیا ڈال چٹکی بھر زردہ پھکس کلّے میں پان ٹھونس برقعہ سنبھال یہ جا وہ جا۔

سنجیدہ کو اب کم سے کم سو روپے فراہم کرنے کی نئی فکر لگی۔ کس کو راز دار بنائے۔ کون ایسا ہی جو بھر مٹھی روپیہ پکڑا دے گا۔ اماں سے مانگوں ہونی نہیں کہ وہ دیں اور کوئی نظر آتا نہیں، پھر آخر کیا کروں، یہ کام تو مجھے کسی حال بھی کرنا ہی ہے ایسا کیوں نہ کروں کہ جھمّو کی معرفت اپنی جھلنیاں گروی ڈلوا دوں، کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو گی۔ جب اللہ میرے دن پھیرے گا اور ساس کا منہ کالا ہو جائے گا تو پھر سارا گھر بار میرے ہی ہاتھ میں ہو گا، خرچ برچ میں اٹھاؤں گی، ان کا چھڑا لینا کیا مشکل ہی۔ یہ کہہ جھمّو کو بلا دو ڈھائی سو کی جھلنیاں نکال حوالے کیں کہ تو کہیں اپنیں سو روپے بدل گروی رکھوا دے۔

جھمّو۔ گروی گانٹھلے میں کیا جانوں، نا بیوی میرے سے یہ جوکھم کا کام نا ہو اور کل کلاں کو بات کھل جائے اور میں دھر لی جاؤں تو تم تو الگ نکس پر جو کھی ہو جاؤ گی، سامت (شامت) ہماری آوے گی۔

سنجیدہ۔ اری میں بتاؤں، سیدھی چاندنی چوک چلی جا اور گھنٹہ گھر کے پاس بہت سے صرّاف بیٹھتے ہیں جو گروی گانٹھے ہی کا بنج بیوپار کرتے ہیں، وہاں کسی کے ہاں بھی رکھوا دیجو، ایسا کون سا بڑا کام ہے جو تیرا دم نکلا جاتا ہی، تیرے اسی ڈرپوک پنے نے میاں سے طلاق دلوائی اور رہا بات کا کھل جانا، جو تی سے کھل جائے، میں تو موجود ہوں نا، بھلا کسی کی کیا مجال ہی جو تجھے آدھی بات بھی کہہ سکے اور ہاتھ لگانا تو بڑی بات ہی، میں اپنا لہو پانی ایک کر دوں۔

جھمّو دنیا بھر کی چھٹی بدمعاش چلتی پرزہ، جھلنیاں لے صرّافے میں جا پہنچی اور

سو روپے میں گروی رکھ، پچیس تو خود لئے اور پچھتّر لالا ان کے حوالے کئے۔

سنجیدہ۔ (دیکھتے ہی) آگئی ؟

جھمّو۔ ہاں آگئی۔ اور بند کی پندرہ روپیوں کی پوٹلی ان کے ہاتھ میں دی۔ بارے انہیں اتنی عقل آگئی کہ اُسی کے سامنے گن لیا تو سو کی جگہ پچھتر نکلے۔

سنجیدہ۔ اور پچیس ؟

جھمّو۔ اے چھوٹی بیگم موئے صرّاف نے پچاس کی ہی آنکیں، کئی جنگوں میں نے دکھلائیں، جو دیکھو پچاس کا ہی مال بتلاوے ہی، تم تو کہو تھی کہ دو اڑھائی سو کا مال ہے، آکھر ایک بڑی کوٹھی میں گئی جو کسو مارواڑی کی ہی، چھنّامل والوں کی کوٹھی کے سامنے، وا نے بھی بڑا ہیل ہجّت کا ڈھی اور بہت مشکل سے پون سو روپے دیئے، میرے تو پھرتے پھرتے گوڈے بھی ٹوٹ گئے۔

سنجیدہ۔ اے واہ خوب، یہ بھی کوئی بات ہی، لو غضبِ خدا، میری جھلنیاں تو ابھی بالکل نئی کی نئی ہیں، میرے سسرے ہی نے تو ڈھائی سو روپے کی لے کے دی ہیں، خوب پچاس کی آنکیں! تجھے عورت ذات دیکھ کر موئے مارواڑی نے ڈرا لیا ہوگا، مارواڑیوں کی ذات بھی غضب کی چھل بٹے باز ہوتی ہی۔ خیر تجھے پیچنا تھوڑی ہیں، میں تو خدا نے چاہا تو پندرہ بیس ہی دن میں چھڑا لوں گی، اب رہی پچیس کی کمی، وہ میں کہیں نہ کہیں سے بھی پوری کر دوں گی۔

جھمّو کے ہاں اُس دن عید تھی، بھر مٹھی پچیس روپے کی نقدی ہاتھ لگی، خوب رَت جگا منایا، ڈھول پٹا گلگلے تلے۔ اُس دن سے بی جھجّن ایسی غائب ہوئیں کہ جیسے گدھے کے سر سے سینگ، کنوؤں میں بانس ڈلوا دیئے مگر اُن کا کہیں پتہ نہیں، اور سنجیدہ ہیں کہ جھمّو اور جمّیا کو بھیجتی ہیں کہ جس طرح بنے جھجّن کو ڈھونڈ کر لاؤ، جھجّن بارہ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے، اِس لئے ٹل گئی کہ ایک طرف تو اُس کی بے غرضی معلوم

ٹے اور دوسری طرف بیوی کا شوق بڑھے۔ ایک آدھ دفعہ ملی بھی تو یہ کہکر ٹال دیا کہ "تو چل میں آؤں گی، میں اُسی کام کی فکر میں لگی ہوئی ہوں" مگر نہ آئی۔ اتنے میں ان کا سُسرال جانا ہوگیا، اب وہاں یہ آزادی کہاں۔ لیکن عقل جب اندھی ہوتی ہی تو کچھ سوجھتا نہیں سُسرال جاتے جاتے جھمّو سے تاکید کرگئیں کہ حجّن کو وہیں لے آنا، اور اب کے کہیں مل جائے تو خبردار اُسے چھوڑیو نہیں، ایسے ہی کر آئیو۔ اس ڈھیل میں کچھ جھمّو کی بھی ملی بھگت تھی کہ جتنی دیر ہو اتنا ہی اچھا۔ حجّن نے جب جھمّو سے سُن لیا کہ اب معاملہ طیار ہی تو دونوں وقت ملتے آ پہنچیں۔ دُور سے دیکھتے ہی سنجیدہ نے دونوں کو اشارے سے اپنے کمرے میں بُلا لیا۔ یہ بھی نظر بچا کر داخل ہوگئیں، دیر تک صلاح و مشورہ ہوتا رہا، آخر کار حجّن نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ حضرت جنگی شاہ صاحب ہرے بھرے کی درگاہ میں رہتے ہیں۔ کوئی سو برس سے اوپر ہی اوپر کی عمر ہوگی، اُن کے پاس خلقت کا ایک ہجوم لگا رہتا ہی۔ کسی دن رات کے وخت (وقت) جا کر میں اُن سے تعویذ لے آؤں گی۔

سنجیدہ۔ اور تم اب تک گئی بھی نہیں، میں تو سمجھی تھی کہ تم نے سب کام ٹھیک ٹھاک کر لیا ہو گا۔

حجّن۔ اے کیا تم نے مُنہ کا نوالہ سمجھ لیا ہی، جلدی کام شیطان کا اور دھیرے کام رحمٰن کا۔ مجھے تو ہتیلی پر سرسوں جمانی آتی نہیں، میں تمہارے ہی کام میں لگی ہوئی تھی، کوئی بے کار تھوڑی بیٹھی تھی، ذکر تو میں نے تمہارا اُن سے چھیڑ ہی دیا ہی اور کان میں بات بھی ڈال دی ہی۔ حضرت سُن کر دیر تک مُراقبے میں گئے مگر ابھی کچھ فرمایا نہیں۔

سنجیدہ۔ اچھا تو بی جلدی کرو نا۔ تمہاری مساوات میں تو میرا بنا بنایا کام بگڑا جاتا ہے، اگر عود و گل کے لئے کچھ چاہیئے تو لیتی جاؤ۔

حجّن۔ ہاں چاہیئے کیوں نہیں۔ حضرت تو روپے پیسے کو چھوتے تک نہیں، جو آتا ہے

اِدھر یا اُدھر سے دلا دیا، مگر بالفعل بہت نہیں، صرف سو روپے دے دو تو کام چلتا ہو جائے، باقی پھر دیکھا جائے گا۔

سنجیدہ تو سو روپے کی پوٹلی پہلے ہی لئے بیٹھی تھی، خوشی خوشی حوالے کر دی۔ ججّن روپے ہنبیا دائیں بائیں دیکھتی بھالتی چلتی ہوئی۔

جھمّو نے راستے میں کہا "اور میرا حق؟"

ججّن۔ اری چڑیل! اس میں حق وق کا ہے کا، لے یہ دو روپے اور اپنے مُنہ کو جھلسا لگا۔ آگے جب کام بن جائے گا تو میں تجھے خوش کر دوں گی۔ مری کیوں جاتی ہے۔

جھمّو دو روپے لے اپنے لہنگے کے نیفے میں اُڑس یہ جا وہ جا۔ بی ججّن نے (خدا اُن کو غارت کرے) پھر کوئی دو ہفتے کا غوطہ لگایا، مگر چاٹ پڑ گئی تھی، بارے اب کے خود ہی تشریف لائیں۔ اتفاق سے سنجیدہ اس دفعہ بھی سسرال ہی میں تھی، وہاں جاتے یہ کنیاتی تھی مگر لالچ بُری بلا ہے جوں توں کر کے گئی سنجیدہ ججّن کے نام پر اُدھار کھائے بیٹھی تھی، دیکھتے ہی شاد شاد ہو گئی اور سمجھی کہ بس اب مشکل آسان ہو جائے گی۔ ججّن کچھ ایسی بوکھلائی ہوئی آئیں کہ کوئی آدھ گھنٹے تو اُن کے حواس درست نہیں ہوئے، جب ایک دو گلوریاں نگل چکیں اور برف کے ٹھنڈے پانی کے دو گلاس پیا پے چڑھا گئیں تب کہیں یوں مخاطب ہوئیں۔ "اس وقت میں ہندوراؤ کے باڑے سے چلی آ رہی ہوں، نگوڑی ٹرین (ٹرام) تو ملی نہیں اور پیدل مجھ سے اتنی دُور چلا نہیں جاتا، موئے اِکّے والوں کے دماغ کچھ ایسے چڑھے ہوئے ہیں کہ چار آنے اُس نے پہلے رکھوا لیئے جب آیا۔ گرمی اس بلا کی پڑ رہی ہے کہ میرا سر چکرا گیا، نوج اس چلچلاتی دھوپ میں کوئی نکلے، اللہ جانتا ہے یہ صرف تمہاری ہی خاطر تھی جو میں اس وقت نکلی ورنہ اس غضب کی دھوپ میں تو چیل بھی انڈا چھوڑ دیتی ہے۔ اوّل تو میں کسی سے وعدہ نہیں کرتی اور اگر زبان دے دی تو پھر جانو

پتھر کی لکیر ہوگئی۔ تمہارے ہی کام میں سرگرداں اور پریشان تھی، خدا خدا کرکے آج وہ کام بن گیا اور اللہ کے واری جاؤں کہ اُس نے مجھے تم سے سُرخ رو کیا، اللہ نے میری شرم رکھ لی، خدا جانتا ہے مجھے تمہاری کچھ ایسی محبت پڑ گئی ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تمہاری شکل شباہت میری لڑکی شُبراتن سے ملتی جلتی ہے، عین مین مجھے وہی شبیہ نظر آتی ہے۔ تم کو جب دیکھ لیتی ہوں میری مامتا ٹھنڈی ہو جاتی ہے ورنہ وہ بے چاری یہاں کہاں، سینکڑوں کوس دُور پردیس میں ہے۔ اسے اُس مُلک کا بھلا سا نام ہے، میری یاد پر پتھر پڑیں کیسی ستری بہتری ہو گئی ہوں، بہتیرا یاد کرتی ہوں اس وقت دھیان میں نہیں آتا۔

سنجیدہ (بے صبری سے بات کاٹ کر) اے بی تم مطلب کی بات کہو نا، میرے پیٹ میں تو چوہے دوڑ رہے ہیں۔

حجّن نے (بہت اطمینان سے) بٹوا کھولا اور اُس میں خدا جانے کیا کیا الا بلا بھری تھی، اُس میں سے ٹٹول کر دو تعویذ نکالے اور ایک تعویذ دے کر کہا کہ "بیٹی! جب اصل خیر سے تمہارے دولھا آئیں تو جمعرات کے دن اور تو چندی جمعرات ہو تو بہت ہی اچھا ہے، نہا دھو کے خوشبو لگا کر مغرب کی نماز کے بعد دو نفل شکرانے کے پڑھ کر بسم اللہ کرکے یہ تعویذ جس پر لکیر بنی ہوئی ہے اپنے داہنے بازو پر باندھ لینا، ہاں یہ تو میں کہنا ہی بھول گئی، پہلے تعویذ کو لوبان کی دُھونی دینا پھر اوپر سے موم لپیٹ کر موم جامے میں منڈھ کر پاک وصاف کپڑے کا غلاف چڑھا لینا جب باندھنا، اور یہ الائچیاں پڑھی ہوئی ہیں، میاں کو جب پان دینا دو دانے اس کے بھی ڈال دینا۔ اُس کے بعد ایک پوٹلی میں سے دو پڑے اور نکالے، ایک میں لوبان اور کالا دانہ ملا ہوا تھا، اُس کی دُھونی سوتے وقت روز برابر چالیس دن لینا، دیکھو ناغہ نہ ہو، اور دوسرے پڑے میں گندھک ہے، کرچھے میں آگ لے کر اس میں

کی چوتھائی اُس میں ڈال دینا، ٹھیک دوپہر کے وقت، اور اُس کے دھوئیں کا رُخ اپنی ساس کی طرف کردینا۔ یہ عمل منگل منگل برابر چار منگل کرنا، اور یہ جو دوسرا تعویذ ہے جس پر نیلا دھاگا لپٹا ہوا ہی یہ تمہاری نندوں کی خبر لے گا، جیسا میں پہلے تم سے کہہ چکی اسے کسی ایسی جگہ بالشت بھر زمین کھود کر گاڑنا کہ جہاں آتے جاتے اُن چڑیلوں کا پاؤں پڑے، پھر دیکھو اللہ کے کلام کا اثر اور قدرت کے تماشے ان شاء اللہ چلّا نہ پورا ہونے پائے گا کہ میاں تمہارے پاؤں دھو دھو کر پینے لگیں گے، اور جوں جوں یہ آگ جلے اور گندھک کا دھواں ہو گا بس اُسی طرح ماں بیٹوں میں جلتوائی پڑ جائے گی، اور نندیں تمہاری اِس گھر سے بے عزت ہو کر نکالی جائیں گی اور خدا نے چاہا تو آناً فاناً میں اُن کا کالا منہ نہ ہو جائے تو میرا نام حجّن نہیں، تو تم بھی کیا یاد کرو گی کہ کوئی حجّن ملی تھی، اور ہاں خوب یاد آیا حضرت پوچھ رہے تھے کہ تمہاری شادی کو کتنے برس ہوئے؟

سنجیدہ۔ (انگلیوں پر حساب لگا کر) رجب۔ شبرات (شبِ برات) شعبان رمضان، عید۔ خالی (ذی قعد) بکر ید (بقر عید) محرم۔ تیرہ تیزی (صفر) بارہ وفات۔ ربیع الاول، میراں جی (ربیع الثانی)، مدار (جمادی الاول)، خواجہ موئین دین (خواجہ معین الدین۔ جمادی الثانیہ) بارہ مہینے اور یہ چھ مہینے اُوپر۔ اس طرح ڈیڑھ برس ہوا۔

حجّن۔ اور بال بچّہ؟

سنجیدہ۔ (شرما کر) ابھی تو ہم ہی بچّے ہیں۔

حجّن۔ اللہ رکھو، بال بچّے کے تو یہی دن اور یہی عمر ہی۔

سنجیدہ۔ پھر کچھ اپنے بس کی بات ہی۔ یہ تو اللہ میاں کی دین ہی!

حجّن۔ بُزرگانِ دین کو تم نے کیا سمجھا ہی؟ اللہ والے تو مُردے میں جان ڈال دیں، یہ اُن کے آگے کون سی بڑی بات ہی، چُٹکی بجاتے میں یہ کام ہونا ہی۔ تمہیں کوکھ کا خلل

ہوگا، ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے ہوں گے؟

سنجیدہ۔ کوکھ کا خلل ولل تو میں جانتی نہیں، ہاں خواب برُے برُے ضرور دکھلائی دیتے ہیں۔

حجن۔ بس بس، معلوم ہوگیا، جب ہی تو میں کہوں کہ یا اللہ یہ کیا بات ہی جو اس قدر دیر لگی۔ ورنہ آج کل تو برس کے اندر ہی اندر جہاں دیکھو بال بچّہ ہوجاتا ہی، اور ہو نہ ہو یہی وجہ تمہارے میاں کی رُکاوٹ کی بھی ہوگی بیٹی!! اِس سے غافل ہرگز نہ رہنا، تمہاری اللہ آمین منانے والا کون ہی، تم خدا کا نام لے کے علاج تو شروع کرو۔ تمہارے دو چار نہان ہوجائیں، ایک گنڈا بندھ جائے، چالیس دن پڑھے ہوئے بادام کھالو، پھر تو تمہارے اتنے بچّے ہوں گے کہ تم گھبرا جاؤگی اور پال بھی نہ سکوگی۔ اگر تم نے ڈھیل ڈال دی اور ایک دفعہ دیر لگی تو پھر لگی۔ مردوں کا اعتبار نہیں، یہ تو طوطا چشم مشہور ہیں، ایسا نہ ہو تمہاری ساس میاں کو بھڑکا کر دوسرا نہ کرادیں اور تمہاری چھاتی پر مونگ دلنے کو سوکن لا بٹھائیں، تو پھر تم کدھر کی رہوگی، کسی کا بھی کچھ نہ جائے گا، بس تمہاری مٹّی خراب ہوجائے گی۔

سنجیدہ کی ابھی عمر ہی کیا تھی اور بیاہ ہی کو کے دن ہوئے تھے، اس طرف کا خیال بھی نہ تھا مگر بی حجن کی اِس کہن سے چوکنّا ضرور ہوگئی اور بی حجن نے بھی یہ شوشہ اِس غرض سے چھوڑا تھا کہ آیندہ بڑا ہاتھ مارنے کا موقع ملے، سو اس مُردار کا تیر کبھی خطا تھوڑی کرتا تھا، وہ ٹھیک نشانے پر لگا اور زخم بھی کاری ڈال دیا۔ جھمّو اور جُھمیا تو شاید کوئی دن خالی جاتا ہوگا جو ان کے ایک دو پھیرے نہ ہوتے ہوں۔ ان کے آنے جانے کی تو سب کو مساوات ہوگئی تھی کوئی خیال بھی نہ کرتا تھا لیکن یہ دو مرتبہ سے ایک تیسری عورت برقعے میں لپٹی لپٹائی آنے لگی تھی کہ جس کی جھلک بھی نہیں دکھلائی دیتی تھی، اور جب آئی نہ کسی سے سلام نہ کلام بس سیدھی کمرے

میں داخل اور کانا پھوسی شروع۔ بڑی بی کو کچھ کھٹکا سا ہوا کہ یہ کون بلا ہی جو چوروں کی طرح چھپ کر آتی ہی اور کسی طرف رُخ بھی نہیں کرتی، آخر یہ معاملہ کیا ہی، اور اِس نے کیوں آنا جانا نکالا ہی، ہو نہ ہو کچھ دال میں کالا ہی۔

سترہویں فصل۔ بی حجن کی بدولت سنجیدہ کی ساس سے بڑی بھاری لڑائی

ہرچند اس میں آپ ہی بدنام کیوں نہ ہوں ❊ باز آئیں گے نہ وہ مراچہ چا کیئے بغیر

بی حجن کے مُنہ کو لہو لگ گیا تھا، اب کی دفعہ دو تین دن کے پھیر سے ہی آدھمکیں آنے تو بیگم صاحب نے دیکھا نہیں مگر جانیوں کو نظر پڑ گئی کہ جھپٹ کر لمبے لمبے ڈگ ڈالتی کلانچیں مارتی جا رہی تھی۔ بیگم صاحب نے چبوترے پر ہی سے للکارا۔ اے تم کون ہو، ذرا اِدھر تو آنا۔" حجن ٹھٹکی جھجکی مگر آنا ہی پڑا۔

بیگم صاحب۔ (مُنہ دیکھ کر) اے تم ہو، لو میں نے کہا کہ خدا جانے کون بیوی ہیں، تم کو شہر میں کون نہیں جانتا، خدا خیر کرے جو تم نے اس گھر میں آنا جانا نکالا ہی۔

حجن۔ (بگڑ کر) میں نے کیا کسی کا کولھا کاٹا ہی۔ جو آپ اس طرح دُلکتی ہیں۔

بیگم صاحب۔ بس تم میرا مُنہ نہ کھلواؤ۔ تمہاری خیر بس اسی میں ہی چپکی دُم دبا کے چلتی بنو، میں تمہاری کرتوتوں سے خوب واقف ہوں۔ موئی سارے جہان کی ٹھگنی، کٹنی۔ بی حجن تمہیں اختیار ہی جہاں چاہو آؤ جاؤ مگر میرے گھر میں پھر بھول کر بھی قدم نہ دھرنا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں، قدم ہی تو کاٹ ڈالے ہوں گے لڑکی (بہو) کو بھولا بھالا دیکھ لیا ہو گا، تجھے یہ بھی خبر ہی کہ میں کیسی بیٹھی ہوں، میری موجودگی میں بھلا تیری چالیں اور گھاتیں چل سکتی ہیں۔ یہ کیا بات کہ جب آئیں نہ کسی سے سلام نہ پیام نہ بات نہ چیت، ناک کی سیدھ کمرے میں جا گھسیں، کمرہ کیا تیرے باوا کی

جاگیر ہی، یہ توروں اُچکوں کی طرح چھُپ کر آنے کا کیا سبب ہے؟ نکل نامُراد، اُمرُدار، چڑیل میرے گھر سے۔

بیگم صاحب کی ڈانٹ سے بی حجن کے آئے گئے ہوش و حواس جاتے رہے، چور کے پاؤں کہاں، تھر تھر کانپنے لگی، کاٹو تو خون نہیں، اور کچھ معقول جواب بن نہ پڑا، بیگم صاحب اس مکّار عورت کو خوب جانتی تھیں، وہ کئی جگہ سُن چکی تھیں کہ اس حجن نے بہت سی بھولی بھالی لڑکیوں کو لوٹا کھسوٹا ہے اور سارے شہر میں اس کی اودھم مچ رہی تھی۔

حجن۔ بیگم صاحب مجھ پر تو آپ ناحق کا غصّہ اُتارتی ہیں، غریب کی جورو سب کی بھابی، جب کوئی بُلاتا ہے تو کوئی آتا ہے، ورنہ بن بلائے تو کوئی خدا کے ہاں بھی نہیں جاتا۔ آپ کو جو کچھ کہنا سُننا ہے اپنی بہو بیگم سے کہیے، نہ وہ بلاتیں نہ میں آتی، اور ایسا میں نے کیا گناہ کیا ہے جو آپ نے ایک زبان سے ہزاروں صلواتیں حق ناحق مجھ غریب کو سُنادیں۔

بیگم صاحب۔ اے بی میں تمہارے مُنہ نہیں لگتی، لو اور سُنو غضبِ خدا، موری کی اینٹ چوبارے چڑھی، تم سے کون بحث کرے، بس چلو چلو اپنا راستہ پکڑو، حجن تو اُدھر گئی اور اِدھر دیکھتی کیا ہیں کہ بہو صاحب ننگے سر ننگے پاؤں پائینچے چھُٹے ہوئے اپنے کمرے کے دروازے میں آدھی اندر آدھی باہر کھڑی سُن رہی ہیں اور مارے غصّہ کے مُنہ لال ہے، یہ نالائق ایک دم ساس پر جھپٹی اور کہا کہ بی میرے ملنے جُلنے والوں کی روک ٹوک کرنے والی تم کون؟ میں کیا دودھ پیتی بچّہ ہوں جو اپنے بھلے بُرے کو نہیں جانتی، واہ کیا خوب، بے چاری حجن کو اکیلا پاکر ناحق تم نے پُن ڈالا، آج کو تو تم نے حجن کی بندش کی کل کو تم میرے میکے کے کسی آدمی کو بھی گھُسنے نہ دوگی۔ تو بس میں تو تمہاری قیدن ہوئی۔ میں نے تو آج تک اپنی سگی ماں

کی جس نے مجھے جنا، ہی آدھی بات بھی نہیں سُنی، تم کس شمار قطار میں ہو۔ میں نے آج تک تمہارا بہت ادب اور لحاظ کیا، ایسا کہ شاید کسی بہو نے ساس کا نہ کیا ہوگا، بس اب حد ہوگئی، خدا نے میرے مُنہ میں بھی زبان دی ہی، ایک کہوگی تو دس سُنوگی۔"

بیگم صاحب۔ بیٹا! تم نہیں جانتیں کہ یہ کیسی مکّار اور بے باز عورت ہی، اس نے کئی گھر بگاڑے ہیں، شریفوں کے گھروں میں آنے جانے کے قابل نہیں۔

بہو۔ وہ مکّار ہی تو میرے لئے اور بے باز ہی تو میرے لئے، آپ کو کیا۔ آپ تو جسکو دیکھو اُس کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ جاتی ہیں اور جو مُنہ میں آیا کہہ ڈالتی ہیں، آپ کی زبان کون پکڑ سکتا ہی۔ آپ کو اپنی بیٹیوں پر اختیار ہی..... میں سے نکالیئے..... میں ڈالیئے، رہی یہ بندی آپ کی آدھی بات بھی سُننے والی نہیں۔ لو غضب خدا لوگوں کے آنے جانے کی بندش ہونے لگی۔ اب کوئی کسی سے ملے بھی نہیں۔ اور گھر کے بگڑنے کی جو کہو، وہ مُوا اب کون سا بنا ہوا ہی، میرے حساب کل کا اُجڑتا آج ہی اُجڑ جائے، مجھے رتّی برابر پروا نہیں۔

بیگم صاحب ابھی جواب بھی نہ دینے پائی تھیں کہ بہو صاحب کھڑی اور بڑی دھڑا دھڑ پیٹنے لگیں۔ بیگم صاحب یہ حال دیکھ کر ہکا بکا رہ گئیں، اور سخت پشیمان ہوئیں کہ میں اس کلّے درازے کے مُنہ کیوں لگی، خون کے سے گھونٹ پی کر چُپ ہو رہیں۔ بہو بیگم نے وہی اپنا پُرانا نسخہ اختیار کیا یعنی ڈولی منگا چلتی ہوئیں۔

اٹھارھویں فصل۔ بی حجّن کا افشائے راز

دیکھیئے پہونچے کہاں تک سوزشِ دل کا اثر ؛ صرصرِ وحشت کا یہ شعلہ ہے بھڑکا یا ہوا

سنجیدہ کی ڈولی ایک دم سے جو میکے میں جا اُتری تو ماں بے چاری ہک دھک رہ گئی۔ اس کی صورت دیکھتے ہی سمجھی کہ خدا خیر کرے آج کچھ نیا رنگ لائی ہی بے طور

بپھری ہوئی ہے۔ اُس وقت تو اُنھوں نے پوچھا گچھا نہیں، جب ذرا ٹھنڈی پڑی، دوسرے دن صبح کو کہا کہ سنجیدہ تم کیسے آگئیں؟"

سنجیدہ۔ میں کیوں کسی کے گھر آتی میرا ٹھکانا ہی کہاں ہے، نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ وہ جو تمہاری دوپٹہ بدل بہن سمدھن صاحب ہیں اُنھوں نے حجّن کے بدلے میرا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا۔

ماں۔ ہیں! ہاتھ پکڑ کر نکال دیا۔ تعجب!

بیٹی۔ اے ▪▪ ہاتھ پکڑ نکالنا ہی ہوا، زبان کی جوتیاں کیا کچھ کم ہیں؟

ماں۔ آخر کچھ کہو بھی تو کہ کیا ہوا، وہ حجّن کون ہے، معاملہ کیا ہے؟ گمھم میں کہنے سے کیا فائدہ، بات صاف صاف بتاؤ!،

بیٹی۔ اے بی! معاملہ مقدمہ کچھ ہو تو میں کہوں، میں جھوٹ سچ باتیں ملا کر کیوں گنہگار ہوں، تمہاری سمدھن ہی ایک کی دس دس لگائیں گی بس اُنہیں سے سُن لینا اور اُن کے کہے کا تمہیں اعتبار بھی آئے گا، رہی میں اگر تپتے توے پر بھی قسم کھاؤں تو تمہیں میری بات کا یقین نہ آئے گا الٰہی اس بڑھیا کے دیدے ٹُم ہو جائیں اس کے دیدے گھٹنوں کے آگے آئے جیسے جیسے کچو کے نامراد ناشاد مجھے دیا کرتی ہے۔

ماں۔ اچھا وہ حجّن کی تو کہو کہ وہ کون ہے اور تم نے اُس سے کب سے میل ملاپ نکالا۔

بیٹی۔ اے ہے کون؟ آدمی ہے۔

ماں۔ سُبحان اللہ۔ کیا بات کرنے کا ڈھنگ نکالا ہے۔ تو کچھ مُنہ سے تو پھُوٹ۔

بیٹی۔ بس بی بس تم اپنا غصہ وصہ تو تہ کر رکھو مجھے کسی کی بات سُننے کی تاب نہیں۔ تم سب نے مل کر مجھے دیوانہ بنا دیا ہے، جب سب آدمی ایک کے پیچھے پڑ جائیں تو کیا ٹھکانا۔ میں نے کہہ دیا کہ حجّن ہیں، تم ایسی بھولی ہو کہ یہ بھی نہیں جانتیں کہ حجّن کس کو کہتے ہیں، لو میں تمہیں بتاؤں، جو عورت حج کر آتی ہے وہ حجّن کہلاتی ہے۔

ماں۔ پھر تم کو اُس سے کیا سروکار؟
بیٹی۔ اور تم کو مجھ سے کیا سروکار؟
ماں۔ اے لڑکی! تو کچھ مجھ سے لڑنے آئی ہو جو اس طرح ہرانی جتانی کی باتیں کرتی ہے۔
بیٹی۔ میری تو سیدھی بات بھی لڑائی ہی ہے، جیسی دُنیا جہان کی جنتیں ہوتی ہیں وہ بھی ہیں، اُن میں کوئی سرخاب کا پر نہیں لگا ہے، بے چاری خدا رسول کی جاننے والی، نمازن، تہجد گزار۔ قدم شریف میں رہتی ہیں۔ گنڈا تعویذ کرتی ہیں؟
ماں۔ تو پھر تمہیں گنڈے تعویذ کی کیا ضرورت؟
بیٹی۔ کچھ تو ضرورت ہو ہی گی، ہاں ہاں وہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ تم میری ہی تھوڑی ہی کہو گی، ایک تو اُس قطامہ نے ظلم توڑا، اب رہا سہا تم توڑو۔

ماں طرح دے گئی کہ خیر کسی اور وقت اس سے پوچھوں گی۔ مگر بیگم صاحب کے پوچھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ جھمو اور جُمبا کی جوتی چل گئی اور یہ راز طشت از بام ہو گیا۔ ایک دن جُمبا نے جھمو سے کہا اُری جھمو! تنک اِنگے کو تو آ۔ میں یو کہوں ہوں کہ گھر گئی تیئں نے تو کھوب مٹھی گرم کی۔ جمّانی سے دو روپئے الگ ہی الگ کھوسنے ؛ میں سُن کر انجان بن گئی کہ کھیر بھئی جانے دے، دو روپئے کون بڑی بات ہے مھارے گیل نہ رہے تھارے گیل رہے۔ آج موکو معلوم پڈا کہ چھکنی مل سے تیئں بھر مٹھی بیس اوپر پانچ روپئے لائی اور ہجم کر گئی، ڈکار توڑی نا لی!"
جھمو۔ اری رانڈ کیا بکے ہے، جرا جبان سنبھال کے بات کر، میں تیرا مُنہ توڑ دوں گی کون چھکنی مل اور کیسی جمّانی، اے سب مجھے کوئی پکڑائے دے ہے، تو بھی تو تھی اسے تجھے بھی کسو نے کچا سنگوا دیا ہو گا۔ اپنی ہوائی اوروں پر گنوائی۔ چل چل پرے ہٹ، خبردار جو پھر میرے نام کو آئی ہو گی!" اتنا کہہ کر دونوں گتھ گئیں۔ اس کے جھونٹے اُسکے ہاتھ اور اُس کے اس کے ہاتھ میں، غل غپاڑہ گالی گلوچ سُن کر چار آدمی جمع ہو گئے

بیچ بچاؤ کرکے چھڑا دیا۔

جُمبیا۔ اچھا تو ے حرام جادی، تو جاوے کہاں ہو، کلمۂ دیکھ! کیسا مچا چکھاؤں ہوں۔ بھیّا کی جان کیسوں بھی جاؤں ہوں اور وہ جو تیری بھیناہو نا اُس کی میّا سے تیری ساری کرتوت جا کھوتو ہوں، جو سہی کہ تیرے سے سارے روپیہ نہ اُگلواؤں۔

جھمّو۔ اری جاجا، بک بک مت کرے، ایسے ڈرادے کسی اور کو دے، میں بچّی گوبیاں نا کھیلی۔ میں نے کیا چوری چکاری کی ہو جو کسی سے ڈروں، جو کسے کہدے ایک دھیلے نا سَود بھے۔

جُمبیا غصّے میں بھری سیدھی رضیہ کے پاس پونہچی۔ حجن کا آنا اور جھمّو کی معرفت سو روپے بدل جُھلنیاں گروی رکھوانا اور اُس میں سے جھمّو کا پچیس روپے مار لینا اور حجن سے دو روپے الگ اینٹھنا۔ ساری باتیں تہے وار جالگائیں۔ رضیہ سُن کر ایک سنّاٹے میں رہ گئی کہ اگر یہ بات سچ ہو، اور مجھے تو سچ ہی معلوم دیتی ہو تو بس غضب ہی ٹوٹا۔ جُھلنیاں کم بخت تو میکے کی بھی نہ تھیں، چڑھاوے کی تھیں۔ سُسرال میں خبر ہوگی تو کیسی ناک کٹے گی۔

رضیہ۔ اچھا میں سنجیدہ سے پوچھوں؟

جُمبیا۔ ہاں شَوک سے پوچھونا، میں نٹ جاؤں گی، چھوٹی بیگم سے برابر مکابلا کردوں گی۔

رضیہ۔ اچھا تو تو اِس وقت جا۔

جُمبیا۔ اچھا بی، لے میں جاؤں ہوں۔ سلام!

جُمبیا اچھی بھلی چھوڑ گئی۔ رضیہ نے سنجیدہ سے پوچھا کہ "اری لڑکی! تو اپنے گہنے کا صندوقچہ ساتھ لائی ہو؟"

سنجیدہ۔ (جیسے جُمبیا کی ریشہ دوانی کی سب خبر تھی۔ بھوچکا ہو کر) ہاں لائی کیوں نہیں، وہاں کیوں چھوڑتی۔

ماں سُن کر خاموش ہو رہی۔

سنجیدہ۔ کیوں خیر تو ہی تم نے کیوں پوچھا؟

ماں۔ نہیں کچھ بات نہیں۔ یونہیں مجھے خیال آگیا۔

بات گئی گزری ہوئی۔ اُنہی دنوں کہیں شادی میں جانا ہوا۔ سنجیدہ نے سارا گہنا پہنا۔ ماں کو خیال تو تھا ہی، دیکھا تو جُھلنیاں ندارد، اُسی وقت ماتھا ٹھنکا، اگر جلدی کر کے اُسی وقت پوچھ بیٹھتی تو شاید جانا وانا سب رہ جاتا، تامل کر گئی، شادی سے واپس آکر پوچھا تو سنجیدہ نے کہا کہ "میں نے جُھلنیاں پہنی نہیں تھیں کہ جڑاؤ پتے بالیاں، مگر چوانیاں، چھپکے کے بالے تین تین گہنے تو تھے، پھر کیا سارا گہنا لادیتی تو بیویاں کہتیں کہ کیا شیخی خوری اتراتی ہوا اور پھر میرے کانوں کا گوشت بہنا، ذرا سہارا نہیں، لو دیکھو کیسے لہولہان ہو رہے ہیں۔"

ماں بات کو ٹال گئی، دو چار دن کے بعد پھر ذکر چھیڑا۔

سنجیدہ۔ اے موئی جُھلنیاں کیا ہوئیں میری جان کو ایک عذاب ہو گیا، دس دفعہ تو تم پُوچھ چکیں، میرا مال ہے مجھے اختیار ہی۔

ماں۔ تمہارا مال نہ تھا، وہ تو تمہارے چڑھاوے کی چیز تھی۔

سنجیدہ۔ چڑھاوے کی ہو یا جہیز کی، جب مجھے مل گئی تو میری ہو گئی تمہیں ایسی ہی میری بے اعتباری ہی تو بسم اللہ یہ بھی کر گزرو۔ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہے، سارا گہنا پاتا چھین مجھے ننگا بُچّا کر دو۔

ماں۔ خدانخواستہ میں تمہارا گہنا پاتا لینے والی کون، خدا مجھے اُس گھڑی کو نہ رکھے، خدا تم کو پہننا اور برتنا نصیب کرے، ایک یہ اور لاکھوں اور گھس پس پرانے ہوں۔

سنجیدہ۔ نہیں بی نہیں مجھے یہ ہر وقت کے ہٹو کے اچھے نہیں معلوم دیتے۔ یہ کہہ ٹھنک کر اُٹھیں اور غصے سے صندوقچہ لا ماں کے سامنے پٹخ (ٹیک) دیا اور کہا لو بی لو

اور اچھی طرح دیکھ بھال لو، کیا کیا میں نے کھا لیا اور کیا کیا بیچ ڈالا، میرے سامنے سنبھال لو۔ ہم نے دُنیا جہان کی مائیں دیکھیں مگر ایسا ظلم کہیں نہیں سُنا کر دے کر پھر رہیں، یہ تو تھوک کر چاٹنا ہوا، ایسا بھی اوچھا پن کس کام کا۔

رضیہ اس طنطنے پر سے سمجھی کہ جھلنیوں کے گروی رکھانے کی بات شاید غلط ہو ورنہ اس طرح بے باکانہ طور پر صندوقچہ لا کر سامنے نہ رکھ دیتی۔ لیکن سارا صندوقچہ اُلٹ پلٹ ڈالا مگر جھلنیوں کا پتہ نہیں، تب تو اُس کا شبہ پکا ہو گیا اور جان گئی کہ واقعی اس نالائق نے جھلنیاں تلپٹ کر دیں۔ بیٹی کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور کہا "سچ بتا تو نے کیا کیں؟"

سنجیدہ۔ میں نے کیا کیں؟ جانے میری جوتی، اسی صندوقچے میں تھیں۔ میں کیا ہر وقت صندوقچے کو گلے میں لٹکائے پھرتی ہوں۔ مجھے کیا خبر، کسی جوانا مرگ نے نکال لی ہوں گی۔

رضیہ۔ کنجی تیرے پاس، تیرے سوا نکالنے والا اور کون؟

سنجیدہ۔ (غصے سے) تم اور کون؟

رضیہ۔ شاباش بیٹی شاباش تیرے ہواؤ اور دیدے کو۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کوس تو میں تجھے سکتی نہیں، بس صبر ہی بھلا۔

رضیہ کو جھنگنی مل کا نام تو معلوم ہی ہو چکا تھا، دوسرے ہی دن اعتبار خاں کو جو اُن کا قدیم نوکر تھا بھجوایا اور پچھوایا کہ تمہارے ہاں کوئی عورت جھلنیاں گروی ڈال گئی ہے۔

جھنگنی مل۔ اجی کیا کہو ہو۔ میاں جی کیسی جھلنیاں کون اور کب رکھوا گیا ہے، ہمارے تو دن رات یوہی گروی گانٹھے کا کام رہے ہے، ہمارو بیو پار یوہی ہے۔ ای میاں جی واہی کو لاؤ جو رکھ گئی ہے، اُس کا مُنکا لپا گرا دو، جب بدھ لگے تو لگے۔ اعتبار خاں

نے یہی بات جا بیگم صاحب سے کہہ دی۔ رضیہ نے فوراً جھمو کو بلوایا۔ پہلے تو اُس نے آنے میں آنا کانی کی مگر بہ مشکل تمام ڈرتی ڈرتی آئی اور جھلنیوں کے معاملے سے بالکل کانوں پر ہاتھ دھرے۔

جھمو۔ بی بی جی بھیا کی جان کیسوں میں کیا جانوں۔

رضیہ۔ اچھا تو تُو اعتبار خاں کے ساتھ دُکان پر جا کر آمنا سامنا تو کرا دے۔ تیرا جھوٹ سچ سب ہی کُھل جائے گا، ڈرنے کی کیا بات ہے۔ ایسی بھول چُوک انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ اگر تیرا قصور بھی ہے تو میں تجھے کچھ نہ کہوں گی خیر جو ہوا سو ہوا۔ مگر تُو سچ سچ کہہ دے۔

جھمو کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، سوچی کہ بُری طرح آن پھنسی۔ پچیس روپے جو میں کھا گئی اب وہ کہاں سے دوں گی۔ اُس نے دیکھا کہ اب کسی طرح جان بچتی نظر نہیں آتی۔ کشاں کشاں اعتبار خاں کے ساتھ گئی۔ دُکان پر منیم جی ایک سٹری سی گدّی پر چھوٹا سا میلا چکٹ گاؤ تکیہ لگائے اور اُس سے زیادہ میلی دھوتی پہنے بیٹھے ہوئے تھے۔ جھمو کو آتے دیکھ اُنھوں نے نشست بدلی اور آلتی پالتی مار کے بڑے ٹھسے سے بیٹھ گئے۔

جھمو۔ لالہ جی رام رام۔ تیجوں سے پندرہ روج اگل جو میں جھلنیاں سو روپے بدّل دھرا گئی تھی وہ یا میاں جی کو دے دو۔

منیم جی (منیب) نے بہی کھاتہ کھولا اور لال چھینٹ کی پھٹی ہوئی میرزائی (جس کی پیٹھ پر دو پیوند بھی لگے ہوئے تھے) کی جیب میں کچھ ٹٹولنے لگے۔ جب کچھ نہ ملا تو دوسری جیب ٹٹولی۔ اتفاق سے وہ بھی خالی تھی، پھر گھبرا کر میرزائی کے دو بند کھول اندر کی چور جیب میں سے ایک ٹُٹی کے شیشے کی عینک جو کاغذ کے منقوے کے پیچھے اور ٹوٹے ہوئے خانے کے اندر تھی اور جس کے شیشے بلا مبالغہ

ایک ایک تہ چکنائی کی چڑھ کر دھندلے ہو گئے تھے اور جس میں ایک سڑا سا نیلا ڈورا بھی بندھا ہوا تھا نکال کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ناک کی پھننگ پر لگا دیر تک لال چمڑے کی بہی کے ورق تھوک کی نمی کی مدد سے اُلٹتے رہے۔ بہ مشکل تمام تاریخ کے پتے پر دہ پنّا (ورق) ملا جس پر یہ اندراج تھا، وہ دیکھ کر منیم جی یوں گویا ہوئے۔ "ہاں جی! روپیہ لائے ہو؟ لاؤ میاں جی تمہاری ہیج کڑھوائے دوں ہوں" ارے پرشوتم (گماشتہ) یہ کونجی لے، دا تجوری ماں سو کاڑھ لا۔"

خاں صاحب۔ روپیہ لاتے کیا دیر لگتی ہے۔ جھمو تو کھڑی رہ میں ابھی سو روپے لئے آتا ہوں۔

منیم۔ ارے چھورے (پرشوتم سے مخاطب ہو کر) جرا صبر کر، کھاں شاب کو پہلے روپیئے تو لانے دے (اور خاں صاحب سے مخاطب ہو کر) کھاں شاب تم کیسے سو روپیئے کہو ہو۔ مھارے حِشوب سے جو بیاج بنّو نکسے وہ بھی تو سُن لو سگرے روپیئے لاؤ تو تب تھاری ہیج چھٹے۔

یہ کہہ منیم نے ایک پرچے پر حساب ڈالا اور اس طرح سُنایا "شراون سُدی پنچمی دوج بدھ وار سمّت ۱۹۱۷ رکھے رکھت جھمو بیٹی پتو جوجہ رام جی، جات چماری کسب پسنہاری رہائش ہود کا جی گلی کونڈوں والی جھلنیاں شونے کی وجنی شات تولے نو ماشے بتن گھومچی درشونا شترہ روپیئے تولہ بدّل شو روپیئے جہرے شاہی نگد ہتّے کھُدمنی ور اکنی روپیہ چُکتے دو مہینے پندرہ دن روپیئے پُنڑے شولہا (پونے سولہا) کھاں شاب ایک شو پُنڑے شولہا روپیئے لاؤ اور اپنی ہیج لے جاؤ۔ اور کل لائے تو متی اور چڑھ جائے گی، آج سانج تک چُکتا کر لیو۔"

خاں صاحب گئے اور بیگم صاحب سے عرض کیا۔ بیگم صاحب سمجھے بیٹھی تھیں کہ سو روپے دے کر اپنی جھلنیاں چھڑوالوں گی، سود بٹہ جانے ان کی بلا، یہ مارواڑی لوگ

کے پھندے میں کب پھنسی تھیں۔ یہاں پوتے نے سولہا روپئے اور گرہ سے بھرنے پڑے۔ قہرِ درویش بجانِ درویش۔ دیتے ہی بن آئی۔ جھلنیاں جو آئیں اُچی کھچی بدروپ پتی تپائی لاکھ نکلی ہوئی۔ بیگم صاحب نے دل پر جبر کیا اور رکھ لیں۔ لاکھ بھروائی اور اُجلوائی کا سوا روپیہ خرچ ہوا تب کہیں جھلنیاں اصلی حالت پر آئیں۔ جھمّو ساتھ تھی۔ سنجیدہ کن سُنیاں لے رہی تھی کہ دیکھیے اب کیا گُل کھلتا ہے۔ جب خاں صاحب نے کہا کہ سو روپے بدّل گروی ہیں تو سنجیدہ نے وہیں سے گردن نکال کر کہا کہ "سنو کیسی؟ اس موئی نامراد جھمّو نے تو مجھے پچیس کم سو ہی دیئے ہیں۔" بیگم صاحب نے جھمّو سے پوچھا "کیوں ری یہ پچیس کا بل کیسا؟"

جھمّو۔ اجی ہاں! میں بھی تو کہوں ہوں نا کہ سو روپئے بدّل رکھی ہیں، میں کیا جھوٹ بولوں ہوں۔ میں نے تو لالہ جی کے سامنے بھی کہہ دیا کہ ہاں سو روپے بدّل رکھی ہیں، کیا کچھ ہضم کر گئی مجھی گریب کو دلے جاؤ ہو، اپنی بیٹّی کو بوجھوّ نا۔ اب دیکھے ہی ٹکُر ٹکُر، ساری آپھت مھاری ہی جان پر پڑی نا۔ میں جب ہی راجی نا ہوؤں تھی، جبردستی یو تو پھان مھارے سر دھرو۔

سنجیدہ یہ سُنتے ہی آگ بگولا ہو گئی، وہیں سے کڑک کے بولی "اری مُردار! تُو ذرا یہاں تو آ تیرے کلّے چیروں۔ یہ سارے کرتوت تیرے ہی تو ہیں، اجّن موئی کو میں کیا جانوں، تو لائی تھی یا کوئی اور، اور چھل بٹّے دیکھو میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں، اب معلوم ہوا پچیس روپے تُو نے بھی ہضم کئے۔ اب کیسی بھیگی بلّی بنی کھڑی ہو گویا کہ کچھ جانتی ہی نہیں، خدا تجھے غارت کرے۔" قریب تھا کہ جھمّو دنداں شکن جواب دے اور کلّا بکلّا لڑنے لگے مگر رضیہ نے دونوں کو اپنی اپنی جگہ روک دیا۔ بیٹی کو کہا۔ صاحب زادی! تم اپنے کمرے میں تشریف لے جاؤ۔ تم نے میرا سر منڈوایا۔

جھمّو تُو مجھ سے بات کر۔ تجھے اُس سے کیا کام۔ میں خوب جانتی ہوں کہ یہ ساری آگ

تیری ہی لگائی ہوئی ہی، اور تو نے ہی لڑکی کو ہلسایا، خیر اب کیا ہو سکتا ہی۔ جو تقدیر کا لکھا تھا سو پورا ہوا۔ مگر اب یہ تو بتا کہ وہ پچیس روپے کدھر گئے؟"

جھمّو۔ گئے کِنگنے کو۔ جھوٹا کھاوے تو میٹھے کی کھاتر۔ میں نے رات دن اپنے گوڈے مُبھت مال ہی تو ڈے تو کیا پچیس روپیّے میں نے کچھ بہت لئے۔ کیا میں یو بھی نالیتی۔ بیگم صاحب تم تو ایسی کھپا ہوؤ کہ جیسے میں نے سگری چیز کھالی۔

بیگم صاحب۔ اچھّا تو وہ پچیس روپے تو سیدھے ہاتھ سے دھر دے۔ ہیں تیرے اچھے سے اُگلوا کر چھوڑوں گی، نہیں تو دیکھ کُٹیا ابھی خاں صاحب کو بلا تیرا ہاتھ سپاہی کے ہاتھ میں دے دوں گی، تو ہڑ کس بھر اٹے میں، یہ بھی کسی کے مُردے کا مال سمجھا کہ بانٹ چونٹ الگ۔ چہ خوش!

جھمّو۔ (ہاتھ جوڑ کر) مجھے مارو یا چھوڑو تم مالک ہو، تمھارے دھورے کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نا۔ یہ کہہ کر رونے لگی اور بیگم صاحب کے قدموں پر گر پڑی۔ بیگم صاحب کو بھی ترس آگیا اور کہا "چل دُور۔ دفان۔ میرے سامنے سے نکل۔ خبردار جو تو نے پھر کبھی اس گھر میں قدم دھرا ہو گا۔"

جھمّو کے چلے جانے کے بعد بیگم صاحب نے لڑکی کو تنہائی میں بلا کر بہت رسان سے پوچھا۔ "اری کم بخت اد یدوں پھوٹی بتا تو سہی کہ یہ تو نے بھر مٹھی سو روپے کی رقم کہاں غارت کی؟" سنجیدہ نے دیکھا اب تو یہ بات کچھ چھپی ڈھکی نہیں رہی، صاف صاف کہہ دینا چاہیئے، شاید کوئی تدبیر ایسی کریں کہ حجن سے روپیہ اُگلوالیں۔ چنانچہ سنجیدہ نے کہہ دیا۔ "اماں بی اللہ کی قسم میں نے کچھ کھا نہیں لئے۔ ہاں یہ بے شک مجھ سے بھول یہ چُوک ہو گئی کہ ان نامرادوں کے کہنے میں آکے میں نے ننّو روپیے حجن کو دے دیئے۔"

بیگم صاحب۔ اور پچیس روپیہ تُو کہاں سے لائی؟

سنجیدہ۔ وہ عیدیوں وغیرہ کے میرے پاس جمع تھے۔

بیگم صاحب۔ ہُنَا مُرادا! وہ بھی تو نے جھونک دیئے، بیوی بتو اگر تمہارے یہی گن ہیں تو گھروائے کو نما لصے لگادوگی۔

اب مشکل یہ پڑی کہ اُس حجّن کا پتہ کون لگائے، وہ ایک چھلاوا تھی۔ اُس کا کوئی ٹھکانا مقرر تھوڑی تھا جھمّو اب آنے کی نہیں اور کسی کو معلوم نہیں بس رل چکی۔

سنجیدہ اور جُمّیا کو بھی تو معلوم ہے۔

جُمّیا کو اُسی وقت بلا بیگم صاحب نے کہا "اری ؟ جُمّیا ذرا تو خاں صاحب کو اُس حجّن مُردار کا گھر تو بتادے"۔

جُمّیا۔ ے بیوی! حجّن کو میں کیا جانوں، اُسے تو جھمّو ہی لائی تھی، ہیں تو صرف ایک بیر جھمّو کے ساتھ البتہ گئی تھی، اُس کا کیا کوئی گھر دار ہی، وہ آج یہاں کل وہاں ماری ماری پڑی پھرے ہی، مجھے تو وہ پرسوں ہی تھا نور کے روج سوئی والوں میں ملی تھی، وہ کہوے تھی کہ وہیں ایک کوٹھریا لے رکھی ہی۔ اب جاؤں ہوں، دیکھوں کہ وہاں ہے یا نہیں۔

غرض خاں صاحب کے ساتھ جُمّیا گئی۔ حُسنِ اتفاق سے حجّن کواڑ بھیڑ قفل لگا کہیں باہر جارہی تھی کہ یہ دونوں جا پہنچے۔ جُمّیا کو دیکھ کر وہ سمجھی کہ پھر کوئی تازہ شکار ہاتھ آیا، مگر ایک دوسرے لمبے تڑنگے مردوئے کو ساتھ دیکھ کر ذرا چکرائی۔ جُمّیا سے پوچھا "اری تو کدھر"؟۔

جُمّیا۔ میں کھاں صاحب کو لے کے آئی ہوں۔

خاں صاحب۔ کیا تمہارا ہی نام حجّن ہی؟

حجّن۔ (بڑی تمکنت سے) جی ہاں میرا ہی نام حجّن ہی، کیوں خیر تو ہی۔ نہیں میرے نام سے کیا کام؟

خاں صاحب - اجی کام دھام تو نہیں ۔ ہاں چل کر معلوم ہوگا۔ تمہیں شاہ تارہ کی گلی میں بیگم صاحب نے بُلایا ہی، ایک ضروری کام ہی، ذرا چلو تو سہی۔

حجن تاڑ گئی اور پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ وہ دُنیا بھر کی چال باز عورت اُڑتی چڑیا کے پَر گننے والی، سمجھی کہ بھانڈا پھوٹا۔ تیوری پر بل ڈال کر نہایت بے پروائی اور ڈھٹائی سے بولی "کون بیگم صاحب؟ میں کسی بیگم ویگم کو نہیں جانتی اور جان نہ پہچان میرے وہاں جانے کا کیا کام؟"

خاں صاحب - تم یہیں سے باتیں بنا رہی ہو اور سوال وجواب کر رہی ہو اجی تم ذرا کی ذرا چلو تو اُن کو جو کہنا سُننا ہوگا خود کہہ لیں گی، تمھارے پاؤں میں مہندی تھوڑی لگی ہی جو چھُٹ جائے گی، نہ کسی کا سر پھرا ہی کہ جو تم کو بے کام کاج کے صورت دیکھنے کو بلائے گا۔

حجن - بس بس، زیادہ کلمہ کلام نہ کر، مجھے کیا غرض جو میں کسی کے گھر جاؤں، کیا میں اُنکی لونڈی باندی ہوں جو گھر میں بیٹھ کر حکومت چلاتی ہیں، اُن کو سو دفعہ غرض ہو تو وہ خود چلی آئیں نا۔ مجھ بڑھیا ٹھڑیا کے پاؤں میں کیا مہندی لگے گی، مہندی تو تیری بیگم صاحب کے لگی ہوگی جو جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام مجھے زور زوری کھنچوا رہی ہیں۔

خاں صاحب نے دیکھا کہ یہ عورت گرم و سرد زمانے کا دیکھے ہوئے ہی، یہ سیدھی طرح قابو میں آنے والی نہیں، لاؤ ذرا دباؤ ڈال کے تو دیکھوں، شاید دب جائے اور رستے پر آجائے۔

خاں صاحب - بی حجن جانا تو تم کو بیچ کھیت پڑے ہی گا سیدھی طرح نہ چلوگی تو میں زبردستی گھسیٹ کر لے جاؤں گا، تمہیں چھوڑنے والا میں ہوں نہیں۔

حجن - (آپے سے باہر ہو کر) کیا خوب! ارے مردوئے عقل کے ناخن لے، ہوش میں آ کیا تیرا دل اُلٹ گیا ہی، تیری کچھ شامت وامت تو نہیں آئی جو خواہ مخواہ چلو نکے

سر ہوتا ہے، یہ بھی تو نے کسی اور کو سمجھ لیا ہو گا، ہیں ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلی، چل چل لمبا بن، اپنا رستہ پکڑ، ہم نے کیا تیری گٹھڑی چرائی ہے، اپنی پٹھانی اپنی بغل میں رکھو، بڑا آیا مواد بدے نکالنے، عورت ذات کو دیکھ کر تیرے ختنے بگڑے ہوں گے، بلاؤں ابھی سپاہی کو، اور دیکھو غضبِ خدا کا جوانامرگ مجھ پر چڑھ کے آیا ہے اور دن دہاڑے سرِ راہ ظلم توڑ رہا ہے۔ تو نے اندھیر نگری چوپٹ راج سمجھ لیا ہو گا، بھلا کہیں فرنگیوں کے راج میں جہاں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں ایسا اندھیر ہو سکتا ہے، بھلا کیا مجال کہ کوئی کسی کو انگلی تو لگا سکے، ابھی تیرے بیڑیاں ڈلوا دوں گی (خاں صاحب آپ کی خیریت اسی میں ہے کہ چپکے چپکے تشریف لے جائیے) کہیں ایسا نہ ہو کہ الٹی آنتیں تیرے ہی گلے میں پڑ جائیں اور وہی مثل ہو کہ آئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑے

خاں صاحب جو بڑے تیس مار خاں بن کے آئے تھے اُن کی بڑی کرکری ہوئی اور اس گراب کے گولے کی تاب نہ لا سکے۔ ایک جھوڑ لٹک گئے۔ چار آدمی بھی جمع ہو گئے، اُنھوں نے بھی خاں صاحب کو ڈانٹا۔ ”ارے میاں تم پاگل ہو، جو ایک عورت کے منہ لگتے ہو، اور سرِ بازار اپنی فضیحت کرا رہے ہو، ہو نہیں آتی نہ آئے، جانے بھی دو، غصہ تھوک دو، اپنے گھر جاؤ“۔ خاں صاحب اپنی مونچھیں نیچی کر کر گردن جھکا چلتے بنے۔ ہم کہتے ہیں کہ خیر ہوئی جو خاں صاحب کی عزت بچ گئی، اگر کہیں ذرا اور ٹھہرتے تو یقیناً جھن پٹے پکڑ کر ایسی بے بھاؤ کی جوتیاں برساتی کہ خاں صاحب کے سر پر ایک بال نہ رہتا، اور چندیا گنجی ہو جاتی۔ خاں صاحب نے بیگم صاحب سے دُہائی دی کہ ”اچھی آپ نے ایک ادنیٰ عورت سے چار بھلے مانسوں کے سامنے میری عزت لوائی، یہ آپ کی نوکری دھر لیجیے“، ہم ایسی نوکری سے دہائی۔ نوکری عزت کے واسطے کرتے ہیں یا ذلت کے واسطے، میں نے ہاتھ بیچے ہیں کچھ ذات نہیں بیچی، ساری عمر کبھی کسی کی آدھی بات نہ سُنی تھی اور آج اُس

حرافہ عورت نے جسے آپ حجن کہتی ہیں سر بازار سینکڑوں صلواتیں سنائیں۔"

رضیہ جب خاں صاحب کا سارا دکھڑا سن چکی تو سوائے خاموش رہنے کے اور کیا چارہ کار تھا۔ ایسی شورہ پشت عورت پر کیا بس چل سکتا تھا۔ کچہری عدالت کرتیں تو رسوائی تھی، سمدھیانے تک بات پہونچ جاتی اور غضب آجاتا، ناچار صبر کر کے بیٹھ رہیں اور خاں صاحب کو بہت کچھ تسلی دلاسہ دے کر اشک شوئی کردی اور کہا کہ "مجھ کم بخت کو کیا خبر تھی کہ یہ واقعہ پیش آئے گا۔ میں تو سمجھی تھی کہ وہ بلانے سے چلی آئے گی، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایسا پاکھنڈ مچائے گی تو اللہ جانتا ہے میں تم کو کبھی نہ بھیجتی چاہے میرا کتنا بھی نقصان ہو جاتا۔ شریف اپنی شرافت پر گیا رذیل نے جانا کہ ہم سے ڈرا۔ بازار کی گالی کو تم اپنے سر لو ہی کیوں۔"

رضیہ نے بیٹی کی فاحش غلطی کا خمیازہ خوب بھگتا، کیا دھر اسب بی سنجیدہ نے اور دھرنی گئیں بی رضیہ۔ کرے مونچھوں والا پکڑا جائے ڈاڑھی والا۔

انیسویں فصل۔ میاں سے لڑ کر بی سنجیدہ کا افیون کھالینا

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو ٭ ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیئے ٭ کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار ٭ اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

سنجیدہ کو میکے گئے سوا مہینہ ہو گیا تھا، ساس کس منہ سے بلاتیں کہ انہیں سے نہ لڑ جھگڑ کر آئی تھی، مگر چونکہ لڑکا آنے والا تھا چار و ناچار بلانا ہی پڑا۔ لیکن بچہ صاحب نے کانوں پر ہاتھ دھرے کہ قدری ہو جائے اور چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں تو بلانے والی نہیں۔ ماں پر مشکل آن بنی، بیٹی ہے کہ کسی کی سنتی نہیں اساس کا خالی بلانا خیر ٹل بھی سکتا تھا مگر اب تو داماد آرہا تھا، غرض سخت مشکل کا سامنا تھا،

ماں نے جو کچھ نہ کرنا تھا کیا، ہاتھ تک جوڑے مگر وہ ہی کہ کسی طرح جانے کی ہامی نہیں بھرتی، اور اس وقت لڑکی کا نہ جانا گویا جنگ کا الٹیمیٹم (اعلان) تھا، آخر کار ماں نے کہا کہ تو اکیلی نہیں جاتی تو چل میں پونہچا آوں۔ تب کہیں اُس نے اپنی آمادگی ظاہر کی، اور بہ ہزار منت وزاری ان کی سواری سسرال پونہچی، ساس نندیں سب کو ایک ایک کر کے اُس نے دُھن ڈالا تھا، اب دیکھئے خدا خیر کرے اس پھیرے میں کس کی شامت آتی ہو۔ خوب۔ ابھی تو اصل مورچہ باقی ہو یعنی شوہر۔ اگر خدانخواستہ ان میں ٹھنی تو بُری طرح ٹھنے گی، اور یہ لڑائی البتہ دیدنہ شنید ہوگی اور شاید اسی پر خاتمہ بھی ہوجائے۔ انوارالحق نے بی۔ اے پاس کرلیا، اب نوکری کی فکر تھی۔ مگر بی۔ اے کی تعلیم میں کوئی سبجکٹ (مضمون) زن وشو کی لڑائی کا نہ تھا، اس لئے انوار میدانِ جنگ میں آتے ڈرتا تھا، مگر بیوی صاحب بڑی پھنکیت تھیں، وہ ایک چھوڑ چار چار معرکتہ الآرا لڑائیاں جیت چکی تھیں اس لئے یہ لڑنت کی جوڑ بالکل بے جوڑ تھی، تجربہ کار اور ناتجربہ کار کا مقابلہ ہی کیا۔ انوار کرسمس کی چھٹیوں میں گھر آیا تھا، بیوی کو دیکھا وہی تناو، وہی تنک مزاجی، وہی ہنکارا۔ گو انوار نہایت نیک مزاج اور سُلجھی ہوئی سمجھ کا تھا مگر بیوی کے آئے دن کی سخت مزاجی سے اُسے بھی بہ تکلف سختی اختیار کرنی پڑی۔ بہنوں کی جو گت بنی تھی وہ سُن چکا تھا، اب سُنا کہ ماں سے بھی لڑی اور ایسی بُری طرح لڑی کہ بھٹیاریوں کو بھی مات کیا۔ انوار اپنی ماں کا بے حد ادب کرتا تھا، وہ کیسے گوارا کرسکتا تھا کہ اُس کی ماں اِس طرح بہو کے ہاتھ سے ذلیل ہو۔ بیوی کی ان پے در پے حرکاتِ ناشائستہ سے اُس کا دل پھٹ گیا، وہ بھی رُک گیا اور کہا کہ خیر اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ انوار یوں تو بڑا شرمیلا لڑکا تھا اور ایسا حیادار تھا کہ بیٹیاں بھی اس پر سے صدقے کی تھیں، اُسے گھر کے سوا کہیں کی ہوا نہ لگی تھی مگر تابکے بیوی مُنہ نہ لگائے تو آخر وہ کس طرح دل بہلائے۔ رُکا ہوا پانی خود ہی اپنا راستہ نکال لیتا ہے۔ چند

اوباش آن لپٹے، ۶ ای بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ جوانی دیوانی اُس نے بھی اپنی دلبستگی کا سامان چوری چھپے کر ہی لیا۔ یا تو سرِ مغرب گھر میں آن پڑتا تھا یا اب گیارہ بارہ کے اِدھر گھر میں قدم نہ دھرتا تھا بلکہ بعض دن غُرّہ بھی کر جاتا۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار، بیوی نے اب مُزتے بینے شروع کئے مگر یہ نہ سمجھی کہ وہ گھر میں آئے کس کے لئے تم تو سیدھے مُنہ بات بھی نہیں کرتیں، مُنہ پھاڑ سر جھاڑ، جھنکار آئے دن کی بیمار بنی رہتی ہو۔ یہ تو بے وجہ لڑنے بھڑنے پر تُلی رہتی تھی، دل سے وہ بات نکال کھڑی کرتی تھی جس کا سر نہ پیر اور اب تو خیر ایک معقول وجہ بھی تھی۔ گندھک نے تو واقعی ڈینامیٹ (بارود) کا اثر دکھایا مگر صرف فرق اتنا ہوا کہ ماں بیٹیوں کی جگہ ساس بہو میں خدا واسطے کی لڑائی ہو گئی۔ اسی طرح تعویذ اور الایچیوں نے اُلٹا اثر دکھلایا کہ اب وہ میاں جن کا خوشامد کرتے کرتے مُنہ خشک ہوتا تھا سیدھے مُنہ بات بھی نہ کرتا تھا، اُلٹے کر خبر بھی نہ لیتا تھا کہ کدھر پڑی سڑ رہی ہے۔ ہمارے خیال میں سنجیدہ نے کچھ عمل کی ترکیب میں غلطی کی جو نتیجہ برعکس ہوا، عمل اُلٹ گیا۔ بیٹھے بٹھائے رہے سہے میاں کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھیں۔ اب طرفین سے جنگ کی طیاریاں چُپکے چُپکے ہونے لگیں امیونیشن (جنگ کا مال مسالا) اکھٹا ہونا شروع ہوا، دونوں اپنی اپنی جگہ رُکے ہوئے تو تھے ہی، مطلع پر گھنگور گھٹا چھائی ہوئی تھی، کوئی دم کو موسلا دھار مینہ برسنے والا ہی تھا۔ بیوی منتظر ہی تھیں کہ ذرا رُخ دیں تو میں زہر اُگلوں۔ چنانچہ ایک دن برس پڑیں۔ ساس کی بدسلوکی اور لڑائی کی شکایت بڑی شدومد سے شروع کی۔ انوار دیر تک سُنتا رہا اور دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا رہا تھا لیکن کچھ بولا چالا نہیں، اور بولتا بھی کیا؟ اِدھر بیوی کا معاملہ اُدھر ماں کا قدم درمیان، گو یم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ اُس نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانی چاہی کہ "تم جانو وہ جانیں، میں عورتوں کے معاملہ میں دخل نہیں دیتا۔"

بیوی - میں تم کو جانتی ہوں، میرا نکاح تم سے ہوا ہی میں کسی اور انیا غنیا کو کیا جانوں۔
میاں - جو تم کو سر پر ہاتھ دھر کر لائیں وہ تو تمہارے نزدیک کسی شمار قطار میں نہیں اور میں بھی اُنھیں کا جایا ہوں، وہ میری ماں ہیں تو پھر میں کس گنتی میں ہوں۔ تم تو بھری بیٹھی ہو، اُن سے لڑ چکیں، اب کیا مجھ غریب سے لڑوگی۔
بیوی - میرا کیا کچھ سر پھرا ہی یا مجھے باؤلے کتّے نے کاٹا ہی جو حق ناحق کسی سے لڑوں یا میرا دل چل گیا ہی، ہاں میں کسی کی لونڈی باندی یا دبیل بھی نہیں کہ جو چاہے کہہ لے اور میں پی جاؤں (بسور کر) سب نے مجھے بے وارثی سمجھ لیا ہی۔ کیا میں سب کی ٹھوکریں ہی کھانے کو پیدا ہوئی تھی۔
میاں - اچھّا تو تمہارا مطلب کیا ہی؟
بیوی - میں دیکھتی ہوں کہ کسی وقت تم سیدھے مُنہ بات ہی نہیں کرتے اور کوئی دوسرا بات کرے تو کاٹ کھانے کو دوڑتے ہو۔ کوئی وقت ہی بات کرنے کا نہیں ملتا۔ ایسی بھی کیا بے زارت ہی۔ تمہارے رہتے تو خیر بھلی بُری جیسی گزرتی ہی وہ میرے خدا پر روشن ہی لیکن تمہارے گئے بعد تو ہر شخص فرعونِ بے سامان ہو جاتا ہی اور سیدھی بات یہ ہے کہ تمہارے پیچھے دم بھر کے لئے بھی میرا گزارا اس گھروا ہے میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے بہت کچھ چاہا کہ یہ لوگ میرے ہوں مگر کوئی سیدھے مُنہ بات کا بھی روادار نہیں، گودے ڈالتے ہیں آپ اور نام بدنام میرا۔
میاں - پھر؟
بیوی - پھر یہی کہ تم میرا ہی مُنہ کالا کرو، مجھے الگ گھر لے دو کہ کسی طرح یہ آئے دن کی لڑائی تو جائے، میرا گھر بھلا اور میں بھلی۔
میاں - چہ خوش! یعنی یہ کہ میں اپنی ماں کو چھوڑ دوں۔
بیوی - نہیں خدانخواستہ میں تمہاری ماں کو چھڑوانے والی کون، خیر مجھ ہی کو

چھوڑ دو ناکہ یہ تمہارے لئے بہت آسان ہی۔

میاں۔ اگر تمہارے یہی لچھن ہیں تو دیر سویر ایک نہ ایک دن یہ ہو کر ہی رہے گا۔ الگ گھر کرنا کیا مُنہ کا نوالا ہی، میں الگ گھر کس برتے پر کروں، باپ کی روٹیوں پر تو میں پڑا ہوا ہوں، نوکر میں ادھی کا نہیں، چوہا بل میں سمائے نہیں اور دُم سے باندھے چھاج۔

بیوی۔ تو پھر نوکری کرو نا، منع کس نے کیا ہی؟

میاں۔ ہاں تو ڈھونڈھ تو رہا ہوں، نوکری ملنا کیا آسان ہی۔ ہوتے ہی ہوتے ہوگی۔

بیوی۔ کل کلاں کو یہ الزام بھی میرے ہی سر دھرا جائے گا کہ بیوی نوکری نہیں کرنے دیتی۔ لڑائی بھڑائی کی اس وقت کچھ بات نہیں، میں تو تم سے صاف صاف کہتی ہوں کہ میرا نبھاہ تو اس ساجھے کے گھر میں ہونے والا نہیں۔

میاں۔ (بگڑ کر) جھک مارتی ہو، اسی گھر میں تم کو رہنا ہوگا اور اسی میں مرنا ہوگا، نہ میں ماں کو چھوڑ سکتا ہوں نہ تم کو لے کر الگ بیٹھ سکتا ہوں۔

بیوی۔ (رو کر) ایسی ہی تم کو ماں کی بھڑکن تھی اور تم دودھ پیتے بچّے تھے تو شادی ہی کرنی کیا ضرور تھی کہ اپنی بھلی چنگی جان کو اس جنجال میں پھنسایا اور میری بھی مٹی خوار کی اور تقدیر پھوڑی۔

میاں۔ تقدیر پھوٹے یا سنورے میں کچھ نہیں جانتا، بس میں تم سے ایک دفعہ رسان سے کہہ چکا کہ میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا، چندے صبر کرو۔ جب میں نوکر ہو جاؤں گا تو دیکھا جائے گا۔

بیوی۔ تو ہم سے بھی صبر نہیں ہو سکتا۔ تم جو چاہو کہ مجھے جلا جلا کر مارو تو میں ایسی زندگی سے خود بے زار ہوں، اگر حرام موت کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی کا کچھ کھا لیتی کہ یہ پاپ کٹ جاتا۔

مر بھی جاؤں تو میرا مُردہ نہ ہو اُن کو عزیز　∴　بلکہ میری لاش کی تشہیر اُلٹی ہو تو ہو

(تو وار اُٹھ باہر مردانے میں جا بیٹھا اور وہیں سو بھی رہا۔ بیوی نے جو کچھ کیا وہ آگے معلوم ہوگا۔ سنجیدہ نے کہا کہ اگر ڈولی منگا چلی گئی تو اس سے کیا فائدہ؟ وہاں امّاں، جان کو آجائیں گی کہ کیوں آئی، لاؤ اس سے بہتر یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اِس جھگڑے ہی کو پاک نہ کر دوں۔ کہ نہ ہے بانس نہ بجے بانسلی۔ ماما اپنے بچے کو افیون دیا کرتی تھی، چپکے سے اُس کی پٹاری کھول ڈبیہ نکال اپنے کمرے میں جا افیون کے انٹے کا انٹا نگل مُنہ لپیٹ پڑ رہی۔ ماما نے رات کو کھانے کو اُٹھایا جواب تک نہ دیا۔ ماما سمجھی کہ یہ کون سی نئی بات ہے ان کے ہاں بارہ مہینے رمضان ہی رہتا ہے اور آج تو میاں سے لڑی ہیں، بس آج کھانا دانا خیر ہی خیر ہے، اُسے کیا خبر کہ بہو بیگم نے افیون کھالی ہے۔ کوئی گیارہ کا عمل ہوگا کہ زور زور سے خرخر کی آواز آئی۔ ماما نے دبے پاؤں جا کر دیکھا تو ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں اور کسی کل قرار نہیں، کبھی اِدھر کروٹ کبھی اُدھر اور سانس بھی تیز چل رہا ہے، آنکھیں لال انگارا ہو رہی ہیں، زبان سُوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے وہیں سے وہ پکاری "اچھی بیوی دوڑنا دُلہن بیگم کو کیا ہوگیا آن کر دیکھو تو بیہوش پڑی ہیں، اور کیسے ہاتھ پاؤں دے دے مار رہی ہیں اور خرخراہٹ کیسی ہے" ساس گھبرائی ہوئی دوڑی آئیں، یہ حالت دیکھکر اُن کے بھی ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے بڑی بی نے دل ہی دل میں کہا کہ لڑکی ہے غصیلی اور من چلی ایسا نہ ہو کہ غصّے میں آن کر کچھ کھا وا نہ لیا ہو تو اور جان غضب میں آئے۔ ماما نے پان کھانے کے لئے پٹاری جو کھولی تو ڈبیہ ندارد، اُس کا کلیجہ دھک سے ہوگیا کہ ہیں کل ہی میں نے چار آنے کی افیون منگوائی تھی، بھری کی بھری ڈبیہ کیا ہوئی ہو نہ ہو دُلہن نے افیون کھالی۔ ماما نے جھٹ بیگم صاحب سے کہا۔ "لے بیوی! میری افیون کی ڈبیہ بھی تو پٹاری میں نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ......" بیگم صاحب کو بھی کھٹکا ہوا، پلنگ کے اِدھر اُدھر دیکھا بھالا تو خالی ڈبیہ ملی۔ اب کیا تھا بس یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو افیون کھالی۔ فوراً لڑکے کو مردانے میں سے جگوا کر

بلوایا۔ وہ وقت کچھ پوچھ گچھ کا تو تھا ہی نہیں، لڑکے کو سیدھا ڈاکٹر کے ہاں دوڑایا اور ایک آدمی شاہ تارا کی گلی کو۔ ماں روتی پیٹتی آئیں، دیکھا تو لڑکی بیہوش تھی، صرف خرخر کی آواز آ رہی تھی، کہ اتنے میں ڈاکٹر بھی آ گیا، فوراً سٹمک پمپ لگایا جس سے افیون کی گولی جوں کی توں کھٹ سے نکل پڑی، اور والوں کی جان میں جان آئی۔ وہ تو کہو کہ جلدی خبر ہو گئی جو بچ گئی ورنہ مرنے میں کیا کچھ کسر رہی تھی۔ سارے محلے میں گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔ کہ مفتی صاحب کی بہو نے افیون کھا لی۔ دیکھیے کیا ہیں کہ صبح نماز کے وقت پولیس آ دھمکی۔ اب ایک اور مصیبت آ بنی کہ بہزار مشکل اُن کو کچھ دے دلا کر ٹالا اور رپٹ لکھوا دی کہ بن ہیضہ ہوا تھا۔ بی سنجیدہ لوٹ پوٹ کر اچھی خاصی ہو بیٹھیں ماں بے چاری کے کاٹو تو لہو نہیں، ندامت کے مارے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ رسوائی اور جگ ہنسائی کے مارے بحرِ تفکر میں غرق، بیٹی کم بخت کے ہاتھوں ناک میں دم تھا، اب جو کچھ یہ نہ کر بیٹھے کم تھا۔ ساس الگ چور بنی بیٹھی تھیں۔ میاں کے منہ پر جدا ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ دوسرے دن کوئی دس بجے رضیہ بیٹی کو لے اپنے گھر چلی آئیں اور اچھا کیا۔ اس طرح چپکے چپاتے لے آئیں ورنہ خدا جانے کیا نوبت پہنچتی کیوں کہ انوار کے غصے کی کچھ حد نہ تھی، اول تو اُسے کبھی غصہ آتا نہ تھا اور جو آتا تھا تو اس بلا کا کہ الٰہی توبہ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْمِ۔ (خدا حلم والے آدمی کے غصے سے پناہ میں رکھے) سنجیدہ کے چلے جانے کے بعد انوار نے رات کا سارا ماجرا ماں کے سامنے دُہرایا کہ گھر الگ کرنے کو کہہ رہی تھیں اور میں نے جو انکار کیا تو غصے میں آن کر افیون کھا لی۔ بڑی بی سُن کر سر پکڑ کر بیٹھ گئیں، انھیں کچھ بن نہ آتی تھی۔ انوار کی چھٹیاں ابھی باقی تھیں مگر وہ دوسرے ہی دن علی گڈھ چلا گیا۔ رضیہ پہلے ہی بیٹی کو اپنے گھر لے آئی تھیں، اُنھوں نے ڈر کے مارے اُس کے منہ پر یہ بات نہ رکھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کچھ کھا وا نہ لے اور دل میں یہ کہا کہ میں بھی کیوں کہہ سُن کر بُری بنوں، اس سے کہنا سُننا، سمجھانا لاحاصل محض ہے۔

کہے اُسے جو سُنے اور اس پر تو کہنے کا اُلٹا اثر ہوتا ہے، اسے تو خدا ہی نیک توفیق دے تو دے، ورنہ یہ لچھن تو گھر کھونے ہی کے ہیں، وہ تو کہو کہ لڑکے کے دل میں بڑی سمائی ہے ورنہ دوسرا ہوتا تو کبھی کا چھوڑ چھاڑ الگ کر دیتا۔

بیسویں فصل۔ انوار الحق کا سلسلۂ ملازمت بھوپال میں

غور گر کیجئے خالق کی عنایت ہے یہ سب ؛ دے کسی شخص کو بندے میں یہ مقدور ہے کب
اُس مسبب کی عنایت کے یہ سارے ہیں سبب ؛ وہی منعم وہی رازق وہی محسن وہی رب
اپنے کیسے سے نہ دام اور درم دیتے ہیں ؛ جب وہ خالق ہمیں دیتا ہے تو ہم دیتے ہیں
لاکھ ہاتھ اُسکے ہیں دینے کے وہ ایسا ہے جواد ؛ ہم اُسے بھولیں تو بھولیں اُسے ہر وقت ہے یاد
رزق وہ حوصلۂ حرص سے دیتا ہے زیاد ؛ شکر کرتے نہیں معبود کا اس پر بھی عباد
وہ غنی ہے کہ ہے محتاج زمانہ اُس کا ؛ کبھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ اُس کا
جس قدر اُس سے طلب کیجئے خوشنود ہے وہ ؛ صاحبِ جود ہے وہاب ہے محمود ہے وہ
ہاتھ پھیلائیں جو سو بار تو موجود ہے وہ ؛ بخش دیتا ہے کہ ہم عبد ہیں معبود ہے وہ
بخشش ان جرموں پہ بھی صبح و مسا ہوتی ہے ؛ یاں سے ہوتی ہے خطا واں سے عطا ہوتی ہے

انوار الحق علی گڈھ میں شہر میں جا رہا کہ کالج ابھی کھلا نہ تھا۔ کالج کے کھلتے ہی وہ بورڈنگ میں گیا، دیکھا تو ایک چوڑا سا دبیز لفافہ جس پر ڈاک خانہ کی بہت سی مہریں لگی ہوئی تھیں میز پر دھرا تھا، معلوم ہوا کہ دہلی گیا اور خدا جانے پھر وہاں سے کہاں کہاں ٹکراتا پھرا۔ اُسے کھول کر دیکھا تو مسٹر ٹوال پرنسپل علی گڈھ کالج کی چٹھی تھی جس میں لکھا تھا کہ تم بلالحاظ ختم تعطیل چلے آؤ ہم تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر انوار کو اس خط کی خبر ہوتی تو وہ کبھی کا صاحب سے مل بھی لیا ہوتا۔ خیر اب اس چٹھی کے دیکھتے ہی صاحب کی کوٹھی پر پونہچا۔ بیرا (بیرر) سے اطلاع کرائی۔ صاحب نے سلام دیا (بلا لیا) یہ جاکر سامنے

کھڑا ہوا، سلام کیا۔ صاحب کسی کام میں لگے ہوئے تھے، سلام کا جواب دے کے کہا کہ "آپ مجھے ایک دومنٹ کی معافی دیں گے، کہ میں اس چٹھی کو ختم کرلوں"۔ اور کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے "مہربانی کرکے ذرا کی ذرا بیٹھ جائیے"۔ صاحب نے چٹھی تمام کی اور اپنی کرسی کا رُخ ان کی طرف پلٹ کر یوں مخاطب ہوئے۔ "ہلو انوار۔ تم اچھا ہے؟"

انوار۔ حضور کی مہربانی سے اچھا ہوں۔

پرنسپل۔ ول تم آگے پڑھنا مانگتا؟ کیا نوکری چاہتا ہے؟

انوار۔ صاحب، دل تو میرا یہی چاہتا ہے کہ ابھی اور پڑھوں اور اگر ہوسکے تو ایم۔ اے کی ڈگری تو لوں، مگر میرے حالات مجھے ملازمت کے لیے مجبور کرتے ہیں۔

صاحب۔ آپ میرڈ مین ہے یا بیچلر؟ (یعنی شادی ہوگئی ہے یا کنوارے ہو؟)

انوار۔ (شرماکر) حضور! میری شادی ہوگئی ہے۔

صاحب۔ آپ لوگ بہوت کم عمر میں شادی کرتا، تالیم میں نوکسان ہوتا ہے، ہمارا نزدیک جب تک آدمی سلف سپورٹنگ نہ ہو (یعنی اپنی سنبھال خود نہ کرسکے)، شادی نہیں کرنا اور شاید یہی سبب ہے جو تم نوکری مانگتا۔ اچا الیس وکنٹ ایک ہوکا ہے۔

یہ کہہ میز کی دراز کھول ایک بڑا سا لفافہ نکالا جس میں ایک ڈاکٹ (روبکار مراسلہ) تھا جس پر کوئی خوب صورت سا مونوگرام (طغرا) بنا ہوا تھا۔ انوار کا دل چاہا کہ ذرا جُھک کے دیکھ لے مگر یہ بات اِٹیکِٹ (حسنِ اخلاق۔ تمیزداری) کے خلاف تھی۔ نظر نیچی کرلی کہ اتنے میں صاحب نے وہ ڈاکٹ خود اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے کھڑے ہو کر لیا۔ دیکھا تو جناب بیگم صاحبہ بھوپال نے پرنسپل صاحب سے خواہش کی تھی کہ وہ کسی مسلمان گریجویٹ (یعنی بی۔ اے۔ یا ایم۔ اے کے ڈگری یافتہ) کو جو انگلش (انگریزی زباں دانی) میں جیّد ہو بھیج دیں، سرکارِ عالیہ کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو پرائیویٹ سکریٹری (معتمدِ خانگی) کا کام کرسکے۔ سٹارٹنگ پے (ابتدائی تنخواہ) دو سو روپیہ جو سالانہ پچیس پچیس

بڑھ کے پانسو تک پوہنچے گی۔

انوار نے پڑھ کر کھڑے ہو کر پھر صاحب کو دے دیا، اور خاموش رہا۔

صاحب۔ ول آپنے پڑھا؟

انوار۔ ہاں صاحب پڑھا۔

صاحب۔ آپ جانا پسند کرتا؟

انوار۔ حضور کی مہربانی اور پرورش۔

صاحب۔ ہم بہت خوشی سے آپ کو ریکمینڈ (سفارش) کرے گا اور ہم امید کرتا ہے کہ ہمارا پسند غلط نہیں ہوگا۔

انوار۔ حضور مطمئن رہیں، اگر خدا کی مدد میرے شاملِ حال ہو تو میں ضرور اپنی کوشش سے کامیاب ہوں گا اور حضور کے انتخاب کو صحیح ثابت کروں گا۔

صاحب۔ اچھا۔ کب جا سکتا ہو؟ آپ کو چھٹی کی تاریخ سے معلوم ہوگا کہ کالج بند ہوتے ہی ہم کو ملا، دو مہینے ہم جواب نہیں ڈے سکا، اب وقت بِل کول کم ہی، ہم مالوم کرنا مانگتا کہ آپ کب جانے کو تیار ہو سکتا ہی؟ ہم ابھی جواب ڈے گا۔

انوار۔ حضور کا حکم ہو تو میں ابھی چلا جاؤں، مگر آپ کی بڑی پرورش ہوگی اگر میں دہلی جا کر ذرا اپنا ٹوٹا پھوٹا سامانِ سفر درست کر لوں اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ مجھے ایک ہفتہ درکار ہی۔

صاحب۔ ول۔ آل رَیٹ۔ یُو کین گو نَو (اچھا درست، تم اب جا سکتے ہو)

انوار سلام کر کے خوش خوش اُٹھا۔ سان نہ گمان اتنی بڑی نوکری بلا منتِ خلق مِل گئی انوار نے آتے ہی دو نفل شکرانے کے پڑھے، عصر کے وقت ٹول صاحب کی چٹھی بھی آگئی۔ رات کی نو بجے کی میل سے روانہ ہو کر بارہ بجے شب کے دہلی جا پوہنچے۔ ماں نے جو یکایک لڑکے کے آنے کی سُنی گھبرا گئی، سمجھی کہ خدا خیر کرے، شاید کوئی نئی آفت آئی۔ ابھی پندرہ

دن نہیں ہوئے کہ لڑکا گیا تھا، ایسے جلدی کیسے آگیا، کہیں ایسا تو نہیں کہ بیوی نے جو افیم (افیون) کھالی تھی اُس کا غبار نکالنے آیا ہو۔ رات کو خیر کچھ بات چیت نہیں ہوئی صبح سویرے ہی لڑکے نے آکر نوکری کی خوش خبری سُنائی۔ ماں وہیں سجدے میں گر پڑی۔ "الٰہی تیرا شکر تونے میرے بچے کی محنت ٹھکانے لگائی۔ میرا مُنہ کس قابل تھا" انوار بھوپال جانے کی طیاری کرنے لگا۔ دبی زبان سے بڑی بی نے بہو کے بلانے کو بھی کہا لیکن لڑکے نے کہا کہ "اس وقت تو میں پا بہ رکاب ہوں آنے جانے کا کیا موقع ہے، پرسوں تو میں جانے ہی والا ہوں، اب تو خاموش رہو جب میں چھٹی لے کر آؤں گا دیکھا جائے گا" بڑی بی نے اُسی دن دو من خورمے منگا کر کنبے والوں میں بانٹے اور پچاس مُلّانوں کو کھانا کھلایا۔ سمدھیانے سے بھی کونڈے، تیل ماش اور ٹکے آئے۔ انوار تین دن دہلی میں رہ کر بھوپال روانہ ہوا۔ وہاں جاکر جناب بیگم صاحبہ دام اقبالہا کی خدمتِ اقدس میں باریاب ہوا، نذر گزرانی اور ساتھ ہی اپنی خدمت کا چارج لے کر مامور بکار ہوا۔ اور پھر سرفرازی کی نذر دی۔

اکیسویں فصل ساس کا بہو کو بُلانا سنجیدہ کی ماں کا اُسے سمجھانا اور بیٹی کو نہ بھیج کر داماد ہی کو اپنے گھر بلانا

قدمے رنجہ نما چشم براہت دارم　＊　اے فدائے قدمت بادِ سرِ منزل ما

انوار کو بھوپال میں مامور بکار ہوئے چھ مہینے ہو گئے تھے سرکار عالیہ اُن کے کام سے خوش تھیں۔ ان کا ارادہ ہوا کہ ماں کو اپنے پاس بُلالیں اور اسی غرض سے دو ہفتے کی رُخصت اتفاقی لے کر دہلی گئے۔ ماں سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا "بھلا بیٹا میں بڑھیا ٹھڑیا اب کہاں جاؤں، میں تو یہیں ایک نہ ایک دن مر رہوں گی، تم اپنی بیوی کو لے جاؤ نا۔ اُنھیں الگ گھر کرنے کا ہمیشہ سے ارمان ہے اور بہت دنوں سے وہ میکے میں پڑی بھی ہیں، خُدا نے چاہا تو مزاج بھی درست ہو گیا ہوگا، اور اس طرح بے بیوی کے پردیس

میں اکیلے کیسے گزارا ہوگا۔"

بیٹا۔ اماں میرا تو دل نہیں ٹھکتا، وہ عورت بڑی بد دماغ خود سر اور خود رائے ہے۔

ماں۔ اچھوں کو تو سب ہی نباہتے ہیں، میری جانم (جانب) میں جو بُروں کو نباہے وہ سب سے اچھا ہے

بخشیدن درم نہ بود پیش ما کرم ؛ صاحب کرم کسیست کہ بخشد گناہ را

بیٹا۔ میں تو سو دفعہ اُن کو سمیٹوں مگر وہ رستے پر بھی آئیں ؎

اُن کے تو ہر زہ پن سے ہر ایک کو گلہ ہے ؛ میں جو نباہتا ہوں میرا ہی حوصلہ ہے

اچھا تو آپ ایک موقعہ اور دیجئے اور بلا بھیجئے، یہ بھی کر کے دیکھ لیجئے نا۔

ماں۔ اچھا۔

بڑی بی نے سمدھن کو کہلا بھیجا کہ خیر جو ہوا سو ہوا اُس پر خاک ڈالو، اب کیا کیا جائے، اپنا بچہ اگر اپنے پر چھی چھی کر دے تو دھو ڈالتے ہیں، کوئی اپنی ٹانگ تھوڑی کاٹ ڈالتا ہے۔ ؎

بیک دو روزہ جفا کو روی بروں از دل ؛ کہ سالہا بہ محبّت درو وطن کردی

بہو بیگم کو تم سمجھا بجھا کے بھیج دو لڑکا آیا ہوا ہے۔ رضیہ تو خدا سے چاہتی تھی کہ سنجیدہ اپنے گھر آباد ہو۔ وہ اس کی حرکات ناشائستہ سے نا اُمید ہو چکی تھی، بارے شُکر خدا کا کہ یہ دن پھر آیا لیکن وہ لڑکی کی بے جا ہٹ اور دل کی کپٹ سے واقف تھیں، وہ جان چکی تھیں کہ اس سے نباہ ہونا مشکل ہے، یہ ضرور گھر کھو کر رہے گی، کہاں تک کوئی اس کی بیہودگیوں سے چشم پوشی کرے گا۔ چوں کہ ماں تھی صبر نہ آیا، بیٹی کو ٹھنڈے دل اور نرمی سے سمجھایا۔ "بیٹی! تمہارا یہاں رہنا مجھے خدا نخواستہ کچھ دوبھر نہیں، لیکن ہر لڑکی کا فرض ہے کہ وہ اپنی سُسرال کو اپنا اصل گھر سمجھے اور جس طرح بنے اپنے شوہر، ساس سُسروں، نند بھاوجوں یا یوں کہو کہ سارے سُسرال والوں کے دلوں میں گھر کرے۔

میں تمہاری سب باتوں کو پیار اور محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں مگر دوسرے کو کیا غرض کہ تمہاری کوتاہیوں سے درگزر کرے۔ ضرور نہیں کہ سُسرال کی نئی دُنیا میں سب باتیں ہمارے مزاج کے موافق ہی ہوں لیکن سمجھ دار لڑکیاں دل پر جبر کرتی ہیں اور وہاں کی تکلیفوں کو صبر و استقلال سے انگیز کرتی ہیں۔ میکے کے آرام و آسائش اور لاڈ پیار کو بھول جاؤ اور سُسرال ہی کی ہو رہو۔ ع زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز۔ تم ماشاءاللہ کوئی مُنّھی بچّی نہیں ہو، جاہلِ مطلق نہیں چشم بد دور لکھی پڑھی ہو، آخر وہ لِکھنا پڑھنا کس دن کام آئے گا، خدا رکھے تیسرا برس تمہارے بیاہ کو لگ گیا اب بھی تم نہ سنبھلیں ع آدمی سیکھتا ہی کچھ کھو کر۔ کیا اب ٹھوکر کھا کر بھی تمہارے مزاج کی اصلاح نہ ہو گی، تمہارے ساتھ میں بھی پسی جاتی ہوں۔ کیا تمہاری خانہ بربادی مجھے ایک آن بھاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ کون سی کم بخت ماں ہو گی جو بیٹی کو اُجڑا ہوا دیکھ کر خوش ہو۔ میں اُن ماؤں میں نہیں ہوں کہ تم کو اوندھی سیدھی پٹّی پڑھا کر تمہارا دین و دُنیا تباہ کروں۔ میں تمہاری ماں ہوں، جب مجھے ہی سراسر تمہاری خطا نظر آتی ہے تو تمہاری سُسرال والوں کا کیا کہنا، وہ ایک کو نقطہ لگا کر دس کریں تو عجب نہیں ؎

ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیب است ❊ گُل ست سعدی او در چشمِ دشمناں خار ست

تمہارا میاں تو بس میاں ہی ہے، دُنیا کی ہوا اُسے لگی نہیں، بالکل مودو۔ ایسا داماد چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا، رہیں تمہاری ساس مجھے تو اُن میں کوئی عیب نظر نہیں آتا، پھر خُدا جانے تم سے کیوں اَن بَن رہتی ہے اور ستارہ نہیں مِلتا، بہر حال کچھ بھی ہو تم کو اُنہیں لوگوں میں عمر تیر کرنی ہے ؎

چہ تواں کرد مردماں اینند ❊ با ہمیں مردماں بباید ساخت

وہ لڑکیاں سراسر غلطی پر ہیں جو شوہروں کو اپنی بدمزاجی سے دبانا چاہتی ہیں، جسکا اُلٹا اثر ہوتا ہے، کوئی بیوی بدون سچّی اور مخلصانہ اطاعت و فرماں برداری کے

شوہر کے دل پر قابو نہیں پا سکتی ؎

تواں بلطف و مدارا اسیر کردن دل ✦ بدام و دانہ بگیرند مرغِ دانا را

سیوا کرو جب میوا کھاؤ، پہلے خدمت کرو جب اپنی خدمت کراؤ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ✦ ہر کہ خود را دید او محروم شد

خدا کے بعد شوہر ہی کا رتبہ ہے۔ اب رہی ساس، وہ بھی ماں کی جگہ ہے، جو رتبہ ماں کا وہی ساس کا۔ اب تم اپنے دل میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ تمہارا سلوک ان دونوں کے ساتھ کیسا رہا اور کیا تم نے شوہر کو شوہر کے مرتبے پر رکھا؟ ہرگز نہیں۔ کیا تم نے ساس کو ماں کی جگہ سمجھا؟ کبھی نہیں۔ پھر جیسا تم نے کیا ویسا ہی بھر بھی رہی ہو۔ سنجیدہ! میں تمہاری ماں ہوں، میں نے تمہیں پال پوس کے اتنا بڑا کیا ہے، میرا فرض ہے کہ میں تم کو راہِ راست پر لاؤں۔ دیکھو بیٹی اب بھی کچھ نہیں گیا، تمہارا مرض گو مزمن ہے مگر لا علاج نہیں۔ اماں واری گئی اب بھی اگر تم شوہر کو راضی کر لو اور ساس سے معافی چاہو تو مطلع صاف ہو جائے گا اور یہ کدورت کا غبار چھنٹ جائے گا۔ ورنہ یاد رکھو کہ پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے گا، اور تمہاری تکلیف کو سن کر میری ہڈیاں بھی قبر میں بے چین رہیں گی ؎

جو بوئیں گے تخمِ محبت کو ہم ✦ بہت جلد لائے گا یہ برگ و بار
جو نا اتفاقی کا بوئیں گے بیج ✦ شجر ہو کے ہم کو کرے گا وہ خوار
جو تخمِ صداقت کو بویا تو خوب ✦ کریں گے فراہم زرِ بے شمار
اگر جھوٹ کا بیج بویا تو پھر ✦ پھنسے گی مصیبت میں یہ جانِ زار
بہ ہر حال جو کچھ بھی بوئیں گے ہم ✦ ہمیں اُس کا پھل دے گا پروردگار
نہیں ہم کو معلوم کیا بوئیں گے ✦ کہ ہے حالِ آئندہ رازِ نہاں
محبت محبت کا بدلہ ہے اور ✦ تنفر تنفر کا بدلہ ہے یاں

بدی اور نیکی کے بیجوں کو ہم ٭ یونہیں پھینک دیتے ہیں جا بجا جہاں
مگر خرمنِ آخرت ہے ضرور ٭ بُرا یا بھلا پھل ملے گا وہاں
بہرحال جو کچھ بھی بوئیں گے ہم ٭ ہمیں اُس کا پھل دے گا پروردگار

خیر تو آمدم برسرِ مطلب تم نے سُن لیا ہوگا کہ خدا کے فضل سے تمہارے دولھا نوکر ہو گئے اور نوکر بھی معقول۔ یہ بھی کہاوت تم نے سُنی ہوگی کہ "روزی رزق عورت کی تقدیر کا ہوتا ہے اور آل اولاد مرد کی۔" اب خدا کے فضل سے وہ موقع ہے کہ تم الگ گھر بھی کر سکتی ہو۔ تمہاری ساس نے تمہیں بلایا ہے اور تم کو جانا چاہیئے اور ضرور جانا چاہیئے۔ لیکن میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بے تمہاری مشورت کے ہاں کر لوں، اب کہو کیا کہتی ہو؟"

سنجیدہ ماں کی نصیحت غور سے سُنتی رہی لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس کا دل پسیجا یا نہیں اور اُس نے اپنی خطاؤں کو تسلیم کیا یا نہیں کیوں کہ اصلاح کی توقع اُس سے کی جا سکتی ہے جو اپنی خطاؤں پر نادم ہو اور جو سرے سے اپنے آپ کو خطاوار ہی نہ سمجھے بلکہ اپنے کو برسرِ حق اور دوسرے کو برسرِ ناحق جانے تو ایسی اوندھی سمجھ والے سے کبھی یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ راہِ راست پر آئے گا ؎

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل ہم سر ٭ آتا نہیں فرق اِس کے سوا اُن میں نظر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا ٭ جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنی خبر

سنجیدہ۔ (سوچ کر) آپ کو اختیار ہے اگر آپ مجھے گھر سے نکالنا چاہتی ہیں تو شوق سے نکال دیجیئے خیر خُدا میرا مالک ہے جس نے پیدا کیا ہے وہ پیٹ کو روٹی اور تن ڈھانکنے کو کپڑا تو مقرر دے گا پر دے گا، مگر میرا دل تو ایسا بیزار ہوا ہے کہ میں اُس گھر میں کیا منہ لے کر جاؤں۔

ماں۔ اچھا تو میں تمہارے دولھا ہی کو یہیں بلوا دوں کہ یہ بھی ممکن ہے، تم خود سُلٹ لیتا۔

سنجیدہ نے گردن جھکا لی۔ الخموشی نیم رضا۔

رضیہ نے سمدھن (صالحہ) کو ایک رقعہ لکھا اور وہ یہ ہے۔

رقعہ

ہے باغِ جہاں میں تجھے گر ہمّتِ عالی ؛ کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمردر کو جھکا کر ؛ جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

مخدومہ مکرمۂ من سلامت۔ سلامِ مسنون کے بعد عرض مدعا یہ ہے کہ دولھا میاں کے آنے کی سُن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ الٰہی جم جم نت نت خوشی کی گھڑیاں نصیب ہزاری عمر ہو۔ میں آپ کو دوہری مبارک باد دیتی ہوں، ایک تو نوکری کی دوسری اُن کے بامُراد آنے کی، تھوڑی سی مٹھائی اور کچھ تیل ماش اور صدقے کے ٹکے بھیجتی ہوں ع

گر قبول افتد زہے عزّو شرف

آپ نے لڑکی کو بُلوایا، میں ضرور بھیج دیتی، مجھے عذر کیا ہو سکتا ہے، بیاہ کے بعد سے وہ میری لڑکی نہ رہی آپ کی ہے، آپ یوں سمجھیے کہ خُدا رکھّے تین لڑکیاں آپ کی ہیں اور چوتھی لڑکی نہیں کنیز اور خادمہ یہ ہے۔ میں آپ کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتی ہوں۔ خُدا کی قسم میں نے لڑکی کے حرکات پر بہت نفرینیاں کی ہیں اور اُسے سخت ملامت کی ہے، میں کبھی اُس گستاخی کو گوارا نہیں کر سکتی جو اُس نے آپ کی جناب میں کی ہے، نہ اُن حرکاتِ طفلانہ کو نظرِ استحسان سے دیکھ سکتی ہوں جو وہ شوہر سے کرتی ہے، مگر میرے بس میں صرف سمجھانا ہے، میں اپنا دل اُس کے دل میں کس طرح ڈال دوں۔ لڑکی تو خدا سب کو سلامت رکھّے سو دفعہ آئے گی اور جائے گی مگر جی یہ چاہتا ہے کہ دولھا میاں کو دیکھ کر اپنا دل شاد کروں، کیا اچھّا ہو کہ اگر کل شام کا کھانا وہ یہیں کھائیں اور اپنے ساتھ ہی اپنی دُلہن کو شوق سے سوار کرا لے جائیں۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ والسلام۔ خاکسار۔ رضیہ۔

رقعہ دیکھ صالحہ بیگم نے ماما سے جو رقعہ لائی تھی کہا "اچھا معلوم ہوا، سمدھن سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اِن شاء اللہ کل میں لڑکے کو بعد مغرب ضرور بھیج دوں گی، اطمینانِ خاطر رکھیں۔"

بائیسویں فصل۔ داماد سسرال میں

یا وہ کہ بے ہمارے نہ تھا چین ایک دم ؛ یا یوں ہماری شکل سے بیزار ہو گئے
اب آنکھ اُٹھا کے بھی کبھی دیکھتے نہیں ؛ اللہ اب ہم ایسے گنہگار ہو گئے

انوار جب باہر سے آیا ماں نے ساس کا رقعہ دکھایا اور کہا کہ بس پس وپیش کا مقام نہیں، جانے میں تمہارے کسی طرح کا کلام نہیں۔ انوار نے ماں کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کیا، سسرال جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ بعد مدت داماد کے اپنے گھر آنے کی سُن کر رضیہ کی باچھیں کھل گئیں، منہ مانگی مراد پائی، کھوئی ہوئی چیز ہاتھ آئی۔ سجدۂ شکر بجا لائی، داماد کی دعوت کی طیاری کی، بیٹی کو بنا سنوار عروسِ نوبہار بنا دیا۔ داماد بعد مغرب آیا، کلبۂ احزان کو رشکِ ارم بنایا۔ ساس کو سلام کیا، ساس نے گلے لگا لیا۔ کوٹھے کا رستہ بتایا جہاں شب باشی کا سامان تھا۔ کیوں نہ ہو کہ داماد مہمان تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد دسترخوان بچھا، انواع و اقسام کے پُرتکلف کھانے تھے، یہ سب دل پر چھانے کے بہانے تھے۔ اس کے بعد سنجیدہ نے خرامِ ناز اور محجوبانہ انداز سے کوٹھے پر قدم دھرا، ماما ٹل گئی، میاں بیوی نے مل کر کھانا کھایا۔ میاں بیوی کی باتیں بھلا کون سُن سکتا تھا۔ وہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنجیدہ نے اِس دفعہ تو عقل سے کام لیا، بارے اپنے غصّے کو تھام لیا اور اپنے قصوروں کے اعتراف کے بعد شوہر سے عذر معذرت کی۔ دلوں میں صفائی ہوئی، یہ بڑی عقدہ کشائی ہوئی ؎

جھکی ذرا چشمِ جنگ جو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اُس ملاپ میں ہی جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

صبح سویرے نور کے تڑکے انوار نے اپنے گھر کی راہ لی۔ سنجیدہ نیچے اُتری اور اُسی دن شام کو سُسرال سدھاری۔

تیئیسویں فصل۔ سنجیدہ کا بھوپال میں الگ گھر کر کے رہنا اور گھر کا رنگ ڈھنگ

بس بس کے ہزاروں گھر اُجڑ جاتے ہیں ؛ گڑ گڑ کے علم لاکھوں اُکھڑ جاتے ہیں
آج اِس کی ہے نوبت تو کل اُس کی ہے باری ؛ بن بن کے یونہیں کھیل بگڑ جاتے ہیں

سنجیدہ سُسرال میں پہونچ پائے نیکی کے دم میں تھیں کہ خلافِ معمول ساس سے بخندہ پیشانی ملی۔ اگلی سی رُکاوٹ نہ تھی، نندوں سے بھی لگاوٹ کی باتیں کرنے لگی۔ بھوپال جانے کی طیاری تھی، سارا دن تو سامان کی باندھا بوندھی میں لگا، رات کو میاں بیوی ہنسی خوشی بھوپال سدھارے۔ سنجیدہ کی آرزوئے دیرینہ برآئی، مُنہ مانگی مُراد پائی۔ گھر کی گھر والی بنی۔ خود مختار و مطلق العنان ہوئی۔ اب تک دوسروں کے بھروسے پر زندگی بسر ہوتی تھی، آج سے گھر دار کی اہم دسترگ ذمہ واری گلے پڑی۔ سنجیدہ بے انتہا اپنی حالت پر خوش تھی، زیادہ تر اِس خیال سے کہ ساس نندوں کے جنجال سے نکلی، لیکن اگر سمجھ دار ہوتی تو اس ذمّہ داری کے بارِ گراں سے سرگراں ہو جاتی۔ سمجھی اور غلط سمجھی کہ گھر چلانا گڑیوں کا کھیل ہے۔ ع آں را کہ عقل بیش غمِ روزگار بیش۔ اگر مآل اندیش ہوتی تو کوئین وکٹوریہ کی بات یاد رکھتی، کہ جس وقت صبح سویرے یکا یک آپ کو خوابِ استراحت سے بیدار کر کے خبر دی گئی کہ آپ کے چچا نے انتقال کیا اور آپ ملکۂ انگلینڈ ہوئیں تو یہ خبر سُن کر اپنی کم سنی اور ناتجربہ کاری اور

اس اہم ذمہ داری کا خیال کر کے آبدیدہ ہوئیں اور فرمایا کہ میں اچھی ملکہ بننے کی کوشش کروں گی، خدا ہی کے ہاتھ میری شرم ہے، اور وہی میرا بیڑا پار کرنے والا ہے" گھر بھی ایک چھوٹی سی سلطنت ہے اگر سنجیدہ کو کچھ عقل و شعور ہوتا تو وہ اس بارِ گراں سے خم ہو جاتی لیکن وہ تو گھر چلانا بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتی تھی۔ خیر اب معلوم ہو جائے گا کہ یہ درحقیقت کھیل ہے یا بڑی دلیل۔ وہ یہ نہ سمجھی کہ ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ؛ قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

اُس کی مدِنظر یہ نہ تھا کہ ع جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔ اب جیسا کچھ سنجیدہ نے گھر چلایا آپ دیکھیں گے۔ ہمیں گو ہمیں میداں۔ ہاتھ کنگھن کو آرسی کیا ہے۔ انوار کا گھر اور وہ بھی مردانہ نیا نیا جما ہوا تھا، مگر اب زنانہ ساتھ تھا جس کے لیے بیسیوں قسم کی ضروریات تھیں۔ نئے گھر کے جمانے اور حسنِ ترتیب کے لیے کسی بوڑھی تجربہ کار عورت کا ہونا ضرور تھا لیکن بی سنجیدہ کو یہ کب گوارا تھا کہ ان کے امورِ خانہ داری میں کوئی دوسرا دخیل ہو، اور یہ جیسی سمجھ دار تھیں محتاج بیان نہیں۔ ع۔ دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند۔ خدا ان کو نیک توفیق دے کہ کسی شکایت کا موقع نہ آنے دیں۔ انوار اپنی پوری تنخواہ بیوی کے ہاتھ میں دے دیتا تھا اور یہی سیاہ و سفید کی مالک تھیں، اُس نے حساب کتاب پوچھا نہیں اور بیوی نے کبھی لکھا بھی نہیں، زبانی جمع خرچ تھا، مگر جب دیکھو تنگی ترشی کی شکایت، پندرہ بیس دن مشکل سے کھینچ تان کے خرچ برتج چلتا تھا، پھر قرض کی باری تھی۔ فارغ البالی ایک دن بھی نصیب نہ ہوئی، جب سنو ہاتھ تنگ۔ میاں کی عقل دنگ کہ یا الٰہی دو سَو روپے ہم دو تنوں کو کیا کم ہیں جو رات دن کی یہ اودھم ہے۔ میاں سمجھتے تھے کہ عورتوں کی عادت یوں ہی بلوں بلوں کرنے کی ہوتی ہے۔ کاٹ چھانٹ کر اسی میں پورا ہو جاتا ہو گا۔ قرض و دام کی اُسے کانوں کان خبر بھی نہ تھی۔ ایک دن بیوی نے میاں سے

کہا کہ "بھلا کہیں دو سَو روپلی میں گھر چلتے سُنے ہیں، یہ تو بالائی خرچ میں چٹنی ہو جاتے ہیں، کپڑا لتّا زر زیور الگ رہا"

میاں۔ تم کو کفایت شعاری کرنی چاہیئے، دو سَو روپے ہم دو جانوں کو بہت ہیں، نہ میں کسی سے قرض لوں نہ تم کو قرض لینے کی اجازت دوں۔ قرض بُری بلا ہے، خدا بچائے جس طرح بنے اسی میں پورا کرو، میں تمہارے کارن چوری کرنے سے تو رہا ؎

دامِ بلا ہی قرض پھنسے اور ہوئے شکار ٭ ہی پاس آبرو تو رہو ہوشیار تم
کُٹیا تے ہی رہو گے سدا قرض خواہ سے ٭ اِس ننگ و عار کو نہ کرو اختیار تم
دیکھو یہ قرض وعدہ خلافی نہ دے سکھا ٭ ہو جاؤ گے جہان میں بے اعتبار تم
جب تک وبالِ جان نہ جانو گے قرض کو ٭ ہرگز نہ بن سکو گے کفایت شعار تم
گر دُردِ شا ہوار ملے کوڑیوں کے مول ٭ زنہار بھول کر بھی نہ لینا اُدھار تم
مقروض ہو گئے تو بیادے سے ہو بتر ٭ مانا کہ رکھتے ہو فرس راہوار تم
غالب کہ ریل پر بھی ہو قطعِ سفر محال ٭ جو قرض کے ٹکٹ سے ہوئے ہو سوار تم
کشتی نوح پر بھی چڑھے جو بطورِ قرض ٭ مجھکو یہ خوف ہی کہ نہ پہونچو گے پار تم
مقروض کی نہیں ہی زمانے میں آبرو ٭ یہ اپنے دل میں بات بٹھاؤ ہزار تم
تم جانتے ہو گرچہ بُرا سُود خوار کو ٭ ہے اصل یہ کہ بن گئے بے سُود خوار تم
وہ بندۂ درم سہی، اس کا غلام کون؟ ٭ اپنے ہی دل میں سوچ لو اپنا وقار تم
پھر ہو سکے گا کوئی بھی افسوں نہ کارگر ٭ لقمے کو قرض کے نہ کرو زہر مار تم

بیوی۔ کفایت نہیں تو میں کیا آگے دے کے لُٹوا رہی ہوں یا میں خود چُرا لیتی ہوں؟ بہتیری کتر بیونت کرتی ہوں مگر کسی طرح پورا ہی نہیں پڑتا، میں خود بِک جانے سے تو رہی۔

میاں۔ اچھا تم ایک مہینے کا حساب تو لکھ کر دیکھو، میں تو ذرا دیکھوں کہ کاہے میں

ساری تنخواہ کھپ جاتی ہے۔

بیوی۔ اجی خرچ برچ تو میں اپنے ہاتھ سے ہی اُٹھاتی ہوں، اب رہا حساب کتاب؛ نا صاحب یہ بکھیڑا مجھ سے نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ لو صاحب اب دمڑی دمڑی کا حساب لکھنے بیٹھو، سارا دن اسی میں گنواؤ۔ اچھا جی دو سَو تو تمہاری تنخواہ کے ہوئے اور وہ اوپر کی آمدنی کیا ہوئی؟

میاں۔ (چونک کر) اوپر کی آمدنی کیسی؟

بیوی۔ اے لو تم ایسے بھولے دودھ پیتے بچے، اوپر کی آمدنی تم نہیں جانتے جو مجھ سے پوچھنے بیٹھے ہو، اچھ خوش! دس کا نوکر بھی اوپر سے بیس روپے پیدا کرتا ہے اور آئے دن کے تحفے تحائف الگ اور تم تو ماشاء اللہ بڑے عہدے پر ہو، بالائی آمدنی جتنی بھی ہو تھوڑی ہے۔

میاں۔ لاحول ولا قوۃ۔ تم بھی کیسی نادان ہو، میں رشوت کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ خدا مجھے اِس بلا سے محفوظ رکھے۔

بیوی۔ یہ کیا رشوت ہے؟

میاں۔ ہاں، بے شک رشوت اور کھلے خزانے رشوت اور قطعی حرام۔ اگرچہ سنجیدہ نے کھلے الفاظ میں نہیں کہا مگر اُس کے دل میں یہ خدشہ ضرور تھا کہ اوپر کی آمدنی میں یہ گلچھرے اُڑاتے ہیں، اور اسی میں سے اپنی ماں کو بھی بھیجتے ہوں گے۔ بھلا اس بدگمانی کا کیا علاج؟ ہم نے بڑی کوشش کی کہ یہ معلوم کریں کہ آخر یہ دو سَو روپے کی معتدبہ رقم کدھر غارت ہو جاتی ہے۔ حساب کتاب ہوتا تو ہم واجبی اور ناواجبی خرچ کو جانچ سکتے تھے، مگر یہاں سرے سے لکھنے پڑھنے کا دفتر ہی گاؤ خورد تھا، گرفت ہوتی تو کس طرح؛ مگر ہم نے ٹوہ لی تو معلوم ہوا کہ سرے سے خرچ ہی بہت بے ڈھنگا تھا۔ عورت تھی لاپروا، بدسلیقہ اور فضول خرچ، زبان کا چٹخارہ اور چٹور پن مزید براں۔ ڈنٹ

رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔ جو حساب نہیں رکھتا وہ ہرگز خرچ کو بھی قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ نہ گھر میں ایسی کچھ رونق دکھائی دیتی تھی کہ دو سَو کا خرچ معلوم دے۔ جب خرچ ہی پورا نہ پڑتا تھا تو بچت کہاں سے آئی۔ ع چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں ؟ کنوئیں کی مٹی کنوئیں ہی کو لگ جاتی تھی۔ بال بچے نہیں کہ بہت کر کے اُنہیں کا خرچ ہوتا ہو، لے دے کے دو میاں بیوی اللہ اللہ خیر صلّا۔ اندر ایک ماما باہر ایک نوکر، ایک سائیس، ایک گھوڑا بس یہ کل کائنات تھی۔ سو گھوڑا گاڑی تو سُنا سرکار سے تعینات تھا اور اُس کا خرچ بھی وہیں سے ملتا تھا، پھر خدا جانے یہ خود روپے نگل جاتی تھی یا کس طرح ملیا میٹ کرتی تھی، اس کا حال تو بس سنجیدہ ہی جانے۔ گھر کو دیکھو تو خاک اُڑ رہی تھی۔ باہر مردانے میں تو خیر فرش فروش میز کرسی درست تھیں مگر زنان خانے کی ایسی بُری گت تھی کہ قدم دھرنے کو دل نہ چاہتا تھا۔

نظم

کیا لکھوں میؔر اپنے گھر کا حال ∴ اِس خرابی میں مَیں ہوا پامال
ایک حجرہ جو سب سے ہے اچھا ∴ سُنیئے اب اُس کا حال مجھ سے ذرا
کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک ∴ کہیں جھڑ جھڑ کے ڈھیر سی ہے خاک
کہیں گھونسوں نے کھود ڈالا ہے ∴ کہیں چوہے نے سر نکالا ہے
کہیں گھر ہے کسی بچھوندر کا ∴ شور ہر کونے میں ہے مچھر کا
کہیں مکڑی کے لٹکے ہیں جالے ∴ کہیں جھینگر کے بے مزا نالے
گولے ٹوٹے ہیں طاق پھوٹے ہیں ∴ پتھر اپنی جگہ سے چھوٹے ہیں
کڑی تختے سبھی دھوئیں سے سیاہ ∴ اس کی چھت کی طرف ہمیشہ نگاہ
کبھی کوئی سپولیا ہے پھرے ∴ کبھی چھت سے ہزار پایہ گرے

کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹا ہے ؎ کوئی واسا کہیں سے چھوٹا ہے
اینٹ مٹی کا گھر کے آگے ڈھیر ؎ گرتی جاتی ہی ہوئے ہوئے منڈیر
مٹی اس کی کہیں کہیں تھپکی ؎ جی ڈہا اور چھاتی بھی دھکی
اچھے ہوں گے کھنڈر بھی اس گھر سے ؎ برسے ہی اک خرابی گھر در سے
اُکھڑے پکھڑے کواڑ ٹوٹی وصید ؎ زلفی زنجیر ایک کہنہ حدید
بند رکھتا ہوں در جو گھر میں رہوں ؎ قدر کیا گھر کی جب کہ میں ہی نہ ہوں
گھر بھی پھر ایسا جیسا ہے مذکور ؎ ہے خرابی سے شہر میں مشہور
جس سے پوچھو اُسے بتادے شتاب ؎ ساری بستی میں ہی یہی تو خراب
واں جو ٹپکا تو یاں سرک بیٹھا ؎ یاں جو بھیگا تو واں تنک بیٹھا
کہیں تھالی رکھوں کہیں پیالہ ؎ کہیں ہانڈی کے ٹھیکرے لالا
ٹپکے دو چار جا تو بند کروں ؎ بیچ کوئی لڑاؤں فند کروں
بان جھینگر تمام چاٹ گئے ؎ بھیگ کر بانس پھاٹ پھاٹ گئے
تنکے جاندار ہیں جو بیش وکم ؎ اُن پہ چڑیوں کی جنگ ہی باہم
ایک کھینچے ہے چونچ سے کر زور ؎ ایک لکڑی پہ کر رہی ہے شور
بوریا پھیل کر بچھا نہ کبھو ؎ کونے ہی میں کھڑا رہا یک سو
ڈیوڑھی کی یہ خوبی، در ایسا ؎ چھپّر اس پہ جو چلے کا، گھر ایسا
جنس اعلیٰ کوئی کھٹولا کھاٹ ؎ پائے پٹی رہے ہیں جن کے پھاٹ
کھٹملوں سے سیاہ ہی سو بھی ؎ چین پڑتا نہیں ہی شب کو بھی
شب بچھونا جو میں بچھاتا ہوں ؎ سر پہ روزِ سیاہ لاتا ہوں
کیڑا اک ایک پھر مکوڑا ہے ؎ کھانے کو شام ہی سے دوڑا ہی
ایک چوٹی میں ایک چھنگلی پہ ؎ ایک انگوٹھے پر ایک اُنگلی پہ

گرچہ بہتیروں کو مَسَل مارا ∴ پر مجھے کھٹملوں نے مل مارا
ملتے راتوں کو گھِس گئیں پوریں ∴ ناخنوں کی ہیں لال سب کوریں
ہاتھ تکیئے پہ گہ بچھونے پر ∴ کبھی چادر کے کونے کونے پر
سلسلا یا جو پائنتی کی اور ∴ دہیں سلا کر ایڑیوں کا زور
تو شک ان رگڑوں ہی میں ہے پھاٹی ∴ ایڑیاں یوں رگڑتے ہی کاٹی
جھاڑتے جھاڑتے گیا سب بان ∴ ساری کھاٹوں کی چولیں نکلی ندان
نہ کھٹولا نہ کھاٹ سونے کو ∴ پائے پٹی لگائے کونے کو
سوتے تنہا نہ بان ہیں کھٹمل ∴ آنکھ مُنہ ناک کان میں کھٹمل
ایک ہتیلی میں ایک گھائی میں ∴ سینکڑوں ایک چارپائی میں
ہاتھ کو چین ہو تو کچھ کہیئے ∴ کب تلک یوں ٹٹولتے رہیئے
کوٹھا بوجھل ہوا تھا بیٹھ گیا ∴ پانی جڑ جڑ میں اُس کے میٹھ گیا
کڑی تختہ ہر ایک چھوٹ پڑا ∴ ناگہاں آسمان ٹوٹ پڑا
میں تو حیران کار تھا اپنا ∴ کوئی اُس دم نہ یار تھا اپنا
اینٹ پتّھر تھے مٹّی تھی یکسر ∴ خاک میں مل گیا تھا گھر کا گھر
چرخ کی کج روی نے پیسا تھا ∴ پر خُدا میرا مجھ سے سیدھا تھا
غم ہوا اُس کے دوستداروں کو ∴ پھر بندھا یہ خیال یاروں کو
کہ مری بود و باشش یاں رہے ∴ گو تصرف میں یہ مکاں نہ رہے
شہر میں جا بہم نہ پہنچی کہیں ∴ چار نا چار پھر رہا میں وہیں
اب وہی گھر ہے بے سروسایہ ∴ اور ہوں میں وہی فرومایہ
دن کو ہے دھوپ رات کو ہے اوس ∴ خوابِ راحت ہے یاں سے سو سو کوس
قصّہ کوتہ دن اپنا کھوتا ہوں ∴ رات کے وقت گھر میں ہوتا ہوں

نہ اثر بام کا نہ کچھ در کا ٭ گھر ہی کا ہے کا، نام ہی گھر کا

پیش دالان جو صدر مقام تھا وہاں تو خیر سے ٹاٹ کا فرش تھا جس پر ایک میلی چکٹ لبھائے پڑی جازم (جاجم) بچھی تھی۔ چاندنی بس ماہتاب کی کافی تھی۔ فرش کی چاندنی کا نام بھی نہ تھا البتہ ایک بہنگم ساگاؤ تکیہ جس کا پیٹ بے ایمان کی قبر سے مشابہ تھا ضرور ایک کونے سے لگا ہوا کھڑے کھڑے تھک گیا تھا۔ کہنے کو سفید لٹھے کے غلاف کی پوشش اُس پر تھی مگر دھوبی کا گھر اُس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جس کا مٹیالا رنگ اُس کی خاک نشینی کا ظاہری لفافہ تھا۔ غلاف کا بھی آگا پیچھا یکساں نہ تھا، سامنے کا رُخ صحیح سلامت تھا مگر پشت کی طرف دو بڑے بڑے غیر متساوی الاضلاع شکل کے کالی چھینٹ کے پیوند سفید دھاگے سے لمبے لمبے سلنگے مارے ہوئے تھے جس نے اس کی خوشنمائی کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ نیفے میں ازار بند کی جگہ سُتلی پڑی تھی اور غلاف ایسا چھوٹا تھا کہ دونوں طرف سے اُس نے اِس طرح دانت نکوس دیئے تھے کہ اپنے باطنی اوصاف یعنی میلے روؤڑ کی کثافت کو نمایاں کر دیا تھا۔ وہیں داہنی طرف دیوار سے ملا ہوا ایک نواڑی پلنگ بچھا تھا جس کی نواڑ کھینچم تانی کے عذاب سے محفوظ تھی، اُس کو اُس کی حالت پر چھوڑ کر ایک زمانہ ہوا تھا اِس ڈھیل کا یہ نتیجہ تھا کہ جھولا۔ جو سوئے عین بین گٹھڑی بن جائے، پاؤں پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔ نواڑ جہاں سے ٹوٹ گئی تھی وہیں گرہ دے کر جوڑ دی گئی تھی۔ سینے سلانے میں پھر خدشہ اُدھڑ جانے کا تھا۔ لیٹتے کے ساتھ ہی کمر میں گٹھل اِس طرح چبھنے لگتے تھے جیسے کوئی بن کُٹی سڑک کے روڑوں پر لیٹ گیا، یہ معلوم دیتا تھا کہ پلنگ بچارے میں ڈنبل نمودار ہو گئے ہیں۔ چولیں چرّخ چوں۔ پلنگ کا پلنگ اور بلبجے کا باجہ۔ ذرا سی کروٹ کے ساتھ یہ معلوم ہوتا ہی کہ بھونچال آ گیا۔ پلنگ صاحب خوف سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ پائنتی اونچی

سرا ہنا نیچا۔ جب پایوں کی ناہمواری کی یہ کیفیت تھی تو پردا یوں پر چڑھا کر اُن کو سر چڑھانا فضول۔ کھٹملوں کا ہیڈ کوارٹر۔ بچھونے کی جگہ ایک سُکڑی ہوئی موٹے روڑ کے سوت کی کتی ہوئی بہاڑ گنج کی بُنی ہوئی نیلی دری، اُس پر ایک چیتھڑا، جسے مہذب لوگ چادر کہتے ہیں، اس خوبصورتی سے بچھا ہوا کہ چاروں طرف سے دو دو بالشت دری کھُلی ہوئی تاکہ دیکھنے والے یہ نہ سمجھیں کہ نری چادر بچھی ہوئی ہے۔ ظاہر و باطن نمایاں، تکیئے اوپر تلے ایک چھوڑ دو دو مگر بے جوڑ، ایک چھوٹا ایک بڑا۔ ایک پر لال قند کا غلاف تو دوسرے پر کالی چھینٹ کا، دونوں ایسے معلوم دیتے تھے جیسے سوتیلے بہن بھائی۔ پائنتی چھینٹ کا وہی پُرانا دُھرانا جہیز کا لحاف، جس نے چار جاڑے جھیل لئے مگر اب بھی پنشن نہ ملی۔ جس کی بوٹی بوٹی الگ، اوڑھو تو اندر سے بہارستان کا لُطف آئے، بجنسہ ایسا معلوم دیتا ہے جیسے پھٹا ہوا ابر۔ چونکہ ساری گرمی اور برسات چوہوں کی مِلک رہ چُکا تھا علاوہ جابجا دندانِ موش سے چھلنی ہونے کے اُن کے پیشاب کی گھکراند سے نافۂ مُشک۔ جھاڑو جھٹکو تو برکت ہے یعنی چوہوں کی مینگنیوں کی ہلکی سی پھوار پڑ جائے۔ گرمی کا نام نہیں، سردی کی روک تھام نہیں۔ کہنے کو لحاف مگر غور سے دیکھو تو مطلع صاف۔ جب پلنگ اور بچھونا اِس حُسن و خوبی کا ہے تو پھر پلنگ پوش ڈال کر گویا چاند کو ابر میں چھپانا ہے۔ لہذا پلنگ پوش پلنگ کے پاس پھٹکنے نہ پاتا تھا۔ اجی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے، اس پلنگ کو تو ہم پیرس کی نمائش گاہ میں بھیجنے والے ہیں بشرطیکہ بی سنجیدہ ہمیں مستعار دے دیں۔ آپ کو ہمارے سر کی قسم ذرا اُس کے نیچے جُھک کر تو دیکھیئے کہ پلنگ کیا ہے عمرو عیّار کی زنبیل یا خزانۂ عامرہ ہے۔ سارے گھر کی متفرقات چیزوں کا مخزن ہے، جو چیز کہیں نہ ملے یہاں موجود۔ چیتھڑے۔ پھٹے پُرانے کپڑے۔ دھجیاں۔ لیترے۔ ٹوٹے ہوئے مرتبان۔ آبخورے۔ سکوریاں۔ پتّوں کے دَونے۔

بادام کے چھلکے۔ آم کی گٹھلیاں۔ ترکاری کی چھیلن۔ خربوزے تربوز کے بیج۔ جامن کی گٹھلیاں۔ پان کا اُگال۔ کچھ باسی روٹی کے ٹکڑے۔ ٹوٹی ہوئی چوڑیاں۔ پلنگ کے نیچے داخل۔ خدا اس کے پیٹ کی سمائی کو سلامت رکھے، اوپر گھر والی اور خود بدولت اور نیچے گھر کی دھن دولت۔ مالِ عرب پیش عرب سُنا تھا، مالِ عرب زیر عرب یہاں دیکھ لو۔ طاق ہر بات میں طاق۔ جو چیز ہے بالائے طاق۔ ہر طاق متفرقات کا ایک ڈبہ (مخزن) تھا۔ جو چیز آئی بس طاق میں سمائی ہُس ہُس مرے کان میں گھُس۔ طاق کیا تھے پنساری کی دُکان تھے یا ہر چیز کی کان، صندوق۔ صندوقچی۔ الماری۔ گنجینہ۔ چھینکا۔ قفلی۔ کٹوردان۔ ان طاقوں پر قربان۔ یہ پیش دالان یعنی دارالامان آپ ملاحظہ کر چکے۔ آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر ذرا ہماری خاطر سے چھوٹے دالان کی بھی زیارت سے مشرف ہو لیجئے کہ وہ بھی گھر والی کے سلیقے کی ایک زندہ یادگار ہے۔ فرش ورش تو اس میں تھا وا نہیں، البتہ دو ٹوٹے ہوئے بانس کے جھلنگے پڑے تھے۔ جن میں سے ایک کی کان نکلی ہوئی، ایک پایہ زمین سے اُٹھا ہوا تین ٹکے ہوئے۔ دوسرے کی ادوان ندارد، اور چول ٹوٹی ہوئی۔ پٹیوں سے سیرو اجُدا۔ شاید انہیں کی شان میں کہا گیا ہو کہ "دو ہیں ہیں دائیں بائیں ایک نہیں، سرپانہ (سرابنا) پلنگانہ لو پلنگانہ"۔ جن کی ٹوٹی ہوئی بان کے ٹکڑے بڑ کی ڈاڑھی کی طرح لٹک رہے تھے۔ وہیں سرکنڈوں کا ایک تکیئے دار مونڈھا جس کے سرکنڈے جا بجا سے ٹوٹ کر مُٹھا الگ خستہ حال تھا اور جس کی نشست گاہ کو چوہوں نے کُتر کُتر کر چھلنی کر ڈالا تھا، پڑا ہوا اپنی پامالی اور ناکارگی سے بیزار ہو کر چولھے میں جانے کا ازبس متمنی تھا کیوں کہ کوؤں اور کبوتروں کی بیٹ نے اُسے اُس کے منصبِ نشست گاہ سے مدتیں ہوئیں کہ معزول کر دیا تھا۔ وہیں اُس کی بڑی بہن بی کُرسی خانم بڑی سسک رہی تھیں جن کا مدت سے کوئی پرسانِ حال نہ تھا،

رنگ و روغن اُس کا جا کر زمانہ ہوا تھا بلکہ ایک ٹانگ بھی ٹوٹ گئی تھی جو مرہم پٹّی سے بھی درست نہ ہوئی۔ بید پہلے ہی چھدرا تھا اب کثرتِ استعمال اور بے احتیاطی سے اُس نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ "بھائی تم تو چلے اور مجھ خستہ تن کو کس پر چھوڑ چلے، تم تو چوطھے ہیں جلو اور میں کم بخت بیٹھی رہوں، نہیں بھائی خدا کی قسم میں بھی تمہارے ساتھ ستی ہوں گی۔ جب کوئی ہمارے اچھے بُرے کا پُرسانِ حال نہیں تو اس طرح سڑ سڑ کر مرنے سے ایک دفعہ کا جل مرنا اچھا" اُسی دالان میں جا بجا کچھ ٹوٹے پھوٹے ٹین کے ڈبے اور کنستر، ٹوٹی ہوئی بوتلیں اور شیشیاں۔ ٹوٹے ہوئے مٹکے کے ٹھیکرے اور آبخوروں کے ٹکڑے بھی نہایت آزادی سے چوکیوں کے نیچے پڑے ہوئے تھے اور ایسی سڑاند آ رہی تھی کہ ناک نہ دی جا سکتی تھی، دیکھا تو بی گربہ مسکین نے ایک تازہ چوہے کا شکار کیا تھا جس میں سے آدھا خود کھایا اور آدھا باظہارِ شکریہ گھر والی کے لئے چھوڑ گئی، جس کو چیونٹیاں اور مکوڑے لگ گئے تھے، اور اوپر سے صدہا مکھیاں بھن بھن کر رہی تھیں۔ ایک کھونٹی پر چھاج اور چونکیوں کے نیچے ہی چھلنی بھی پڑی تھی جس میں ہزار چھید۔ گھر والی کے اصولِ موضوعہ میں یہ بات داخل تھی کہ جھاڑو دینے سے گھر میں جھاڑو پھر جاتی ہے یعنی برکت جاتی رہتی ہے اس لئے وہ دالانوں میں بہت کم جھاڑو دلواتی تھیں۔ اب رہی صحن کی جھاڑو، وہ حلال خوری کے رحم و کرم پر موقوف تھی، دو وقتی کو آنا اُس نے مدّتوں سے چھوڑ ہی دیا تھا، رہی جھاڑو بہارو، جب تک حلال خوری کے سر پر سوار نہ ہو اُسے کیا غرض پڑی، البتّہ جمعے کے جمعے روٹی لینے کی خاطر وہ جھاڑو کے ایک دو ہاتھ مار دیا کرتی تھی وہ بھی اس طرح جیسے گنجے کی حجامت، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اور کسی چیز میں چاہے برکت ہو یا نہ ہو مگر کوڑا کرکٹ جدھر نظر اُٹھاؤ موجود تھا اور کونے میں تو اُس نے ڈلاؤ ہی ڈال دیا تھا۔

سارے محلے میں کما کر گھر جاتے وقت وہ اپنا جھاڑو اور ٹوکرا انہیں کی انگنائی کے ایک کونے میں رکھ جایا کرتی تھی۔ باورچی خانے میں منوں کوڑا کرکٹ، زمین ناہموار گڑھے پڑے ہوئے جن میں برتنوں کا دھوون جمع ہوا۔ موری تھی مگر اٹی ہوئی نیلی نیلی سڑی ہوئی کیچڑ بھری ہوئی۔ مکھیوں کی فوج پلی ہوئی۔ پیاز۔ لہسن، تُرئی، آلو۔ اروی کے چھلکے۔ شلجم کے پتے۔ ترکاری کی چھٹن اور اس کے ساتھ کوڑے کرکٹ کا انبار لگا ہوا تھا۔ مکان میں سفیدی ہمارے دیکھتے تو ہوئی نہ تھی مگر ہاں ہم نے اپنے دادا سے لاکلام سُنا تھا، راست و دروغ برگردنِ راوی، کہ جب یہ مکان بنا جب ہی کو بچی پھری تھی۔ روسیاہ باورچی خانے کو سفیدی سے کیا تعلق، خود ماتمی لباس میں تھا، دیواروں پر دھوئیں نے صیقل کر دی تھی، ایسا معلوم دیتا تھا جیسے کول تار کی وارنش کی گئی ہے۔ کڑیاں دھوئیں کی وجہ سے عین بین آبنوس کی معلوم دیتی تھیں، ہر کونے اور تمام کڑیوں میں جالوں کا جال بچھا ہوا تھا، دیگچیوں پر ان کا سایہ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے کوئی کالے بادل کا ٹکڑا گھر میں گھُس آیا۔ ہوا کے جھونکے کے ساتھ ان کا کچھ حصہ کھلی ہوئی دیگچی میں اس طرح چوری چھپے جا داخل ہوتا تھا کہ بیوی کی جانے بلا لوگ اُسے گرم مسالے کا قایم مقام سمجھ کر گلے سے نیچے اُتار لیتے تھے، دیگچیاں بے قلعی تانبا نکلا ہوا، کھانا ایسا کہ صرف دیکھنے ہی سے سیری ہو جائے، آئی اُدائی بھوک بھاگ جائے۔ شوربا لنسوت پانی، لبدھڑا جیسے موری کی کیچڑ، آلو اروی اپنے اصلی رنگ پر قایم۔ ساگ، تریوں، ٹنڈوں کی سبزی برقرار۔ گوشت کا گلانا قسم، جب کھانے بیٹھو پیٹ کا پیٹ بھر جائے اور تماشے کا تماشہ۔ بوٹی کھینچو تو ربڑ کی طرح کھنچ جائے، چھوڑ دو پھٹ سے آ کر ہونٹ کو چمٹ جائے۔ خدا جانے کوئی بھونتا بھانتا بھی تھا یا یوں ہی سوند ساند کر دھر دیتے تھے۔ ہلدی کی بُھکراند، لسّن کی سڑاند جوں کی توں برقرار چھپا تیاپانچا

دیکھو تو سوائے مدوّر کے اقلیدس کی ساری شکلیں بلکہ چاروں مقالے موجود، کوئی تکون مثلث ہی کوئی لمبوتری مستطیل، کوئی چوکھونٹی مربع نما کسی کا ایک کان نکلا ہوا، کسی کو لقوہ مارا ہوا، ادھ کچری یا پتّی ندارد یا جلی ہوئی۔ موٹے ٹکڑ ظن کے کنارے کچّے اور بیچ میں گلگلا سی ٹکیا دھری جیس باورچی خانے میں۔ بیوی بھول کے بھی نہ پھٹکے اور ماما کی رائے پر چھوڑ دے وہاں بامزہ اور بدمزہ کھانے کی بچت، اجی شکر کرو کہ پیٹ میں ٹکڑا بھی پڑ جاتا تھا۔ گھر والی کے مزاج میں ماشاءاللہ قاعدے کی پابندی بہت تھی، اُن کا اصول یہ تھا کہ جیب پکانے پر ماما نوکر ہے، اور تنخواہ لیتی ہی اور ایک موٹی سی ٹکیا الگ چرالے جاتی ہی تو پھر ہم اپنا سر کیوں کھپائیں، پکانا اُس کا فرض ہی اور کھا لینا ہمارا کام۔ میرا بس چلے تو میں ہل کر پانی تک نہ پیوں کھانا کُل کا وہی جو پکا پکایا سامنے آجائے اور ہم چپ چاپ کھالیں اور خدا کا شکر کریں۔ بلکہ مجھے تو ایسی الکساہٹ آتی ہی اور اللہ جانے یہ جی چاہتا ہے کہ کوئی منہ میں نوالے بھی بنا بنا کے دے دے تو کیسی اچھی بات ہو۔ خدا جانے اُن لوگوں کے مزاج میں کیسی کٹ حجتی ہے کہ خدا کے دئے ہوئے رزق میں ہزاروں کیڑے ڈالتے ہیں۔ کوئی کہتا ہو نمک سیٹھا ہی، کوئی کہتا ہو گوشت گلا نہیں، کوئی کہتا ہی مرچ کم ہی، کوئی کہتا ہی گھی کا تر مرا نہیں۔ کھانا نہ ہوا عذابِ جان ہوا کس کس کی فرمائشیں پوری کی جائے۔ یہ لوگ خدا کے کیسے ناشکر بندے ہیں، جبھی تو اللہ نے نپا تُلا رزق اُتارا ہی، اور سالن کی شکل و صورت کی بھی پرچول کرتے ہیں، شوربا لال سُرخ ہو، رنگ روغن ہو، گھی کا تار ہو، یہ سالن ہی کھانے کی چیز جو حلق سے اُترتے ہی کیا بن جاتا ہی، سو سب کو معلوم یا کوئی کپڑا ہی جس کا رنگ روپ دیکھا جائے۔ اگر سالن میں اتفاقاً مکھی پڑ گئی تو گھن آنے لگی، بھینکم پھا کی شروع ہو گئی۔ اور اپنی خبر نہیں کہ پیٹ میں کیا بھرا ہوا ہی۔ ایک دن کا ذکر ہی کہ سالن میں

مکھی نکل آئی اور قیامت مجھ پر توڑی گئی۔ رات دن انسان کو مکھیاں لپٹی رہتی ہیں، مٹھاس کھاؤ مکھی، آم کھاؤ مکھی۔ مکھی سے کون سی جگہ خالی ہے، وہی مکھی غلاظت پر بیٹھتی ہے اور وہی کھانے پر، جب کسی کو گھن نہیں آتی، لیکن اگر سالن میں گر کر وہ بے چاری شہید ہو جائے تو اُس کی یوں مٹی پلید ہو۔ میں جل گئی، میں نے اُن سے کہا کہ اگر مکھی گر بھی گئی تو کیا غضب ٹوٹا۔ ہاتھی کا بچہ تو نہیں گرا جو نہیں نکل سکتا یا اُس کے نکالنے میں کوئی ہاتھی گھوڑے لگتے ہیں، اجی یہی نا نکال کر پھینک دو، بس چھٹی ہوئی۔ اب وہم اِس قدر بڑھ گیا ہے کہ تلی ہوئی پیاز مکھی ہے، اور کالی مرچ بھی مکھی۔ مکھی نہ ہوئی بلائے جان ہوئی۔ خیر مکھی کو جانے دو جان دار چیز ہے لیکن اِس سے بھی بڑھ کے سُنو کہ اگر کوئی بال نکل آیا تو پھر بال کی کھال کھینچی جا رہی ہے اور مجھ پر ناحق کا وبال توڑا جا رہا ہے۔ ارے بھئی یہ تو کوئی جان دار چیز نہیں، پڑ گیا پڑ گیا، کیا کسی نے اپنے سر کا بال جان بوجھ کر نوچ کے تھوڑی ڈال دیا ہے، نکال کر پھینک دو، بس قصّہ پاک، یا تم اِس سے ڈرتے ہو ہوّا ہے بچا ہے تو لاؤ بھئی میں الگ سے نکال دوں اور پھر وہ بال کیا کچھ میرے سر کا ہے جو مجھ پر قیامت ٹوٹ رہی ہے۔ اجی حضرت میں تو اِسی مارے قسم کھانے کو بھی باورچی خانہ میں قدم نہیں دھرتی۔ بال اگر ہے تو اُس ماما چڑیل کا ہوگا۔ کیا میں نے اُسے سکھلا دیا ہے کہ تو سالن میں بال توڑ توڑ کر ڈال دیا کر، اور یوں زبردستی خفا ہونے کو دل چاہتا ہے تو شوق سے ہو لو منع کس نے کیا ہے۔ بھوک تو ہے ہی نہیں، مُفت کا چُھدّا مجھ پر دھر کھانا چھوڑ دیا۔ کوئی پوچھے کہ وقت کے لیے ہم، اجی ایک وقت نہ کھاؤ گے حد دو وقت نہ کھاؤ گے تیسرے وقت تو بال پڑا سالن نہیں شہتیر پڑا ہوا سالن کھاؤ گے پر کھاؤ گے، ہار کے کھاؤ گے جھک مار کے کھاؤ گے۔ بھلا مرد تو ہم جب جانیں کہ کھانا چھوڑا تو بس چھوڑا اور جو چیز نہ چھوٹ سکے، جانے

بھی اپنے تن کے ساتھ لگی ہو تو اُس کا چھوڑنا حماقت۔ پھر خدا معلوم بال سے اتنی نفرت کیوں، اوّل تو اِنسان کے سارے جسم پر لاکھوں بال۔ بال سے ایسی ہی نفرت ہے تو چار ابرو کا صفایا کرو، پھر بال بھی وہ بال جسے زلف کہتے ہیں اور شاعر اُسکی تعریف میں مرے جاتے ہیں۔ اِسی کو "جعدِ مشکیں" بھی کہتے ہیں اور اسی کے صرف ایک بال پر اُبکائیاں بھی لینے لگتے ہیں۔ یہ مردوں ہی کا قول ہے یا میرا؎

مشکیں زلفوں سے مجھ کو کسواؤ ؎ کالے ناگوں سے مجھ کو ڈسواؤ

اب بتلایئے یہ مردوں کی اوندھی مت نہیں تو کیا ہے۔ دسترخوان چھپا ہوا گاڑھے کا میلا چکٹ کہ دیکھے سے قے آئے۔ دسترخوان پر ایک گنوار نے کیا پھبتا ہوا لطیفہ کہا ہے۔ کسی دعوت میں چند گنوار جمع تھے، میزبان پُکار رہے تھے، "ارے ماں پہلے دسترخوان تو لاؤ۔" بہت چیخ پکار کے بعد آخر دسترخوان آیا، گنوار جس کی انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں کہنے لگا "تنک سُو لتو وا کو نام دسترکھوان، ہم سمجھے کوئی کھاں صاحب ہوں گے۔" چینی کی رکابیاں اس گھر میں کیا ٹک سکتی تھیں، تانبے کی رکابیاں طشتریاں قلعی گر کی صورت سے ناواقف البتہ تھیں، صاحب خانہ کے لئے تام چینی کی رکابیاں تھیں، اُن کی چٹیں بھی بار بار آگ پر رکھنے سے اُڑ گئی تھیں، لوٹے گلے بیٹھے، گومڑے پڑے لبسورتے ٹپکتے بدروپ جس میں کھانے پینے اور پاخانے کی کوئی تفریق نہ تھی۔ جس کے ہاتھ جو پڑا کان پکڑا چل دھرا۔ کبھی وہی لوٹا دسترخوان پر ہے تو کبھی پاخانے کے پایہ دان پر۔ گلاس کانچ کے درجنوں ٹوٹ گئے۔ اب الیونیم کا صرف ایک گلاس تھا وہ جیا بچا سے بچا ہوا۔ کنارے کھنڈے ہوئے۔ جو نہ کبھی دھلتا تھا نہ منجھتا چکنائی میں لت پت، سچے پہلے تو جرمن سلور کے تھے، اُن کی جو تقدیر پھوٹی تو چونے اور لال اینٹ کی رگڑائی کی تاب نہ لاسکے، خول اُتر کر نرا پیتل رہ گیا۔ خیر وہ بھی غنیمت تھا مگر اُن پر رانگ کی قلعی کا ایک بھدّا کوٹ ایسا چڑھا اور ایسا بدنما نظر آتا تھا جیسے کالی

صورت پر انگریزی لباس۔ سالن میں نمک کم ہو تو حرفِ شکایت زبان پر لانا کورمکی
میں داخل۔ خدا نے چاہا تو گھر میں وقت پر ایک کنکری نمک کی بھی نہ ملے۔ ماما بازار کو
دوڑے اور دمڑی کا نمک لائے اور جل پر جھپا جھپ پیسے تب تک یہاں کھانا ختم۔
سیلا بچی بے ضرورت معرضِ تخفیف میں۔ سیلاب کا گھر میں کیا کام، وہ اُپلیوں کی
کوٹھڑی میں پڑی بحرِ خجالت میں غرق تھی اُٹھے نہ پر ہاتھ دھولو بشرطیکہ ہاتھ دھونے کی ضرورت ہو۔
وہ بھی ٹھنڈے پانی سے کہ چکنائی کچھ دیر تو رہے کہ لوگ سمجھیں کہ میاں نے تر تبر مال
کھایا ہے اور وہی مثل صادق آئے دلی کی دل والی مُنہ چکنا پیٹ خالی، گاؤں
کے گوپے مُنہ پر خاک پیٹ میں ڈھیلے۔ میاں کے ساتھ تولیے کی بیخ لگی ہوئی تھی،
بیوی کا کرتہ دوپٹہ سلامت سورومالوں اور ہزار تولیوں سے بہتر تولیے کو پانو لئے
لئے پھرو یا ڈھونڈتے پھرو اور یہ غلام مال ہر وقت دست بستہ حاضر، اور پھر اس
سادگی پر ہمارا بھی صاد ہے، کیوں نہ ہو بی سنجیدہ بیگم کی طبع زاد ہے۔ میاں پان کھاتے
ہی نہ تھے، پھر پٹاری یا پاندان کس کے لئے۔ یہ تکلف اور یہ چونچلے امیروں ہی کو زیبا ہیں،
گھر کی بہو بیٹیاں خصوصاً سلیقہ مند ایسا کھٹراگ کب پالتی ہیں، سستے میں کام نکالتی
ہیں۔ اب ذرا پٹاری کی آن بان ملاحظہ ہو۔ جہیز کی پٹاری کو تو اُنھوں نے بوجھل اور
بھدبیسلی ہونے کی وجہ سے عاق کر دیا تھا۔ بلکہ شاید کسیرے کو بلا اُس کے کوڑے
کر ڈالے تھے۔ پندرہ روپے کی پٹاری نئی کوری کی کوری پانچ روپے میں دے ڈالی
اور اس طرح اپنے سر کی بلا ٹالی، اُس کے قائم مقام مُراد آباد کا کشتی نما پاندان تھا
جو مشکل سے سوا بالشت کا تھا۔ پانچ روپے جو پٹاری بچاری کی قربانی کے آئے تھے
اُن میں سے ڈھائی کا یہ پاندان آیا۔ باقی رہے ڈھائی، اُس کی کھائی مٹھائی۔ کیوں
بھائی کیسی میری چترائی، پاندان کا پاندان برقرار اور مُنہ میٹھا ہوا سو گھاتے میں۔
ہاں بی سنجیدہ ماشاء اللہ تمہارا بھی کیا چلن ہے جس پر ہر شخص انگشت بدہن ہے۔

مثل مشہور ہی کہ مرد کے قلمدان اور عورت کے پاندان سے اُس کا سلیقہ ظاہر ہوتا ہے۔ بگردی اُس کے گرد و پیش میں نہ تھی، گنجا اُسے میسر نہ تھا، کھتری ہی گزران کرتی تھی۔ کتھے چونے کی دو کلھیاں کیا تھیں گویا دو بھٹیاری نما سوکنیں تھیں جن میں آئے دن کی لڑائی روز کی کشمکش، ہر چند اُن کے اپنے اپنے گھر الگ تھلگ تھے۔ مگر جب دیکھو مداخلتِ بے جا بخانہ کی مجرم، کلھیوں کے کناروں پر خدا جھوٹ نہ بلوائے چونے کتھے کی ایسی تہ جم گئی تھی کہ اگر قلعی گر کے پالے پڑتیں تو وہ بھی مانجھتے مانجھتے تھک جاتا اور یہ کوٹنگ (تہ) نہ اُترتا۔ جب کلھیوں کی یہ گت تھی تو بچاری چمچیاں کس شمار قطار میں تھیں، ان دونوں کی آئے دن کی لڑائی میں ان کا بھرکس نکل گیا، نہ یہاں قرار نہ وہاں قرار، کبھی کتھے میں سَن گئی ہیں تو کبھی چونے میں بھن گئیں۔ جب دیکھو بھری بھرائی لتھڑی لتھڑائی لہولہان، ان بے چاریوں کی ننھی مُنّی جان عجب خلجان میں تھی، کبھی کتھاان پر دست درازی کرتا تھا تو کبھی چونا چوں نہ کرنے دیتا تھا۔ چھالیا کتر کر رکھنے سے خراب ہو جاتی ہی ایسٹل کر جیتی نہیں، پھر کوئی باریک کھاتا ہی کوئی موٹی اِس لئے ثابت ڈالیاں وہ بھی دو چار سے زیادہ نہیں ایک خانے کے دڑبے میں بند تھیں۔ جو آیا پاندان سرکا دیا۔ دستِ خود دہانِ خود، ورنہ خوری زیانِ خود۔ بھئی کترو اور کھاؤ۔ یہ نہیں کہ پان کھانے کی ضرورت ہو یا نہو ہر وقت سروتہ کھٹک رہا ہی۔ خالی سروتہ کھٹکھٹانے سے لڑائی ہوتی ہی تو پھر سے کیوں نہ ہوا سو بندی لڑائی سے کوسوں دور بھاگتی ہی۔ یہاں خدا خدا کرکے تو اب گھر نصیب ہوا ہی، بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، پھر کھٹک وٹک کا کیا کام۔ سروتہ بے چارہ ابھی چھالیہ کی جنگ میں زخمی ہوکر آیا تھا، وہ اپنے حال زار پر خود روتا تھا۔ بی چھالیہ ایسی چھائیں کہ کتری ہوئی چھالیہ کے چھرّوں کا ایک گراب مارا تو سروتے کا سینہ چھلنی کر دیا۔ دوسری باڑھ ثابت چھالیہ کی گولیوں کی ایسی پڑی

کرس یعنی سربھٹا جیسا اُڑ گیا اور روتے کے روتے رہ گئے۔ آج تک میاں سروتے خاں نے بی چھالیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے مگر زمانہ یکساں کب رہتا ہی۔ کبھی ناؤ گاڑی پے اور کبھی گاڑی ناؤ پے۔ اس کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہوگئی تھی۔ اور انجر پنجر ڈھیلے ہوگئے تھے۔ پیری وصد عیب، ڈنڈی پر کا ہاتھی دانت بڈھوں کے دانتوں کی طرح گر گیا تھا، دو چھوٹی چھوٹی ٹکیلیں باقی رہ گئی تھیں، جو کترتے وقت اُنگلیوں سے دست بوسی کرتی تھیں، کیل ایسی ڈھیلی پڑگئی تھی کہ سروتے خاں ہنڈولے کی طرح اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جیسے ریل پٹری بدلتی ہی جھکولے کھاتے، دھار ایسی کُند کہ نکٹے کی ناک بھی نہ کٹے۔ تھا تو وہ رام پور کا مگر اب پُرانا ہوکر چُور چُور ہوگیا تھا۔ پانوں کے رکھنے کی گنجائش اس پاندان میں جو دہنِ معشوق کی طرح تنگ تھا کہاں تھی، پس یا تو پان مٹکے میں غوطے لگاتے رہتے تھے یا مٹی کی کُنڈالی میں کُنڈلی مارے صافی میں لپٹے لپٹائے شرم سے مُنہ چھپائے پڑے رہتے تھے۔ چوگھڑا الائچی سُنی ہی مگر یہاں دو گھڑا بھی نہ تھی۔ گرم مسالے میں جو بڑی الائچی ہوتی ہی بمصداق ؎ ہمّت از مردم کریم طلب۔ خاک از تودہ کلاں برادر، چھلکوں کے انبار میں بعد تلاشِ بسیار کسی دانا کو اگر ایک دانہ مِل جائے تو ہم اُس کی دانائی کی قسم کھائیں، زردہ زرد روئی کی علامت ہی، تماکو کا استعمال خواہ وہ کسی شکل میں ہو ممنوع پھر تجنیسِ خطّی کے اعتبار سے زردہ یعنی روپیہ دلوائیے۔ چہ خوش بامُنہ لگائی ڈومنی بال بچّوں سمیت آئی۔ یہ مُنہ لگانے کی سزا ہی کہ لگے زر کا مطالبہ کرنے اور ہمارا مقولہ یہ ہی کہ ؎ گر جاں طلبی مضائقہ نیست۔ گر زر طلبی سخن درین ست۔ لہٰذا زر دادن و دردِ سر خریدن پر عمل کرکے پاندان کی قلم رو میں وہ سرے سے داخل ہی نہیں کیا گیا تھا۔ میاں پاندان کے ممیرے بھائی خاصدان کا بھی اِس گھر میں وجود نہ تھا، جب پاندان کے ڈھکنے سے یہ کام چل سکتا تھا تو پھر یہ سراسر بے کار،

البتہ بڑے مواقع پر بی تھالی نکالی جاتی تھیں۔ جو کبھی باہر دوڑی جاتی تھیں کبھی اندر آتی تھیں۔ میاں پاندان کے برادرِ خورد میاں اُگالدان جو اسی خاندان کے اور میاں پاندان کے سگے بھائی تھے مگر بمصداق "سگ باش برادر خورد مباش" بڑے بھائی کے عروج کا کیا پوچھنا، وہ بڑے بڑے امیروں کے منہ چڑھے تھے اور یہ بچارے کمال مذلت میں گرفتار۔ جو شخص دیکھو ان پر تھوکتا تھا۔ سنجیدہ نے اِس بچارے کی حالتِ زار پر رحم کھا کر اسے ایک کونے میں ڈلوا دیا کہ روز کا اس کا صاف کرنا اور مانجھنا ایک ایسی مصیبت تھی جو دھری جائے اور نہ اُٹھائی جائے، لہذا سہل نسخہ جس میں "ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا ہو" یہ تھا کہ یا تو بوریا اُٹھا کر جہاں بیٹھتی تھیں وہیں پچکاری مار دیتی تھیں یا دیوار پر تھوک دیا کہ ساری پیک اوپر سے بہ کر نیچے تک آگئی، یا انگنائی میں تھوک دیا۔ غرض یہ کچھ پاخانہ نہ تھا جو اس کے واسطے کوئی خاص جائے مقرر ہو، جب ضرورت ہوئی جہاں موقعہ بنا تھوک دیا۔ جس طرح زبان پر آئی بات نہیں رُکتی، اُسی طرح مُنہ میں آیا تھوک نہیں تھمتا۔ ان کی پیک سے سفید استرکاری کی دیواریں پختہ چبوترا اور صحن سب چُندڑی بنا ہوا تھا۔ لیکن ہاں اتنی احتیاط تو ضرور تھی کہ صدر دالان کا پاسِ عزت کر کے اُنھوں نے وہاں اُگالدان کا نعم البدل دودھ شریک بھائی ایک مٹی کا گھڑا جس کا دودھ بلی چاٹ گئی تھی راکھ بھر کر اُسی پلنگ کے تلے رکھوا دیا تھا اور وہی اُگالدان سے بہتر کام دیتا تھا۔ اُگالدان حضرت ایسے تنک مزاج ہیں کہ ذرا کوئی بات خلافِ مزاج ہوئی، ذرا کوئی پاس سے گزرا ٹھیس لگی یا نہیں کہ قلابازی کھا گئے، سارا فرش خراب۔ چنانچہ ان کی شرارت کا حال آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ جابجا ان کی قلابازیوں کے نشان موجود ہیں۔ مگر بھئی یہ گھڑا ہے تو مٹی کا لیکن میں اس کی خاکساری کی کیا تعریف کروں۔ نہ اُلٹے نہ پلٹے نہ گرے۔ اِس کا خمیر اور انسان کا خمیر

ایک یعنی مٹی، انسان بھی مٹی سے بنا ہی اور مٹی ہی میں جائے گا۔ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اُگالدان کا غصہ، الہٰی توبہ، جب اُلٹے سالے کا سارا مارا اللہم انگوری اُلٹ دیا بلکہ مع شے زاید اور اس بے چارے میں اوّل تو قوت جاذبہ ہی اور پھر جب راکھ سے اس کا پیٹ بھر دیا تو اِدھر تھوکو اُدھر غائب، نہ اُسے صاف کرانے کی ضرورت ہی نہ منجھوانے کا بکھیڑا۔ اُٹھایا آٹھویں دن وہ بھی دل چاہا تو راکھ پھنکوا دی اور گھڑا بدستور قائم ورنہ اس کی بھی ضرورت نہیں۔ اب صرفے کو ملاحظہ کیجئے۔ تانبا مہنگا، بیتل گراں، پانچ روپے ان کی نذر کرو، جب یہ تشریف لائیں۔ گویا ڈاکٹر صاحب کی فیس ہی کہ پہلے دو بعد بات کرو، ان کو بھی پہلے خریدو جب اِن پر تھوکو اور اگر کچھ زیادہ دن رہے تو آپ ہاتھ پاؤں نکالتے اور ٹپکنے بھی لگتے ہیں۔ یہ بھی سہی جس طرح آج کل کے جنٹلمین صبح اُٹھتے ہی ڈاڑھی صفاچٹ کرتے ہیں۔ یہ حضرت کیا اُن سے کچھ کم ہیں، روز ان کو بھی غسل کراؤ منجھواؤ جب کہیں کام میں لاؤ۔ غرض انہیں باتوں سے میرا ناک میں دم آگیا، میں نے ان سے کہا "ناصاحب مجھ سے تمہارے روز کے نخرے نہیں اُٹھائے جاتے۔ تم اگر رہو گے تو میں تھوکنا ہی چھوڑ دوں گی"۔ اُنھوں نے بہت کچھ عذر معذرت کی کہ "میں آپ کے جہیز کا پُرانا رفیق ہوں، مجھے نہ نکالئے"۔ مگر میں نے اُس موئے کو کھڑے کھڑے نکالا اور اس غریب گھڑے کو اپنی خدمت گزاری میں رکھ لیا۔ کیوں اچھا کیا یا بُرا؟ چائے کا سٹ تو گھر میں تھا نہیں، ہاں چند پیالیاں اور طشتریاں ضرور تھیں، وہ بھی بے جوڑ پیالی سے طشتری ایسی جدا جیسے اپنے میاں سے یہ۔ پیالی سفید کنڈہ ندارد، کنارہ جھڑا ہوا تو طشتری گلابی بال پڑا ہوا طشتری اور پیالیاں دو تین یا شاید چار جو کچھ بھی ہوں اپنی اپنی وضع میں نرالی، کوئی چھوٹی کوئی بڑی۔ دو چمچے جرمن سلور کے جن کا بیتل نکل آیا تھا

اور دو چمچے ٹین کے دیسی بنے ہوئے۔ شکردان ندارد، شکردان کے معنے ظرف برائے داشتن شکر، یہاں رکھنے رکھانے اور سینتنے کا کیا کام۔ یہ کچھ سیونگ بنک تھوڑی ہی کہ اس میں روپیہ جمع ہوتا رہے۔ یہ بھی کوئی بات ہی کہ جس کی نظر پڑی ایک پھنکا مار لیا، اب اس کی حفاظت کرتے بیٹھو۔ گویا ہمیں اور کچھ کام نہیں، بس شکر ہی کو دیکھتے رہیں۔ پھر چینوٹیوں سے کون بچائے جو دم کے دم میں صفایا کر دیں۔ ہم آنکھوں دیکھتے اپنا مال نہیں لٹواتے۔ اسی لئے میں نے یہ طریقہ رکھا ہی کہ بقدر ضرورت روز کی روز شکر بازار سے آئی اور چائے میں پڑ گئی۔ نہ بچی نہ رکھنے کی ضرورت۔ دودھ دان علی ہذا الفضول۔ کیتلی کا کام جب اس کی بڑی بہن دیگچی سے نکل جائے تو پھر دو دو چیزوں کی کیا ضرورت۔ ٹھنڈے پانی کے ساتھ چائے بھی یہ چٹکی بھر ڈال دی جاتی تھی اور وہ اُبلتا رہتا تھا، جب تک کہ اس کا دل چاہا اُبال پر اُبال آتے رہے، بھاپ سائیں سائیں نکلتی رہی، چائے جب کاڑھے کی شکل کی ہو گئی تو اُتار لی اور جب تک وہ بنے بنے ٹھنڈی بھی ہو گئی تو پھر بھوبل پر رکھوا دی کہ گُنگنی ہو جائے۔ چھلنی جس میں بہتر چھید ایک فضول چیز ہے۔ سرے سے چائے کا چھاننا ہی فعل عبث ہی۔ جب اس کا پھوک نکل گیا تو اس میں رہ ہی کیا گیا۔ لہذا دوپٹے سے پکڑ کر ویسے ہی پیالی میں نتھار دی۔ چھٹی ہوئی۔ اگر اس میں چائے کی کچھ پتیاں بھی آ جائیں تو کیا حرج ہی۔ وہ خود تہ نشین ہو جائیں گی، اور اگر تیرتی بھی رہیں تو کیا نقصان۔ اگر مزاج میں زیادہ تکلف ہی اور بن چھنی پسند نہیں تو صافی کافی اور اگر صافی بھی سردست دستیاب نہ ہو تو دوپٹے کا کونا جو خاص اسی کام کے واسطے ریزرو (محفوظ) کیا گیا ہی وہ تو کہیں گیا نہیں۔ بمبئی کی شکر گھلتی نہیں اور وہ مُردوں کی ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہی اور مٹھاس بھی کم، دیسی کھانڈ کے کیا کہنے۔ لبالب تین چمچے بھر کے ڈال دیئے اور اوپر سے تھوڑا سا دودھ، لو صاحب چائے

طیار ہی۔ یہ چائے چائے ہوتی تھی کہ چائے کی چائے اور جوشاندے کا جوشاندہ۔ مزے کا مزہ قایم اور طبّی فائدہ روکھن میں۔ بعض لوگ علاوہ اُبلنے کی کیتلی کے دم دینے کا چاردان الگ رکھتے ہیں۔ تو یہاں کسی کو دم وم (جھانسا) دینا اخلاقی گناہ سمجھا جاتا ہی۔ چائے کے سٹ کے ساتھ کشتی بھی لازم وملزوم سمجھی گئی ہی۔ یوں بڑہانے پر آؤ تو کشتی کیا جہاز بھی رکھا جاسکتا ہی۔ یہاں تو ایک چھبتے سے سارا بیڑا پار ہو جاتا ہی۔ خدا خدا کرکے چائے کی مشکل آسان ہوئی، اب بسکٹ چاہئیں بھلا جس چیز میں بس کُتّا ہوا ہو وہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہی، رہا موا کیک، وہ کیکڑے کی شکل کا مجھے اُس سے نفرت ہی اور پھر صبح کا ناشتہ ہلکا ہونا چاہیئے ورنہ بھوک خراب ہو کر دوپہر کے کھانے میں نقص واقع ہوتا ہی، اس لئے سب سے سیدھا سادا نسخہ رات کی بچی ہوئی باسی روٹی اور تھوڑا سا سالن بشرطیکہ ہو، ورنہ لسن مرچ کی چٹنی تو کہیں گئی نہیں۔ چلو بھئی ناشتہ ختم ؎

اے ذوق تکلّف میں ہی تکلیف سراسر ٭ آرام سے ہیں وہ جو تکلّف نہیں کرتے

پانی غلیظ ناپاک کیڑے پڑے تیر رہے ہیں۔ اللہ میاں کی جان ہیں رہنے دو چھیڑنا نہیں ؎

آہستہ خرام بلکہ مخرام ٭ زیرِ قدمت ہزار جانست

مٹکے کون خالی کرے اور کون دُھوئے دھلائے۔ مٹکوں پر کائی جم کر ایک نیا رنگ زنگاری نکل آیا تھا۔ چینی ندارد۔ کتّے بھی بلا مزاحمت اس نعمتِ الٰہی سے مستفید ہوتے تھے۔ کوڑا کرکٹ گرد سب اندر۔ برتنے اور پینے کا سب ملا جلا۔ پانی پانی سب یکساں، اس میں تفریق کہاں۔ ناریل کا ایک ڈونگا اور ٹین کا ایک ٹوٹا ہوا تامیلیٹ وہ بھی پن چورا۔ گھڑونچی تو تھی نہیں۔ مٹکوں کو اینٹوں کا سہارا لگا دیا تھا۔ ماما ہو سنے ہوئے ہاتھ غڑاپ تامیلیٹ میں پانی پیا سو پیا باقی اُسی میں

اُنڈیل دیا۔ کہ پانی کا اسراف شرعاً منع ہو۔ کھانے کے وقت کسی لوٹے میں پانی بھروا منگوا لیا یا بہت ہوا تو ایک مٹی کی گلا ٹوٹی بدھنی کام میں آئی۔ صراحی، جھجری، بُجھیرا، ٹھلیا سب کی ضرورت رفع ہو گئی۔ غسل خانے کی ضرورت اس وجہ سے نہ تھی کہ سرے سے نہانے ہی کی ضرورت مسلّم نہ تھی۔ پانی نہ صرف ہو گا نہ اللہ میاں کے ہاں حساب دینا ہو گا۔ بیچ بیچ کا نہانا صرف دو مرتبہ کا ہی۔ یا دائی نہلائے یا چارپائی، یہ آئے دن کا نہانا تو بڑی آفت ہی۔ انسان کوئی آبی مخلوق نہیں، ہی جو آئے دن نہائے۔ وہ آدمی کاہے کو ہوا "پَن ڈُبّی" ہوا۔ ان کو بیوتات کی تقسیم پر بھی اعتراض تھا۔ بارہا ہم نے کہتے سُنا کہ "باورچی خانہ۔ حمّام خانہ۔ غسل خانہ۔ تہ خانہ۔ مودی خانہ پاخانہ وغیرہ یہ سب شیخی خوروں کی باتیں ہیں۔ اچھے خاصے گھر کو خانوں خانوں میں تقسیم کر کے کبوتروں کی کابک بنا دینا کون سی عقل مندی کا کام ہی؟" سنجیدہ کی ہر بات کو لوگ بیوقوفی اور حماقت پر ڈال لے جاتے ہیں، وہی مثل ہی کسی کے گھی کے گھڑے کسی کے لئے پتھر پڑے۔ اُس کی ہر بات پر اعتراض ہی اعتراض ہی، اب بھلا بتلائیے تو کسی کے نہانے دھونے پر آپ اعتراض کرنے والے کون؟ اس نے کبھی نہیں نہاتی نہ نہائے۔ تمہاری بلا سے اور اگر وہ روز نہاتی تو تم کہتے صورت چڑیلوں کی دماغ پریوں کے، اب میم صاحب بنی ہیں جو روز نہاتی ہیں۔ غرض دُنیا کسی طرح جینے نہیں دیتی۔ ملاحظہ فرمائیے نہلانے کا کتنا آسان طریقہ تھا کہ جب کبھی مہینے پندرہ دن میں نہانا پڑا وہ بھی گرمیوں میں جاڑوں میں کس کی شامت آئی ہے جو ایسی جرأت کرے۔ ہوا زدگی ہو جائے۔ نیومونیا لیٹ جائے تو آپ ہماری جان کا بیمہ کرتے ہیں؟) تو صحن میں بان کا جھلنگا کھڑا کر لیا اُس کی آڑ میں بیٹھیں سر میں ملتانی مٹی لگا زیر سما نہالیں، دو لوٹے ڈال کھڑی ہو گئیں، اہلِ ہنود کو بھی جمنا میں ڈبکی لگانے میں ذرا دیر لگتی ہو گی اور یہاں اور کاموں میں چاہے سُستی

ہو تو ہو مگر نہانے میں تو وہ پھرتی تھی کہ بدن بھی کچھ بھیگا اور کچھ نہیں کہ نہانا ختم۔ سستی پر اعتراض کو تو خیر ایک حد تک بجا و درست کہہ سکتے ہیں مگر اس پھرتی پر آپ نے کیا پیٹھ ٹھونکی اور کون سا خلعت سرفراز کر دیا۔ شاید آپ لوگوں کو اپنے نہانے پر ناز ہوگا کہ صبح سویرے سے تہہ تڑے میں پانی گرم ہو رہا ہے۔ آنولے بھگوئے گئے ہیں، خوشبو بس رہی ہے۔ آٹھ بجے سے جو جھانوے کی رگڑائی شروع ہوئی تو پورے دو گھنٹے۔ ماما ہے کہ پانچے چڑھائے سر مل رہی ہے، آنولے پڑ رہے ہیں، بال جیسے ناگر موتھا چمبیل چھبیلا ملا جا رہا ہے۔ دوسری عورت بیٹھ مل رہی ہے، بٹنا ملا جا رہا ہے۔ کھیسہ و کیسہ رگڑا جا رہا ہے، میل کی بتیاں کی بتیاں اتر رہی ہیں، پاؤں کے تلوے موٹے جھانوے سے رگڑے جا رہے ہیں۔ بلکہ خود بھی کھردرے پتھر پر رگڑ رہی ہیں۔ اب کنگھی کی باری ہے۔ کبھی موٹی طرف سے ہو رہی ہے کبھی باریک طرف سے، بالوں کے ساتھ یہ بھی الجھ رہی ہیں۔ کان الگ دکھ رہے ہیں۔ خود جز بز ہیں ماما پر غصہ توڑ رہی ہیں، کہ میرا سارا سر چیکٹ گیا، تو نے ایسی بری طرح ملا کہ میرے بھلے چنگے سر میں موئی نامراد نے گلجھڑیاں ڈال دیں۔ کنگھی کے ساتھ جو بال اترے ہیں وہ جمع کر کے افسوس ہو رہا ہے اور افسوس بھی کیسا گویا بنک کا دیوالہ نکل گیا اور اس میں روپیہ ڈوب گیا۔ بالوں کا مرثیہ نہیں نہیں، نوحہ سنیئے۔ "خدا جانے کیا بلا آئی کہ میری لٹیں کی لٹیں اتری جاتی ہیں، چٹیا تو دیکھو بالشت بھر کی رہ گئی، یا میرے بال کمر سے نیچے تک لٹکتے تھے، اور چوٹی ایسی دل دار تھی کہ کیا کہوں۔"

ماما۔ ہاں بیوی ہاں، اب کے دور بیماری کے سبب سے سب بال اتر رہے ہیں۔ آپ مسور کی دال کے پانی سے یا مہندی کے پتوں سے سر دھویا کیجئے، اور تیل برا ہونے سے بھی بال چیکٹ جاتے ہیں۔

بیوی۔ اے تیل کیوں برا ہوتا، ابھی جون پور سے آٹھ روپے سیر کا تو منگوایا ہے، یہاں کا

کچھ پانی ہی خراب ہی جو سر چکٹ جاتا ہی۔

غرض ملوا ملوا کر اور کنگھی گھسیٹ گھسیٹ کر چند پائُرخ کرلی، جب کہیں چین پڑا۔ بے چاریوں نے جس دن سُنا کہ آج بیوی کا غسل ہی سمجھیں کہ آج ہماری جان پر بلا آئی۔ بارہ بج گئے ہیں، میاں کچہری جانے کو طیار ہیں مگر بیوی کے نہانے کی ابھی نصف منزل طے ہوئی ہی۔ ماما پر جھڑکیاں پڑ رہی ہیں "اے بی تم میں کچھ دم بھی ہی؟ کیسے مُردار ہاتھوں سے مل رہی ہو، ذرا دم دار ملو، تمہاری بھی وہی مثل ہے کھاتی ہو بکری طرح سوکھتی ہو لکڑی کی طرح" ماما کے ہاتھ شَل ہو گئے۔ ہانپ رہی ہے، اُس بے چاری کی چوٹی کا پسینہ ایڑی میں اُتر رہا ہی اور دل ہی دل میں کہہ رہی ہے کہ الٰہی توبہ اس ملائی دلائی کو صدقے میں اُتارا تھا۔ ہمارا تو ان کے نہانے سے ناک میں دم ہی۔ میاں نے ڈرتے ڈرتے تقاضا کیا "اے بی اُٹھو نا کب سے تم بیٹھی نہا رہی ہو۔ میرے کچہری جانے کو دیر ہو رہی ہی" بیوی نے ماما سے کہا جا تُو کھانا نکال دے "میرے اُٹھنے میں ابھی دیر ہی" میاں کھا پی کر کچہری سدھارے۔ بیوی نے پانی مانگا۔ ٹھنڈا گرم سمویا گیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی پچاس لوٹے لُنڈھائے جب کہیں غُسل ختم ہوا۔ کھڑاویں پہن باہر نکلیں۔ دھوپ میں بیٹھ بال سُکھانے لگیں۔ آدھ گھنٹہ اُس میں لگا۔ پھر لوبان اور اگر کی دھونی لی گئی۔ آئینے صاحب مع سنگھار دان تشریف لائے۔ چنبیلی کا تیل لگایا گیا۔ پھر کنگھی ہوئی۔ مانگ نکلی۔ جو تقدیر کی طرح ٹیڑھی ہی اور کسی نہج سیدھی نہیں نکلتی۔ کوئی دس دفعہ کی اُلٹ پلٹ کے بعد یہ مرحلہ طے ہوا۔ ماما پھر پکڑی گئی، چوٹی گُندھی بلدار ناپسند ہوئی، کیسی اونچی گُوندھی ہے یہ چوٹی ہی یا دُمچی لٹک رہی ہی، پھر کھولو ذرا کس کر گوندھو۔ پٹا پٹی کا موباف پڑا "اے بی خدا کے واسطے گرہ نہ لگا دینا، اوّل ہی اُن کے دل میں میری طرف سے بل ہی" لال دھاگے سے موباف کا سرا باندھا گیا۔

چوٹی کو ہاتھ سے ٹٹولا، بارے پاس کر دی۔ اب مُنہ کو چکنائی لگ گئی، پھر اُبٹنے سے مُنہ دھویا گیا۔ کپڑے بدلنے کی طیاری شروع ہوئی۔ کھُریا سے دوپٹہ چُنا گیا، جوڑے کی رگ رگ ٹٹولی گئی۔ جب کہیں زیب تن ہوا۔ عطر لگایا کہ اتنے میں تین بجے جب کھانا میسر ہوا۔ ماماؤں بے چاریوں کا نمبر کہیں چار بجے آیا۔ بھلا یہ بھی کوئی نہانا ہی کہ آپ ہلکان اور پرائے پریشان۔ پھر اتنی رگڑائی اور گھٹائی کا نتیجہ؟ جو سانولی تھی سو ہی، ذرا بھی نہ نکھری ؎

بآب زمزم و کوثر نہ تواں کرد سفید ❊ گلیم بختِ کسے را کہ بافتند سیاہ

اب آپ ہی تبلائیے کہ آپ کو کون سا نہانا پسند ہی بی سنجیدہ کا یا ان بیوی کا؟ جس گھر کا باورچی خانہ ایسا غلیظ ہو وہاں کے پاخانے کا کیا دیکھنا تھا۔ یہیں سے بدبُو آرہی ہی۔ وہاں کوئی آدمی تھوڑی رہتا ہی جو صفائی کی ضرورت ہو۔ تھوڑی دیر کو ناک بند کر کے گئے اور نکل آئے چراغ کو اندھیرے گھر کا اُجالا اور دمڑی کا لعل کہتے ہیں۔ سچ ہے جس گھر میں اُجالا نہ ہو اندھیر اگھُپ پڑا ہو وہاں ٹٹولنے کے سوا کیا چارہ ہی اس گھر میں ڈیوڑھی میں میٹھے تیل کا ایک چراغ جلتا تھا جس کی بتّی ایسی باریک کہ گویا تارِ نظر، وہ ایسا جلتا تھا کہ ہوا نہ ہوا برابر۔ طاق میں سے جو اُس کا تیل ٹپک ٹپک کر بہا تھا اور کیٹ جمی تھی اُس کی سیاہی بخت نارسا کی سیاہی سے کچھ کم نہ تھی۔ باورچی خانے میں ایک ڈیوٹ پر ایک ٹھِمی ٹمٹما رہی تھی جو کبھی جلتی تھی کبھی ایسی مدّہم پڑجاتی تھی کہ گویا بُجھ گئی، یہ دونوں ریوڑی والے کے چراغ تھے۔ صدر دالان میں دس لین کا ایک لمپ تو لٹک رہا تھا مگر کلّا خراب چمنی ندارد۔ چمنی بازار سے منگانا اور پھر اُس پر چڑھانا اور آئے دن ان کے ٹوٹنے پھوٹنے اور پھٹ جانے کا روگ اپنی بھلی چنگی جان کو لگانا کس نے بتایا ہے نہ چمنی آئے گی نہ ٹوٹے گی ؎

دردِ سر کے واسطے صندل لگانا ہی مفید ÷ اُس کا گھسنا اور لگانا دردِ سر پہ بھی تو ہی
اب دلّی کی لالٹین پر گزارا ہی جس کا گلوب (حباب) دلِ عاشق کی طرح پارہ پارہ
ہی جس کی مرہم پٹی موٹے کاغذ کی چیپیاں لگا کر کی گئی ہی۔ کلاّ بدزبان عورت کے
کلّے سے بھی بدتر ہی۔ بتّی ہٹیلی عورت کی طرح نہ اوپر چڑھتی ہی نہ نیچے اُترتی، وہیں کے
وہیں سانپ کے سے بل کھاتی رہتی ہی۔ بتّی کترنے کے لئے گھر میں سوائے زبان کی
قینچی کے دوسری نہیں۔ ایک نوک نکلی ہوئی اوپر کو چلی جاتی ہی تو دوسری دبی ہوئی
اندر اُتری جاتی ہی۔ یعنی لیل و نہار کا اُتار چڑھاؤ پیشِ نظر ہے۔ اونچی لو سے آدھے
گلوب کا مُنہ کالا ہو گیا ہی۔ پیندے میں گو کئی دفعہ جھال لگوایا ہی مگر چھلنی کی مثال
ہی۔ تیل ہی کہ بہا چلا جاتا ہی۔ جہاں رکھو اپنی داغ بیل چھوڑتا ہی۔ روشنی برائے نام
ٹمٹمارہی ہی۔ ذرا سے ہوا کے جھونکے میں چراغ گُل پگڑی غائب۔ دیا سلائی کا بکس
ہی تو ضرور مگر خدا جانے کس کونے کھُدرے میں پڑا ہی، وقت پر ملتا نہیں اور مل
بھی گیا تو جلتا نہیں۔ پہلے تو پیسے کے دو والے بکس، جو پانی میں بھگو کر جلانے
کی شرط سے بکتے ہیں مگر جلئے جلاتے نہیں، اور رہا سہا مسالا بھی سیل گیا۔ دیا سلائی
پر دیا سلائی گھسیٹتے جاؤ مگر روشنی ندارد۔ بات تو کچھ بھی نہیں مگر سارے گھر میں اِس
سرے سے اُس سرے تک اندھیرا ہی اندھیرا ہی۔ اناج پانی کا یہ معمول تھا کہ روز
کا روز بازار سے منگانا اور کھانا پکانا۔ نہ باسی بچے نہ کُتّا کھائے، رکھتے سنگوانے میں
چوہے بلّی کا کون عذاب پالے۔ ماماؤں کی دست بُرد سے محفوظ۔ جب اناج ہی سر
سے نہیں تو پھر ترازو بٹّوں کی کیا ضرورت۔ سینے سلانے کا کون کھڑاگ پالے،
جب گلی گلی درزی بھرے پڑے ہیں اور بہت سی عورتیں بھی سلائی کا سیتی ہیں
تو پھر اس دیدہ ریزی کی ضرورت ہ جس کی ناک پر ٹکا دھر دیا وہی سی دے گا،
خدا پیسے کو سلامت رکھے۔ میلے کپڑے تو میلے ہی ہیں یہاں اُجلوں کی پرسش

نہیں تو میلوں کا کیا حساب۔ جہاں جس نے چاہا اُتار دیئے۔ جا بجا بکھرے پڑے رہتے تھے، دھوبن آئی چو طرف سے سمیٹ لائی اور اگر کچھ کسی کونے کھُدرے میں پڑے رہ گئے تو اس دُھلائی میں نہ سہی اگلی دُھلائی میں چلے جائیں گے۔ نہ کپڑے رُلے جاتے ہیں نہ دھوبن بھاگی جاتی ہے، نہ لکھت نہ پڑھت۔ وہ خود گن کر لے گئی اور جتنے اُس کے ایمان میں آئے دے گئی۔ دُنیا کے سارے کام بھروسے اور اعتماد پر چلتے ہیں، یہ کون سا ایسا بڑا کام ہے جس کے لئے کسی خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔ یہ طریقہ ایسا سہل الاصول تھا کہ دھوبن سے کبھی تُو تُو میں میں یا کھٹ کھٹ کی نوبت ہی نہ آتی تھی کہ دو کپڑے چھوڑ آئی یا دو بدل لائی۔ بیگم صاحب کے کپڑے مُڑے تُڑے میلے۔ مسالا ماند گٹھڑیوں میں بندھے رہتے تھے۔ رہے سرکار کے کپڑے، انگریزی وضع کے باہر مردانے میں تھے۔ البتہ کُرتے پائجامے رومال تولئے دُھلنے دُھلانے والے اندر رہتے تھے۔ وہ بھی بے ترتیب گاجر مولی کی طرح، پاجامہ سلامت ہے تو کُرتہ ندارد اور کُرتہ دم دار تو پاجامہ اُدھڑا ہوا۔ کسی میں ازار بند ہے کسی میں نہیں۔ غرض جو چیز ہے وہ اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہے۔ گھر والی بے چاری کبھی اِس میں دخل نہیں دیتی تھیں۔ اُن کو خبر نہ تھی کہ کتنے کپڑے از کار رفتہ ہو گئے اور کیا بننے چاہئیں۔ میاں جمعہ کو کپڑے بدل رہے ہیں، جوڑا طیار ہے۔ نہا دھو لُنگی باندھے ننگے گلے کھڑے ہیں، کُرتے کے بٹن نہیں ملتے، میلے کپڑوں میں لگے چلے گئے، ڈھنڈیا پڑ رہی ہے۔ دھوبن کے گھر آدمی دوڑا گیا، دھوبن ملی نہیں۔ گھاٹ کو چلی گئی۔ اُس وقت بن بٹنوں کا کُرتہ ہی پہننا پڑا۔ پاجامہ ہے مگر ازار بند ندارد۔ بھاگم بھاگ ازار بند نکالا گیا۔ پاجامہ پہنا، دیکھا تو اُدھڑا ہوا، پھر اُتارا۔ سینے کی بخیہ کئی دن سے بے پتہ ہے، تلاش کر کر کے تھک گئیں، ملتی ہی نہیں۔ سی۔ آئی۔ ڈی والے شاید کچھ پتہ لگائیں تو لگے نہیں جاتی۔ ہمسائی کے ہاں سے سوئی دھاگا منگوایا

جب سیا سلایا جس طرح ریاستوں میں آئے دن "سکیم جدید" ہوتی رہتی ہے، اور پھر ہموں آش در کاسہ۔ میاں نے کہا کہ دو وقتہ بازار سے سودا آنا اور پکنا بہت بدنما بات ہی اور اس میں برکت نہیں ہوتی، تم مہینے بھر کا اناج پانی اکھٹا بھر لو۔ سنجیدہ نے کہا "صاحب یہ مصیبت کون مول لے"۔ مگر میاں کے اصرار پر یہ بھی کر کے دیکھا گیا تو دیوالہ ہی نکل گیا۔ اناج کی کوٹھڑی کی مختارِ کل ماما، کنجی اُس کے پاس نکالنا تولنا لینا دینا اُس کے ہاتھ، بیوی بے چاری کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کیا چیز آئی کب آئی اور کتنی اور کس بھاؤ آئی۔ وہی لائی اور اُسی نے سنگوائی، جو کہہ دیا مان لیا۔ یہ حساب کتاب کیا جانیں، ان کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ سیر کی کَے چھٹانک ہوتی ہیں۔ ماما نے کہہ دیا آٹا ہو چکا۔ بیوی نے کہا ہاں ہو چکا ہو گا۔ نوٹ بک اُن کے پاس نہیں کہ معلوم ہو کہ کب کوئی چیز آئی روزانہ خرچ کیا ہی حساب سے کَے دن ہونا تھی ہوئی کَے دن۔ ماما کے قول فعل کی یہ تابع فرمان تھی، ماما کے مزے تھے، ماما کیا تھی اناج کی کوٹھڑی کو ایک گھونس لگ گئی۔ کبھی بیوی کو خیال آگیا۔ اے نبیا کی ماں، گھی کیسے ہو چکا، پرسوں ہی تو میں نے دو روپے کا منگوایا تھا کیا ہوا؟

ماما "اے ہے لو ہوا کیا؟ گھر میں خرچ ہوا، اللہ رکھو خرچ بھی ہی، اور پرسوں کب آیا تھا؟ تم تو بھول جاتی ہو۔ جمعہ جمعہ آج برابر آٹھ دن تو گھی کو آکر ہوئے اور تم کہہ رہی ہو کہ پرسوں آیا۔ میں گھبرا گئی کہ یا اللہ گھی کیا ہوا وہ تو کہو مجھے یاد تھا کہ جمعہ کو آیا ہی، کیوں کہ میں اُس دن گھر جا کر نہائی تھی۔ آپ نے روپے دیئے، میں گھر سے آتے آتے بازار سے لیتی آئی۔ بیوی خدا اُس دن کو بھی نہ رکھے کہ کچھ افراتفری ہو۔ میں خود پھونک پھونک کر قدم دھرتی ہوں کہ کل کلاں کوئی بات دینی نہ آئے اور کوتلوں کی دلّالی میں منہ کالا ہو بیگم آپ لکھ کیوں نہیں لیا کرتی کہ اِس پوچھ گچھ کی نوبت ہی نہ آئے"۔

بیوی- ہاں جی ہاں۔ اب مجھے بھی خیال آگیا۔ میں خدانخواستہ تمہیں چور تھوڑی سمجھتی ہوں۔ ایسا اگر ہوتا تو میں تمہارے سپرد کوٹھڑی ہی کیوں کرتی۔

ماما- اللہ جانے بیوی مجھے تو نمک کی ایک کنکری بھی حرام ہے۔ ہاں پوچھ کے لے لونگی۔ بخشش سَو سَو اور حساب جَو جَو۔ مگر چاہو یہ کہ ایک دانہ چھپا کروں تو یہ تو بڑا بیگم کے ہاں میں بارہ برس رہی، سارا اختیار مختیار (مختار) میرے ہی ہاتھ تھا، بیگم نے سارا گھر مجھ پر چھوڑ رکھا تھا۔ کبھی ایک رتّی کا بھی فرق نہیں آیا۔ بیگم صاحب کو خدا خوش رکھے۔ بڑے اچھے مزاج کی بیوی ہیں مگر اُن کے میاں بڑی بینڈی سمجھ اور جھلّے مزاج کے ہیں، اسی سبب سے تو میں نے اُن کی نوکری چھوڑ دی۔ بیوی پیٹ بُری بلا ہے۔ آخر پھر نوکری کو نکلی، نہیں تو کھاؤں کیا۔ اب تمہارے در پر پڑی ہوں۔ بیٹا کوئی کماؤ میرے نہیں، داماد میرے نہیں۔ دن بھر ٹہل خدمت کرنا اور پیٹ کے دوزخ کو بھرنا۔ اللہ ایمان سلامت رکھے۔ بہت گئی اور تھوڑی رہی۔ اللہ با ایمان اُٹھائے!

اب سنجیدہ کے ذاتی حالات ہم کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ روزانہ خرچ کے روپے پیسے رکھنے کے لئے تو سگرٹ کا ایک ڈبّہ تھا جس کی کُنڈی ندارد اور ایک ترمادی ٹوٹی ہوئی، قفل کی قید سے آزاد۔ اس میں آسانی یہ تھی کہ آگے سے بھی کُھلتا تھا اور پیچھے سے بھی۔ یہ غریب بھی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا، کبھی دالان میں ہے تو کبھی باورچی خانے میں، کبھی طاق میں پڑا ہے تو کبھی غسل خانے میں، جس کا ہاتھ پڑا دو چار پیسے نکال لئے، آج دوّنی غائب ہے تو کل چوّنی ندارد۔ پوچھ کچھ ہو رہی ہے۔ "لے لو ابھی تو میں نے روپیہ بھُنایا تھا، دو پیسے کا سویا پالک کا ساگ آیا۔ پیسے میں ہری مرچیں اور نیبو (لیموں) باقی پیسے میں نے انمّت (پورے کے پورے) رکھ دیئے تھے، خدا جانے کس کم بخت نے میری آنکھوں ہی آنکھوں میں سے ایک دوّنی اس جھپاکے سے

نکال لی کہ مجھ نگوڑی کو خبر تک بھی نہیں۔" پھر باوجود اس علم کے بھی اُس کی اصلاح نہ کی، نہ کچھ بندوبست کیا کہ پھر ایسا نہ ہو۔ آئے دن پیسے جاتے رہتے تھے۔ اِس پر شُبہ۔ اُس پر گمان۔ آخر گھروالی نے بھی اِس ڈبے ہی کو جو واقعی ایک بارِ گراں اور ناحق کی دردِسری تھا چھوڑ کر اُس کا قایم مقام ایک دربیں کا بٹوا ازاربند میں لٹکایا، اُس کا بھی کھولنا بند کرنا اجیرن تھا۔ باز آئے اس کھڑاگ سے، یہ نسخہ ایجادِ بندہ اگرچہ ازہمہ گندہ تھا کہ ازاربند میں پیسے ڈال گرہ لگالی یا اگر یہ بھی دشوار معلوم ہو تو نیفے میں اُڑس لئے۔ حافظے کا یہ حال تھا کہ رات کا کھایا صبح کو یاد نہ رہتا تھا، بھول اِس بلا کی تھی کہ اِدھر کوئی چیز رکھی اُدھر بھول گئیں۔ بیوی کیا تھیں نسیان کا پوٹمنیٹو یا بھول بھلیاں تھیں۔ چنانچہ کُنجیوں ہی کی تلاش میں گھنٹوں گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی ٹھکانا اُن کا ہوتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی مگر یہاں تو اپنا ہی دل کب ٹھکانے سے تھا جو کُنجیوں کی خبر رکھتیں، جہاں جی چاہا چھوڑ دیں۔ کبھی پاندان میں سے ملیں تو کبھی اناج کی کوٹھڑی میں سے اور کبھی میاں پر سے تو کبھی کوٹھے کے زینے میں گری پڑی مل گئیں۔ کبھی کھونٹی پر ٹنگی ہوئی ہیں تو کبھی قفل میں کُنجی لگی کی لگی رہ گئی، اور کُنجیوں ہی پر کیا موقوف تھا جس چیز کو دیکھو کیا مجال کہ وقت پر مِل جائے۔ جب تک سارے صندوق اُلٹ پلٹ نہ کر دو تمام گٹھڑیاں نہ کھولو کیا ممکن کہ کوئی کپڑا مل جائے۔ کرتہ اس گٹھڑی میں سے ملا تو پاجامہ اُس صندوق میں سے تو رومال بغچیہ میں سے۔ موزہ ایک تِنے دانی میں سے نکلا دوسرا پلنگ کی نواڑ میں اُڑسا ہوا ملا۔ تولیہ صندوق کے نیچے سے۔ تکیئے کے غلاف ملتے ہی نہیں۔ خدا جانے کدھر ڈال کر بھول گئیں۔ پلنگ کی چادر توشک میں لپٹ مچان پر پہنچ گئی۔ قینچی کی ضرورت پڑی، سارا گھر تلپٹ کر مارا۔ ٹاٹ اُلٹ کر دیکھ لیا، پلنگ کی نواڑ بھی جھٹکوا لی کیونکہ ایسی چھوٹی موٹی چیزوں کا پاس کے پاس وہی ٹھکانا

تھا۔ غرض کونا کونا چھان مارا مگر کہیں پتہ نہیں۔ خُدا جانے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ ابھی پرسوں ہی تیسرے پہر کو چوکیوں پر بیٹھ کر ناخون (ناخن) کترے تھے۔ بہتیرا حافظے کی مشین کو کُنجی دیتی ہیں مگر یاد نہیں آتا۔ کئی دن کے بعد خیال آیا۔ ماما سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے لو! مجھ کم بخت کی بھول پر پتھر پڑیں، کچھ میرے اوسان تھوڑی دُرست ہیں۔ قینچی کو صبر کر کے بیٹھ رہی تھی، اب سوچتے سوچتے یاد آیا کہ دیکھنا وہ سامنے کوٹھی میں جو کا یک ہے شاید وہاں نہ پڑی ہو، کیوں کہ آج کوئی آٹھ دن ہوئے کہ کبوتروں کے پر کترے تھے۔ بس وہیں بھول گئی، اُٹھانا یاد نہ رہا۔" اب جو دیکھتی ہیں تو راجبس کی نئی قینچی زنگ آلود ہو گئی۔ کبوتر کے پر کترنے سے دھار کُند ہوئی سو ہوئی طُرفہ یہ کہ نوک بھی ٹوٹ گئی۔ زیور کا حال یہ تھا کہ ایک ٹین کے ڈبے میں گاجر مولی کی طرح ٹھُسا ہوا تھا۔ جھومر مر گیا۔ موتی بے آب ہو گئے، اُس کا پنکھا ہوا ہو گیا۔ پازیب کے گھونگرو جھڑ گئے۔ بالیوں کی گونجیں ٹوٹ گئیں۔ پتّے بے پتہ، نوگریوں کے نگ اُکھڑ گئے۔ پونہچیوں کے دانے پچک گئے۔ دُھگدھگی کا کُنڈا ٹوٹ کر الگ لٹک رہا ہے، چنپاکلی کا دوڑا گل گیا۔ مالا کا ڈورا ٹوٹ کر دانے بکھر گئے گِنے تو اکھٹے دس کم، جوشنوں کی گنڈیریاں جو دیکھیں ایک کم، انگوٹھیوں میں سے دو تو پہلے ہی کھو چکی تھیں باقی دو ٹوٹی ہوئی کُندن جھڑی نگ اُکھڑی پڑی تھیں چھلّے ٹیڑھے میڑھے ہو جانے سے ڈال دیئے تھے۔ بجلیوں کا آویزہ کہیں گر گیا تھا۔ جُھلنیوں میں سے ایک کا پتّہ ندارد، ایک کا کانٹا ٹوٹا ہوا، نہ یہ پہننے کے قابل نہ وہ، پاؤں کی چوڑیاں مانگے گئی تھیں آج ڈبہ کھُلا تو یاد آیا، منگوانی بھول گئیں، اب خُدا جانے ملتی بھی ہیں یا نہیں۔ غرض کُل زیور زخمی تھا، مرہم پٹّی کرے تو کون۔ سر چکٹ گیا ہے تیل نہیں پھُلیل نہیں۔ دُھونا دُھلانا نہیں۔ چوٹی موقوف، جوڑا باندھے پھرتی ہیں۔ لونڈیوں کی طرح ہر وقت ہاتھ سر میں چلا جاتا ہے۔ جوئیں کُلبُل کُلبُل رہی ہیں۔

جوؤں کی کوئی قسم نہ تھی جو سر کے عجائب خانے میں پرورش نہیں پاتی تھی۔ لیکھ۔ ڈھک جوں۔ کتا۔ بلا۔ سب موٹی تازی پروردۂ خاص۔ بال بال میں سفید لیکھیں ایسی پڑی جھمک رہی تھیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بال بال موتی پروئے ہیں۔ بال اُلجھا اُلجھا کر گپھا ہو گئے۔ لٹیں ایسی ہیں کہ دم بدم مُنہ پر چلی آتی ہیں ؎

برگد کی جٹائیں بال اُس کے ؛ زنبورِ سیاہ خال اُس کے

خُدا کی شان ایک سر کی بدولت کتنی جانیں پل رہی تھیں۔ یہ نہیں کہ کنگھی گھر میں نہیں، ایک چھوڑ تین تین کنگھیاں ہیں، ایک سر گوندھنے کی ایک سر دھونے کی تیسرے ہونچا جوئیں نکالنے کا۔ کنگھیاں تھیں ضرور مگر سب ان کی عقلمندی پر خندۂ دنداں نما کر رہی تھیں۔ بڈھے پوپلے کی طرح دو دانت ہیں دس ندارد۔ کچھ گر گئے کچھ گرنے کو ہو رہے ہیں۔ کھندانے پڑے میل سے آدھی باڑ اٹی ہوئی۔ اوّل تو سر گندھوانے کی بے چاری کو فرصت نہ ملتی تھی، وہ سر تھا یا کوئی گلے کا ہار جو آئے دن گندھنا رہے، اور جس دن یہ مہم سر ہوئی بس اُترے ہوئے بالوں کا ڈھیر لگ گیا، اور سارے بال اس بے غوری کے نذر ہوئے۔ گنجی ہونے میں بھی ان کو کمال نہ ہوا، اس میں بھی ادھوری ہی رہیں ؎

یہ تو قسمت تھی کہاں کیجئے کچھ کسبِ کمال ؛ بے کمالی میں بھی افسوس میں کامل نہ ہوا

موباف کی اوّل تو ضرورت ہی نہ تھی، وہ چُٹیا ہی کیا تھی جس میں موباف پڑتا۔ بندر بند ریا چلے یان، اُڑ گئی چٹیا رہ گئے کان، اکثر چوٹی کے سرے پر گرہ دے لیا کرتی تھیں، اور اگر کبھی موباف کے نصیب جاگے تو ایک سفید ملگجی سی دھجی ڈلوا لی۔ آئینے بھی کئی تھے مگر سب خستہ حال و پامال، کچھ اندھے ہو گئے تھے، کچھ ٹوٹ پھوٹ گئے تھے ؎

آئینہ اُن کا ٹوٹ گیا میرے ہاتھ سے ؛ اب مُنہ دکھانے کی کوئی صورت نہیں رہی

اب استعمال میں تو صرف ایک ہی آئینہ نظر آتا تھا۔ پہلے تو ہمیں کوئی یہ سمجھائے

کہ آئینہ کس خود بین نے نکالا ہے۔ خود بینی داخلِ عیب ہے اور اپنی صورت آپ دیکھنا کونسی بات ہے اپنی شکل دیکھکر انسان کو غرور و تکبر ہوتا ہے، لہذا سنجیدہ جیسی سادہ مزاج کو آئینہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اب آئینہ ہمارے سامنے ہے کس کی قلعی پارے کی طرح اڑ گئی تھی چھائیاں کثرت سے پڑ گئی تھیں صورت نظر تو آتی تھی مگر مدھم۔ آئینہ دیکھ کر اتنا تو ضرور اطمینان ہو جاتا تھا کہ ہم با ایں ہمہ حماقت جانور نہیں بنے آدمی کے آدمی ہیں۔ آئینے کے حسن صورت کی تکمیل اُس لمبی دراڑ سے ہو گئی تھی جو سر سے پاؤں تک لمبان میں پڑ گئی تھی۔ جس سے آدھوں آدھ میں اُس کی منصفانہ تقسیم ہو گئی تھی ؎

از قضا آئینہ چینی شکست ٭ خوب شد اسبابِ خود بینی شکست

ناخن کاٹنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی، دانتوں کی قینچی کو خدا سلامت رکھے۔ بچوں کی طرح ہر وقت انگلی منہ میں۔ کُتر کُتر کر آدھے آدھے ناخن نذرِ لحد۔ نماز وہ پڑھتی ہی نہ تھیں جو پانچوں وقت منہ دُھلتا رہتا، بلکہ وضو کی ہی زحمت سے وہ نماز سے بھی جی چُراتی تھیں۔ پھر اب منہ دھونے دُھلانے کی ضرورت ہی کیا رہی۔ بھلا شیروں کا منہ کس نے دھویا۔ آنکھ تو کوئی سات ہی بجے کھُل جاتی تھی مگر کروٹیں لیتے لیتے اور اُٹھنے کے ارادے میں آٹھ بجا دیتی تھیں۔ جب کہیں پلنگ سے اُٹھیں، رات کی گلوری جو کلّے میں ٹھسی تھی کچھ چبائی تھی کہ آنکھ لگ گئی، باقی ویسی کی ویسی ڈپازٹ (امانت) میں رہی، صبح سویرے چاہیئے تھا کہ آٹھ دس گھنٹے کے کوفتہ بختہ شب در آب تر داشتہ خمیرے کو تھوک دیتیں لیکن یہ کچھ مالِ مفت نہ تھا کہ یوں رائیگاں جاتا اور کفایت شعاری سے بالکل بعید تھا، لہذا بافراغت زبان کی گردشِ دوری سے پان کی ماہیت کو تحقیق کرنے کے بعد جُگالی شروع کی اور جب تک سارے کا سارا تلچھٹ جو باسی تھوک میں گندھا ہوا اور خمیر شدہ تھا نگل نہ گئیں منہ دھونے کی باری نہ آئی۔ اب انگڑائیاں اور جمائیاں لیتی سُستی اور نیستی

جھاڑتی اُٹھیں۔ قصد تھا کہ غسل خانے میں جا کر مُنہ ہاتھ دھوئیں، مگر آلکسی وہیں سدِّراہ ہوئی اور اُنھیں باورچی خانے کے سامنے جو موری رواں تھی اُس پر پکڑ کر بٹھا دیا۔ اُنھوں نے بھی کہا کہ اِتنی دور کون جائے وہیں پھسل گئیں ؎

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر ٭ اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام ٭ اور پھر کہوں گر آج سے کل جائے تو اچھا
جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے ٭ گر آج کا دن بھی یوں ہی ٹل جائے تو اچھا

ماما دوڑی کہ پٹرا لاؤں، بیوی نے اشارے سے منع کیا اور اکڑوں بیٹھ گئیں، اِس طرح کہ دوپٹے کا آنچل کیچڑ میں لتھڑ گیا۔ منجن کی ڈبیہ تھی مگر خالی جھٹ پاس کے پاس پڑے چولھے میں سے ایک کوئلہ چبا لیا دو اُنگلیاں اُلٹی سیدھی ایک جھپاکے سے ماریں، دانت منجھ گئے۔ لوٹا دُور تھا۔ مٹکے پر سے ڈونگیا ے کُلّی کی تو اس طرح کہ ساری چھینٹیں اوپر، دو چلّو پانی ایک ہاتھ سے مُنہ پر چُپڑ کھڑی ہو گئیں۔ مُنہ پونچھنے کو دوپٹے کا پلّا اُٹھایا تو کیچڑ میں سنا ہوا، کیچڑ کو دیکھ کر "اے ہے آنچل کیچڑ میں بھر گیا، خیر مٹی ہے سوکھ کر جھڑ جائے گی، دھونے سے اور پھیل جائے گی"۔ اُسے ویسی ہی چھوڑ دوسرے پلّے سے مُنہ پونچھ لیا۔ اِس سے تو گربہ مسکین بھی اچھا مُنہ دھو لیتی ہے۔

لکھی پڑھی تو یہ ضرور تھیں مگر نیم حکیم خطرۂ جان و نیم مُلّا خطرۂ ایمان ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند ٭ در جہلِ مرکب ابدالدہر بماند

میں تھیں یا ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند ٭ چار پائے برو کتابے چند

کی زندہ مثال تھیں ؎

ہے مردِ سُخن ساز بھی دُنیا میں عجب چیز ٭ پاؤ گے کبھی فن میں کہیں بند نہ اُس کو
موجود سُخن گو ہوں جہاں واں ہیں طبیب آپ ٭ اور جاتے ہیں بن آپ طبیبوں میں سُخن گو

دونو میں سے کوئی نہ ہو تو آپ ہیں سب کچھ، پر ہیچ ہیں جس وقت کہ موجود ہوں دونو اب جب سے اُنھوں نے گھر دار سنبھالا لکھنے پڑھنے کی اُنہیں فرصت ہی نہ تھی۔ بھلا کہیں بُڈّھے طوطے بھی پڑھتے ہیں۔ قلم دان چوپٹ تھا۔ نہ جس کے چاقو کی تقدیر پھوٹی کہ اُس سے قلم بنانے کا کام نہ لے کر گنڈیریاں چھیلی جاتی تھیں یا ترکاری بنائی جاتی تھی۔ جس کے سبب سے اس میں دندانے پڑکے کچھ کچھ آری سے ملنے جلنے لگا تھا۔ دھار کُند ہونے کی یہ سزا ملتی تھی کہ سل پر رگڑ لیا جاتا تھا۔ کتابوں کا ایک بستہ تھا ضرور، وہ پہلے ہی سے دست و پا شکستہ۔ کتابیں جب سے بیاہ ہوا نکالی ہی نہیں گئیں۔ یہاں دل کی کتاب پڑھنے سے ہی فرصت نہ تھی، کتابوں پر ٹپکے کی وجہ سے پھپوندی چڑھ گئی تھی۔ سیل کر ورق چمٹ گئے تھے، بعض کو چوہے کُتر گئے تھے۔ بعض کو دیمک چھلنی کر گئی تھی۔ جلد جلدی میں کسی کی بندھی نہ تھی۔ جلد بندھ کے شکنجے کی زحمت سے خدا خدا کر کے بچ گئی تھیں تو کیا ہوا اب وہ جزو دان کی چار دیواری میں قید اور ڈوری سے جکڑی ہوئی تھیں۔ کلکتے کے بلیک ہول میں وہ چپقلش نہ ہوگی جو ان کتابوں کو تھی۔ حالت ان کی ناگفتہ بہ، کوئی کتاب داغ دھبّے سے خالی نہیں۔ کسی پر دوات اُلٹ گئی ہے تو کسی پر تیل کا چکتّا پڑا ہوا ہے۔ کسی کا سر ہے تو پیر نہیں۔ اور پیر ہے تو سر نہیں۔ یعنی کچھ ورق شروع کے اور کچھ آخر کے چٹ۔ ٹیس ٹوٹی ہوئی، ورق بکھرے ہوئے۔ پان کھا کھا کے جو ورق اُلٹے ہیں تو کونوں پر پیک کے نشانات کی شہادتِ مادّی موجود۔ دو چار کتابیں ایسی بھی تھیں کہ اُن کے ورق تک نہ کٹے تھے، معلوم دیتا تھا کہ ان بدنصیبوں یا ایک اعتبار سے خوش نصیبوں کو سنجیدہ بیگم کے مطالعے کی عزّت نصیب نہ ہوئی تھی اور ان کے دستِ شفقت سے محروم رہ گئی تھیں۔ کتابوں کی نوعیت سے سنجیدہ کی سنجیدگی اور مذاقِ سلیم کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

چند کتابیں اُس کُتب خانۂ پارینہ کی ہمیں بھی یاد ہیں۔ اندر سبھا۔ گُل بکاؤلی۔ بدرِ منیر سرو بُن سُخن۔ قصۂ سپاہی زادہ، طوطا کہانی۔ فسانۂ عجائب۔ چوہے بلّی نامہ۔ مجموعۂ غزلیات۔ واسوخت امانت۔ مثنوی زہرِ عشق۔ خنجرِ عشق۔ بہارِ عشق۔ لذّتِ عشق۔ قصۂ لیلیٰ مجنون۔ یوسف زلیخائے اُردو۔ بہارِ دانش۔ اور خدا جانے کون کون سی مزخرفات کتابیں تھیں یا اُس جزودان میں سانپ بچھو بھرے تھے ؎

از بروں چوں گورِ کافر پُر حُلل ٭ اندروں قہرِ خدائے عزّ وجل

آپ نے سنجیدہ کی لائف (زندگی) کا خاکہ ملاحظہ فرمالیا۔ اس میں کچھ مبالغہ ضرور ہے لیکن حشو و زوائد کے حذف کے بعد بھی جو کچھ باقی رہتا ہو وہ بھی زندگی تلخ کرنے کو کافی سے زیادہ ہو۔ پس جس گھر میں ایسا طوفانِ بے تمیزی برپا ہو اُس کی خستہ حالی اور ابتری کا کیا پوچھنا ہو۔ عدم نگرانی اندھا دھند خرچ اُٹھانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ چُپکے چُپکے قرض بڑھتا گیا جس کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی اور سود بٹہ الگ۔

نظم

سرِ رہ راہ کے بیٹھا تھا اک گدائے ظریف ٭ جہاں سے ہو کے گزرتے تھے سب صغیر و کبیر
ہر اک سے ایک درم مانگتا تھا بے کم و بیش ٭ سخی ہو اس میں کہ ممسک، غریب ہو کہ امیر
فضول خرچ تھا بستی میں ایک دولت مند ٭ کہ جس کا نہ تھا کوئی اسراف میں شبیہ و نظیر
ہوا جو ایک دن اُس راہ سے گزر اُس کا ٭ درم اک اُس نے بھی چاہا کہ کیجے نذرِ فقیر
کہا فقیر نے، گو اپنی یہ نہیں عادت ٭ کہ لیں درم سے زیادہ کسی سے ایک شعیر
پہ لوں گا آپ سے میں پانچ کم سے کم دینار ٭ کہ دولت آپ کی پاتا ہوں میں زوال پذیر
یہی اللّے تللّے رہے تو آپ کو بھی ٭ ہماری طرح سے ہونا ہو ایک روز فقیر
سو وقت ہی پہ لینے کا خود بدولت سے ٭ دکھائیے دیکھیے پھر اسکے بعد کیا گیا تقدیر (حالی)

سنجیدہ کو اِس کا احساس نہ تھا، رہا میاں اُس نے اپنی جان کی خیر اِس بے تعلقی ہی میں دیکھی تھی، وہ سمجھتا تھا کہ بُری یا بھلی کسی طرح بھی گھر چل رہا ہے۔ ع

مرا از خیرِ تو اُمید نیست شر مرساں

اُسے درحقیقت پوست کندہ حالات کی خبر نہ تھی، نہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس درجے تباہی اور بربادی پر نوبت پہونچی ہے۔ اُس سے بہتر سنجیدہ کی کوتاہیوں کو کوئی جان نہیں سکتا تھا مگر بایں ہمہ وہ اصلاح سے معذور تھا۔ وہ چوکڑی بھولا ہوا تھا۔ اور اُس سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی، اس لئے اُس نے سنجیدہ کو اُس کے حال پر مجبوراً چھوڑ دیا تھا۔ چوں کہ میاں بیوی کے مزاج میں آسمان و زمین کا فرق تھا اور سنجیدہ کا کوئی کام شوہر کی مرضی کے موافق نہ تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ میاں بیوی میں کُھلی عداوت گو نہ تھی مگر دلی کدورت اور تنفر تو ضرور تھا۔ سنجیدہ میاں کی بددلی اور رکاوٹ کو لگائی بُجھائی پر محمول کرتی تھی۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ از ماست کہ بر ماست۔ عورتوں کے نزدیک ساری بدمزگیوں کا علاج لیس نے دے کے ایک تعویذ گنڈا ہی ہے جس میں صدہا روپے برباد ہوتے ہیں۔ فقیروں اور چلتے ہوئے عالموں کے پھندے میں پھنس کر اپنی جان تک پیچ ڈالتی ہیں اور آخر کار سوائے ندامت اور افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اس طرح یکے نقصانِ مایہ دوم شماتتِ ہمسایہ سے انگشت نما ہو جاتی ہیں۔ شادی کو جو تھا برس لگ گیا تھا، بال بچّہ کوئی ہوا نہ تھا، میاں بیوی دونوں کو جائز طور پر اولاد کی تمنّا تھی۔ اولاد سے مردوں کا نام چلتا ہے اور عورتوں کا پلّہ بھاری ہوتا ہے۔ چاہیئے یہ تھا کہ باقاعدہ علاج کراتیں۔ لیکن یہاں تو یہ سر میں سمائی تھی کہ آسیب کا عمل ہے یا کسی نے کوکھ باندھ دی ہے کیونکہ عورتوں کے دماغ میں ایسے ہی لغو اور مہمل خیالات اُتارے جاتے ہیں جو ناقص تعلیم کا نتیجہ ہے۔ غافل اور لاپروا گھر والیوں کے نوکروں کا جو حال ہونا چاہیئے وہی ان کی ماما کا بھی تھا۔ آہستہ آہستہ اُس نے

گھر کی بنیاد کھود کر کھوکھلا کر ہی دیا تھا۔ اب صرف اِس بات کی دیر تھی کہ یہ عمارت جو ماما کے سہارے کھڑی تھی دھڑام سے گر پڑے۔ جس ماما کا اتنا رسوخ اور مزاج میں اس درجے درخور ہو اُس کے مزاج کا کیا پوچھنا۔ ماما نے گھر والی کو اپنی مٹھی میں لے لیا تھا اور اس درجے حاوی ہو گئی تھی کہ سنجیدہ کا اب اُس کے پھندے سے نکلنا محال تھا۔

چوبیسویں فصل۔ ماما کا بچّے کیلئے گنڈا تعویذ کرانیکے بہانے سے پانسو روپے کے کڑوں کی جوڑی ہضم کرنا

کم ہوں گے اس بساط میں ہم سے بھی بدقمار ٭ جو چال ہم چلے سو نہایت بُری چلے

اب اِس ماما حرّافہ نے اور ایک جال بچھایا اور از راہِ ہمدردی و خیر خواہی سنجیدہ کو بال بچّہ ہونے کا علاج کرنے پر ابھارا اور کہا کہ بیگم! خدا کا دیا گھر میں سب کچھ ہے مگر کیا بات ہے جو اب تک تمہارے ہاں بال بچّہ نہیں ہوا۔ ماشاء اللہ جان جوان ہو۔ اب تک تو کئی بچّے ہونا تھے، اور گھر کی سوبھا تو بیوی بچّوں ہی سے ہوتی ہے۔ اے وہ گھر ہی کیا جس میں بچّہ نہ ہو، اور یہی وجہ ہے جو سرکار کا رُخ بھی تمہاری طرف سے پھرا ہوا ہے، میں بھی کہوں کہ کیا بات ہے، اب بھید کھُلا نا۔

سنجیدہ۔ (ٹھنڈا سانس بھر کے) یہ بھی میری تقدیر!

ماما۔ ہر کام کے لئے تدبیر بھی تو شرط ہے، اگر صرف تقدیر کے بھروسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں تو دُنیا کے سارے کام اَینڈ رہ جائیں، جب تک بچّہ نہ روئے ماں بھی دودھ نہیں دیتی۔

سنجیدہ۔ پھر میں کیا تدبیر کروں، میرا یہاں کون بیٹھا ہے جو کچھ کرے دھرے۔

ماما۔ بیوی بنّو! میں اگرچہ کسی قابل نہیں مگر جہاں تمہارا پسینہ گرے میں اپنا خون

بہانے کو موجود ہوں۔ آپ کے ہاں نوکر رہنے سے پہلے میں سروار بیگم کے پاس نوکر تھی۔ شاید میں آپ سے ذکر بھی کر چکی ہوں مدتوں اُن کے ہاں رہی۔ کبھی گھر والی نے خدا اُنہیں خوش رکھے آدھی بات تک نہیں کہی مگر نواب صاحب کا مزاج کچھ ایسا تھا کہ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ آپ جائیں جو اپنی ہڈیاں رات دن پیلے گا وہ کسی کی آدھی بات سُننے کا کیوں روادار ہونے لگا۔ میں نے اُن کی نوکری کو بس ذرا سی بات پہ سلام کیا۔ خدا ہاتھ پاؤں چلتے رکھے، نوکریوں کی کیا کمی، جس کی خدمت کروں گی دو روٹیاں مل ہی جائیں گی۔ خدا بھوکا اُٹھاتا ہے مگر بھوکا سُلاتا نہیں ۔ اب تمہارے ہاں میرا رزق اُترا تھا یہاں آگئی۔ بیگم صاحب اب بھی بُلا رہی ہیں بہت منتیں کرتی ہیں مگر میں کہتی ہوں کہ چھوڑے گاؤں کا کیا پیچھے ناؤں۔ بس اب میرا دل اُکھڑ گیا، اگر وہ سونے کی بھی بن جائیں تو میں نہ جاؤں۔ ہاں تو واری جاؤں اُن کی بڑی لڑکی کو دس برس ہو گئے تھے مگر اولاد نہ ہوئی اور نہیں تو ابھی کچھ ایسی دیر بھی نہیں لگی۔ میں نے اُن کا اس طرح علاج کرایا کہ آج تک کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔ بس خدا نے میری محنت ٹھکانے لگائی کہ اُن کے ہاں چاند سا بیٹا دیا۔ پھر تو اوپر تلے کئی بچے ہوئے۔ خُدا اُن کی گود بھری رکھے۔

سنجیدہ۔ اچھی تو تم نے کیا علاج کروایا تھا مجھے بھی کرا دو۔

ماما۔ ہاں دیکھو! میں کسی دن جا کر خبر لاؤں گی، خدا جانے وہ شاہ صاحب ہیں بھی یا کہیں چلے گئے، اگر ہوئے تو میں سر آنکھوں سے تمہارا کام کرا دوں گی۔ ماما کی گفتگو سرود بہ ستاں یاد دہانیدن تھی، بس ان کو تو اس کی لَو لگ گئی، روز ماما پر تقاضا اور وہ ہے کہ شوق بڑھانے کو ٹالے بالے دے رہی ہے "ہاں بیوی کیا کہوں کمبخت دم لینے کی مہلت نہیں،" آج کیا دن ہے، (خود سوچ کر) بدھ انشاء اللہ کل جمعرات کو ضرور جاؤں گی۔ لیکن پھر بھی کئی دن جُھلاتی رہی آخر ایک دن آ کر یہ شگوفہ چھوڑ دیا کہیں گئی تشریف گئی تھی شاہ صاحب

تو ملے نہیں، معلوم ہوا کہ پیران کلیر عرس شریف میں گئی ہوئی ہیں مگر آج آنے کی خبر ہے اور اگر آج نہ آئے تو کل تو ضرور ہی آجائیں گے۔ میں کہہ آئی ہوں۔ خبر ملتے ہی ان شاء اللہ سو کام چھوڑ دوں گی اور جاؤں گی۔" ماما نے اور ایک بندھر واڑے کی لمبی تانی۔ سنجیدہ روز یادہانی کرتی تھی۔ جب ماما نے دیکھ لیا کہ اب یہ بیوقوف اچھی طرح میرے ہتّے چڑھ گئی ہے تو ایک دن دروازے ہی سے مسکراتی آئیں۔ چھوٹے دالانوں میں بُرقعہ چھوڑ، پلک جھپک سنجیدہ کے پاس پونہچ۔ "لو بیوی! مبارک شاہ صاحب رات آگئے!"

سنجیدہ۔ (اُچھل پڑی) آگئے؟ الٰہی تیرا شکر! اے بس اب جلدی کرو۔

ماما۔ ہاں میرے خود تلووں سے لگی ہے۔ آج رات کو ضرور جاؤں گی۔ دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ علاج ذرا مشکل سے کرتے ہیں، کبھی کسی معاملے میں ہاتھ نہیں ڈالتے، لالچ انہیں ہے نہیں، ایک ہو دو ہو کس کس کی سُنیں، کوئی اولاد مانگتا ہے کوئی نوکری چاہتا ہے، کسی کا میاں چھوڑ بیٹھا ہے، کوئی گھر چھوڑ کے نکل گیا ہے۔ لوگ ستاتے بھی بہت ہیں، جب بہت گھبرا جاتے ہیں تو جھڑک بھی دیتے ہیں۔ مجھے اُن کی رکان خوب معلوم ہے، سوفتے میں جاؤں گی اور جس طرح بھی بنے گا خوشامد درآمد کر کے ہاتھ پاؤں جوڑ کے انہیں راضی کر لوں گی اور جو انھوں نے ہاں کر لی تو لبس فتح ہے، کام بن گیا۔ اور تھوڑا بہت جو کچھ خرچ ہو گا وہ میرے کہنے کی کیا ضرورت آپ خود سوچ سمجھ کے دیں ہی گی۔ نواب کی بیٹی نے جو روپے کو ٹھیکری کر دیا تھا، اُن کی اور بات ہے، وہ بڑے حوصلے اور جگرے کی عورتیں ہیں، اُن کی ریس تو بھلا کوئی کیا کر سکے گا۔ آپ کا کام ان شاء اللہ تعالیٰ کوڑیوں ہی میں ہو جائے گا۔

سنجیدہ۔ آخر کیا خرچ ہو گا؟

ماما۔ اے مجھے کیا معلوم، پوچھوں گی۔

پھر چند دن کا وقفہ دے کر ماما نے کہا کہ "میں نے حضرت سے عرض کیا تھا پہلے تو توجہ ہی نہیں کی، جب میں قدموں میں گر پڑی اور بہت روئی تو میرا سر قدموں میں سے اُٹھا کر کہا۔ "بول مائی۔ کیا مانگتی ہے۔ مانگ" میں نے کہا "حضور! میری بیوی کے ہاں بیٹا ہو" فرمایا "جا مولا کے حکم سے ہو جائے گا" میں نے سلام کیا اور کہا کہ "یہ غریب آدمی ہیں، ان پر کرم کی نظر رہے"

شاہ صاحب۔ مائی فقیر کو تو سوائے کملی اور پاؤ بھر آٹے کے کچھ چاہیئے نہیں، بس درگاہ کا شامیانہ بنوادے، پھر فتح ہی فتح ہے۔

سنجیدہ۔ اور وہ شامیانہ کتنے میں بنے گا؟

ماما۔ اے بیگم صاحب بھوپال نے جو بڑا شامیانہ بنوادیا ہے وہ تو کوئی پندرہ بیس ہزار کا ہوگا، یہ تو چھوٹا سا شامیانہ درگاہ کے پیش میں چاہیئے، اُسے کچھ بہت نہیں اگر کفایت سے بنوایا جائے تو پانسو روپے لگیں گے۔

سنجیدہ پانسو کا نام سُنکر غوطہ میں گئی اور کہا کہ "پانسو روپے تو میرے پاس ہیں نہیں، ہاں یہ میرے ہاتھوں کے کڑے ہیں۔ ان کو بیچ ڈالو اور دے دو"

ماما۔ اچھا خیر کیا مضائقہ ہے۔ گہنا پاتا تو اسی دن کے واسطے ہوتا ہے۔ جو چیز اپنے کام نہ آئے وہ کس کام کی۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان، روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے۔ خدا وہ دن کرے کہ تمہاری گود بھرے۔ ایسے ایسے بہت سے کڑے بن جائیں گے۔ خدا ساتھ خیر کے سب کی سلامتی ہے۔ بھاگوان گھڑی تو لائے!

ماما کڑے لے چنپت ہوئی اور بازار میں جاتے ہی پچیس روپے تولہ کے در کے پندرہ روپے کے حساب سے بیچ اپنے گھر جا داخل ہوئی۔ دوسرے دن ان کو ایک آدھ سیر کالا دانہ ایک تعویذ کچھ پلیتے (فتیلے) ایک کچے نیلے سوت کے سات تاروں کا گنڈا لا حوالے کیا۔ آپ یوں سمجھئے کہ پانسو میں یہ چیزیں خریدیں سو

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتئی ٭ نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

نہادھو انھوں نے بسم اللہ کر گنڈا باندھ، تعویذ گلے میں ڈال لیا۔ کالے دانوں اور پلیتوں کی دو وقتہ دھونی دینے لگیں۔ دن جاتے کیا دیر لگتی ہی۔ چلاّ پورا ہونے آیا۔ ماما سمجھی کہ اب بوریا بدھنا سنبھالنا چاہیئے۔ ورنہ خیر نہیں۔ مگر یوں خالی خولی چلی گئی تو بات ہی کیا ہوئی۔ لاؤ چلتے چلاتے ایک کاری ہاتھ اور لگاؤ سہ

جان دیکھی تنِ بسمل میں جو آتے جاتے ٭ اور جیر کا دیا جلا دنے جاتے جاتے

پچیسویں فصل۔ ماما کا سارے کا سارا زیور لے کر غائب ہو جانا

کسی کی قسمت میں ہر غم ہی کسی کو وصل مدنظر ہے ٭ وہی بنائے وہی بگاڑے اُسی کی قدرت کا کھیل سب ہے

کوٹھڑی کے کواڑ تو دن رات چوپٹ کھُلے ہی رہتے تھے۔ قفل لگانے کی سرے سے عادت ہی نہ تھی جس کا دل چاہا اندر گھُس گیا کبھی چھالیا نکال لایا۔ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ماما کو معلوم ہی تھا کہ زیور کا ڈبّہ فلاں صندوق میں رہا کرتا ہی اور نہ ڈبّے کو قفل ہی نہ صندوق کو۔ گرمیوں کے تھے دن، دوپہر کو جب سب سو سلا گئے، ماما دبے پاؤں گھُس گہنے کا ڈبّہ بغل میں ماریہ جا وہ جا، ماما دوپہر کی روٹی لے کر اپنے گھر جایا ہی کرتی تھی اور کوئی پانچ کے عمل میں آتی تھی۔ اُس دن خلافِ معمول نہ آئی۔ سنجیدہ سمجھی کہ کچھ کام لگ گیا ہوگا یا انسان ہی شاید بیمار ہوگئی ہو، آج اس وقت نہیں آئی تو کل صبح سویرے تو ضرور آجائے گی۔ صبح بھی وہ نہ آئی۔ باہر سے محمد و کو بھیجا کہ بنیا کی ماں کو تو جاکر دیکھو کہ کل سے کیوں نہیں آئی۔ نوکر گیا اور اُلٹے پاؤں واپس آکر کہا کہ بڑی بی تو ملی نہیں، گھر کو قفل پڑا ہوا ہی۔ پاس پڑوس میں پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ کہاں گئی۔ کل دوپہر کو تو آئی تھی،

سوئی کی طرح سارا گھر چھان مارا، ڈبّے کا کہیں پتہ نہیں۔ تب تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، اور دم سلب ہوگیا۔ کہ پانسو کے کڑوں کو صبر کیا ہی تھا یہ کیسی آفت آئی کہ پانچ ہزار کا زیور رسانے کا سارا گیا اور بے چاری سنجیدہ بالکل ننگی بچّی رہ گئی۔ ایک تار بھی باقی نہ رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ہم کو سنجیدہ کے ساتھ اِس حادثۂ عظیم میں پوری ہمدردی ہے مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ۔ ؎

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا ؛ کرید تے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

اگر اسے خدا عقل دیتا تو جس دن ماما روپوش ہوئی تھی اُسی دن دیکھ بھال کر لیتی، میاں کو خبر کرتی، وہ کچھ تو دوڑ دھوپ کرتے، پولیس میں رپٹ لکھواتے، ممکن تھا کہ ماما مل جاتی، مگر اس عقل کی دشمن نے مُنہ سے بھاپ تک نہ نکالی اور ساری باتوں کو چھپائے ہی رکھا اور احمق یہ نہ سمجھی کہ اتنی بڑی بات چھُپ کیسے سکتی ہے۔ تین مہینے بعد تو خود بدولت کو خبر ہوئی اور خبر ہونے کے بعد بھی اس سش و پنج میں تین مہینے تک اور کروٹ نہ لی۔ آخر کار چھ مہینے کے بعد یہ سارا معاملہ میاں کے کانوں تک پوہنچا اور کیا ہی بُری طرح پوہنچا کہ خدا کسی کی ایسی ذلّت و رسوائی نہ کرے۔

چھبیسویں فصل۔ میاں کو گھر لُٹ جانے کی خبر لگ گئی اُس کے متعلق بیوی سے پوچھ گچھ

نظم

تم اے خود پرستو طبیعت کے بندو ؛ ذرا وصف اپنے سُنو کان دھر کے
نہیں کام کا تم کو اندازہ ہرگز ؛ جدھر ڈھل گئے، ہو رہے بس اُدھر کے
جو گانے بجانے پہ آئی طبیعت ؛ تو چیخ اُٹھے دو دن میں ہمسائے گھر کے

تیسرے پہر سے غائب ہی، تب تو سنجیدہ کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ بڑی بی نے مجھے جُل دیا ہو اور کڑے ہضم کرکے چل دی ہوں، پھر دل میں کہا کہ نہیں نہیں وہ ایسی چھلبلیا عورت نہیں، پانچ وقت کی تو نماز پڑھتی ہی۔ کچھ ایسا ہی سبب ہوا ہو گا جو گھر پر بھی نہیں ملی۔ دوسرے دن پھر محمود کو بھجوایا کہ دیکھو تو شاید آگئی ہو معلوم ہوا کہ نہیں آئی۔ اِسی طرح کئی دن اُس کی تگ دو کی گئی مگر وہ تو بے پتہ ہو گئی۔ مکان دار نے راہ دیکھ دیکھ کر قفل توڑ ڈالا، دیکھا تو اندر کچھ بھی نہ تھا۔ صاف جھاڑو دلی ہوئی۔ اُس کا بھی چھ مہینے کا کرایہ چڑھا کر بھاگ گئی۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ کہیں باہر کی تھی، چھ سات مہینے سے اس شہر میں بہتی بہاتی آگئی تھی، اُس کا کچھ ٹھور ٹھکانا نہیں۔ سنجیدہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگی، مُنہ سے تو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی، ڈر تھا کہ کہیں میاں کے کان پر یہ بات نہ پڑ جائے ورنہ غضب ہی آجائے گا۔ ایک معاملہ مجّن کا تو ہو ہی چکا ہے، اب ایک دم سے بانسوں دھکا یہ بیٹھا۔ اب اُسے معلوم ہوا کہ تعویذ گنڈا بھی نِرا ڈھکوسلا ہی تھا، یہ ساری باتیں ماما نے صرف لوٹنے کے واسطے کی تھیں۔ سنجیدہ کی غفلت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ہر بات کو بلی کے ۔۔۔۔ کی طرح دباتی چلی جاتی تھی۔ دوسری ماما آگئی۔ گھر کا کام بدستور چلنے لگا۔ انہیں شُبہ تک نہ ہوا کہ گہنے کا ڈبّہ تو دیکھ لیتیں۔ ایسی چال باز عورت سے جو اتنا بڑا چھاپا مار چکی کیا عجب تھا کہ وہ زیور بھی لے اُڑی ہو۔ ایسی بھی کیا بات تھی کہ سنجیدہ کے دل میں یہ خدشہ نہ ہوا، ہوا ہو گا اور ضرور ہوا ہو گا، لیکن ستیاناس جائے کاہلی اور سہل انگاری کا کہ خبر تک نہ لی۔ اُس ماما کو جا کر بھی کوئی تین مہینے ہونے آئے تھے کہ سنجیدہ کو کسی تقریب میں جانے کی ضرورت ہوئی۔ تب کہیں گہنے کا خیال آیا۔ ڈبّہ اپنی جگہ پر نہ تھا، یہ صندوق کھول وہ صندوق کھول یہ گٹھڑی ٹٹول وہ پوٹلی گھنگول، یہ پٹارا اُلٹ وہ پٹارا پلٹ۔

مگر تم نے سُنی اَن سُنی کر دی اور تمہارے کان پر جوں تک نہ چلی۔ پھر میں اپنے کو بازار میں بیچنے سے تو رہی، پانچ پچاس روپے کبھی قرض منگوا لیے، وہی تنخواہ آئی دے دلا دیئے۔ کوئی شاید دو مہینے چڑھے ہوں گے، بہت کر کے سو سوا سو روپے اُس ساہوکار کے نکلیں تو نکلیں۔

میاں۔ اجی حضرت، تم سو سوا سو روپے کہہ رہی ہو وہاں تو ایک دم ہزار سے اوپر ہی اوپر کا جُوتا ہے۔

سنجیدہ۔ وہ موا جھوٹا لباڑیا ہے، جھک مارتا ہے، ہرگز اتنا روپیہ نہیں، میں ماما کو برابر دیتی رہی ہوں، ممکن ہے کہ اُس ماما کی کچھ کارستانی ہو۔

انوار الحق نے اپنا سر پیٹ لیا اور باہر آ کر ساہوکار کا بہی کھاتہ منگا کر دیکھا۔ ہزار روپے اصل اور سوا سو سود کے، اس طرح گیارہ سو پچیس کی رقم واجب الادا نکلی، حساب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ کوئی چھ مہینے سے جاری تھا۔ پہلے پہل تو ایک دو دفعہ ماما نے کچھ روپیہ جمع بھی کرایا بعد سے لینے کا دروازہ تو کھلا رہا اور دینے کا بند۔ انوار الحق اب سوائے اس کے کیا کر سکتا تھا کہ سوا گیارہ سو روپے کا تمسک سیٹھ صاحب کو لکھ دے اور روپیہ سینکڑا سود۔ چوں کہ انوار الحق ایک معزز عہدے پر تھے اُس سے ساہوکار زیادہ چیں بہ جبیں نہ کر سکا اور تمسک لے کر رکھ لیا۔ اور کہا کہ "سرکار آپ کی ماما ہماری کوٹھی میں چھ سات مہینوں کے اگل ایک جوڑی کڑے بھی چار سو میں بیچ گئی ہے" انوار الحق نے کہا "وہ کڑے لائیے مجھے تو بتلاؤ"

گماشتہ۔ بیوپاری کے پاس کیا چیز باقی رہے ہے، یو ہاتھ لی وا ہاتھ دو پیسے بھاڑے سے بیچ ڈالی، واہ کو تو جبھی مہارو سیٹھ نے بکوالی کر دی، اب کیا دھری ہے۔

انوار الحق کے طیش کی اب کوئی انتہا نہ تھی، اندر اٹھ کے گئے اور بیوی سے پوچھا

جو مجرے میں بیٹھو تو اٹھو نہ جب تک ؏ کہ اٹھ جائیں ساتھی سب ایک ایک کر کے
اگر پل پڑے چوسر اور گنجفے پر ؏ تو فرصت ملے شاید اب تم کو مر کے
بڑا مرغ بازی کا لپکا تو جانو ؏ کہ بس ٹھن گئے عزم جنگِ تتر کے
چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر ؏ تو پھر گھاٹ کے آپ ہیں اور نہ گھر کے
جو ہی تم کو کھانے کا چسکا تو سمجھو ؏ کہ چھوڑیں گے اب آپ دوزخ کو بھر کے
جو پینے پہ آؤ تو پی جاؤ اتنا ؏ لگے پیٹ پھٹنے تمہارا ابھر کے
جو کھانا تو بے حد، جو پینا تو اَٹ کے ؏ غرض یہ کہ سرکار ہیں پیٹ بھر کے

اب بھانڈا پھوٹنے کا وقت آیا۔ گھر کے خرچ میں دس بیس جو کچھ کم پڑتے تھے اسی ماما کی معرفت سنجیدہ اُجاپت منگوا لیا کرتی تھی، تنخواہ آئی دے دیئے۔ اب ماما صاحب کا خدا نے مُنہ کالا کیا، اُس کو دلیس نکالا ملا۔ سیٹھ صاحب کو اپنے روپیوں کی فکر پڑی کہ ہزار سے اونچا اونچا قرضہ ہو گیا تھا آخر کار لکھمی داس اُو دے چند کی دُکان کا گماشتہ تھوپل۔ مولوی انوار الحق صاحب کے پاس آیا اور اس نے کہا "سرکار آپ کی ماما ہماری دُکان سے روپیہ اُجاپت لایو کرو تھی، پہلے تو وہ کئی مہینے بیش بیش، پچیش پچیش روپئے ہاتھ اُدھار و لیو گئی اور تُرت تنکھا ملتے ہی پٹا گئی، اب چھ مہینے بھر گیو واہ رانڈ نے مہارے کو پھوٹی کوڑی بھی نا دی، تکاجا کروں تھا تو یوہی بولے تھی آج دیوؤں کال دیوؤں، یوں ہی روج ٹالتے بالتے بتا دے تھی۔ آپ کے کھاتے ہیں حسوب سے ہجار روپئے نکلے ہیں، بیاج ٹھوا لگ"۔ انوار الحق یہ سُن کر سناٹے میں رہ گئے کہ یہ قرضہ کیسا، ساری تنخواہ کی تنخواہ غائب اور مزید براں۔ چہ خوش! ؏ "ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر"۔ اُسی وقت گھر میں آئے، بیوی سے پوچھا اُس نے صاف جواب دیا کہ "تم کیا اندھے تھے تمہیں نہیں سوجھتا تھا کہ خرچ پورا نہیں ہوتا، میں یہ بات ہمیشہ تمہارے کان پر ڈالتی رہی

"تمہارے کڑے کہاں ہیں؟"

بیوی۔ ہیں۔

میاں۔ لاؤ بتلاؤ۔

بیوی۔ کیوں تم کون دیکھنے والے، زیور میرا یا تمہارا؟

میاں۔ اس بحث تکرار سے کیا فائدہ، مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی تم نے خالصے لگا دیئے۔

بیوی۔ کون موا کہتا ہے، جھوٹ طوفان! بس کسی نے سچ کہا ہے کہ مردوں کے کچے کان۔

میاں۔ اچھا دکھلاؤ تو۔

اب سنجیدہ کے لئے نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس نے میاں کے آگے اپنا سارا دکھڑا رو رو کے دہرایا اور دبی زبان سے یہ بھی کہا کہ "لوگوں میں لٹ گئی۔ ہائے میں مر گئی۔ تم پانسو روپے کے کڑوں کو کیا جھینکتے ہو، وہ ماما کم بخت خدا اسے غارت کرے مجھے سارے کا سارا لوٹ کر لے گئی۔ وہ تو میرے گہنے کے ڈبے کا ڈبہ بھی اٹھا کر لے گئی اور مجھے ننگی بُچی کر گئی۔"

میاں۔ ایں یہ کب؟

بیوی۔ اے لو گئی جھینے ہوئے، یہ کیا کوئی آج کی بات ہے، اسی لئے تو وہ بھاگی۔

میاں۔ اور تم کو کب معلوم ہوا؟

بیوی۔ مجھے تو جبھی معلوم ہو گیا تھا مگر کر کیا سکتی تھی۔

میاں۔ اچھا تو تم نے مجھ سے تو کہا ہوتا، میں مر تھوڑا ہی گیا تھا۔

بیوی۔ میں تم سے کہہ کر کیا کرتی۔ کیا گئی ہوئی چیز ملتی ہے، اگر ملنے والی ہوتی تو جاتی ہی کیوں، اور اُلٹے تم مجھ پہ خفا ہوتے ہو، بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے؟

میں نے اُس ماما سے تھوڑی کہہ دیا تھا کہ تو لے کر بھاگ جا، اور یوں تمہارا دل خفا ہونے کو چاہے تو حق ناحق ہو لو۔ مجھ پر دُہری دُہری مصیبت۔ ایک تو میرا زیور لُٹ گیا، اوپر سے تم مجھ پر پل پڑے۔ غریب کی جورو سب کی بھابی۔

میاں۔ اری کم بخت مجھ سے کہا تو ہوتا، جو میں دوڑ دھوپ کرتا، اُسے پکڑواتا، کیا عجب تھا کہ مل جاتا۔

بیوی۔ ہاں کہہ تو دیا کہ ڈر کے مارے نہیں کہا اور کیا کہوں، بار بار پوچھ کر کیوں میرا مغز چاٹے جاتے ہو اور اب تمہیں کس نے منع کیا ہی، جو جب کرتے تھے اب کرو نا، جب جانیں کچھ کر کے دکھلاؤ یا نری باتیں ہی باتیں بگھارنی آتی ہیں۔

انوار الحق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ایک نہایت سُلجھی ہوئی سمجھ اور ٹھنڈے دل کا متحمل اور بُردبار آدمی تھا، ایسی حالت میں پریشانی اور اضطراب ضرور ہونا چاہیئے چوں کہ بہت دیر ہو گئی تھی سُراغ برآری ناممکن تھی، پولیس میں رپورٹ کرنا مشتے کہ بعد از جنگ تھا ایسی صورت میں سوائے صبر و شکر کے اور رہو ہی کیا سکتا تھا ؎

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے ٭ جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

دل مار کر رہ گیا۔ بیوی نے اپنے پھوڑپنے سے گھر کو غارت کیا سو کیا اور اُلٹا شوہر پر ظلم توڑنا شروع کیا۔ بات بات پر لڑائی قدم قدم پر جھگڑا، غرض سوائے بدمزگی اور بے لطفی کے انوار کو کوئی صورت اپنے آرام و آسائش کی نظر نہ آتی تھی اور افسوس یہ تھا کہ آگے کو اصلاح کی رہی سہی توقع بھی اُٹھ گئی تھی ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب ٭ کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

سنجیدہ اب بھی اپنے کئے پر نادم نہ تھی، وہ ہر وقت تقدیر پر ہر بات کو ڈھال لے جاتی تھی اور جب کہتی تو یہ ہی کہ "میں کیا کروں، میرا نصیبہ ہی اُلٹا ہے، کرنے جاؤں بھلائی تو ہوتی ہی بُرائی"۔ ہاں بچہ تو کوئی ہوا ہی نہ تھا ہاں کرڑوں کی پانسو

کی جوڑی البتہ صفت نذر ہوئی۔ گھر سے بھری پُری آئی تھی، اب بیک بینی و دو گوش رہ گئی ہے

یہ دل کبھی نہ کبھی وجہ داغ دار رہا ÷ ہزار شکر کہ یہ باغ پُر بہار رہا

میکے اور سسرال دونوں جگہ کا زیور صاف ہوگیا۔ اب بالکل ٹھُک رہ گئیں۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ سنجیدہ نے خانہ داری کی کیسی مٹی پلید کی، ایسی حالت میں انوار الحق نے بہت طرح دی، بڑا صبر کیا، وہ اب بھی اس بات کا متمنی تھا کہ خیر یہ ٹھوکر کھا کر ہی سنبھل جائے۔ اور کسی طرح راہِ راست پر آجائے۔ "میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے"۔ اب تو وہ اور زیادہ چڑچڑی ہوگئی تھی اور بات بات پر اُلجھ جاتی تھی۔ انوار نے باپ کو لکھا اور اُن کو بلایا، بہو کو ساتھ کیا کہ خدا کے واسطے آپ ان کو لے جایئے اور ان کو ان کے میکے پہنچا دیجئے، میرے گھر میں اب ان کا گزارا نہیں ہے

عیب بے عیب ہی جب حد سے گزر جاتا ہے ÷ اب بجز بے ہنری ان میں ہنر کچھ بھی نہیں

آپ ہی بتلایئے کہ اس کے سوائے انوار الحق اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ اٰخِرُ الدَّوَاءِ الْکَیُّ (آخری علاج داغ دینا ہے) اگر وہ بیوی کو میکے نہ بٹھلا دیتا تو کبھی اُسکے گھر کے انتظام کی چول ٹھیک نہ بیٹھتی۔

ستائیسویں فصل سنجیدہ بھوپال کا گھر اُجاڑ میکے میں آن بسی اور کس مپرسی کی حالت میں مرگئی

پانی طبیب دے ہی ہیں کیا بجھا ہوا ÷ ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتاب قیامت جسے سو وہ ÷ نکلا چراغ داغ دل اپنا بجھا ہوا

جل کر اگر بجھا بھی دل سوختہ مرا ÷ پھر جل اُٹھے گا جیسے کہ کوئلا جلا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو　　٭　　سینے میں ہم نے ذوق نہ پایا بجھا ہوا

سنجیدہ بھوپال میں کوئی برس بھر رہ کر میکے چلی آئی یا یوں کہو کہ بھیج دی گئی۔ سنجیدہ بھی صدمات سے چور چور ہو گئی تھی۔ آئے دن کی لڑائی بھڑائی اور جھک جھک بک بک سے یہ گوشۂ تنہائی بسا غنیمت تھا۔ میاں بھی اب سختی کرنے لگا تھا گو وہ سختی واجبی ہی ہو مگر سنجیدہ کے دل میں اب تحمّل اور برداشت کا یارا نہ تھا ؎

جھڑکی تو مدّتوں سے مساوات ہو گئی　٭　گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی
اِک مار تھی سو اس بُت بدخو کے ہاتھ سے　٭　مدّت ہوئی کہ اپنی وہ اوقات ہو گئی
گر راہ و رسمِ عشق یہی ہے تو ایک دن　٭　سن لیجیو کہ ترکِ ملاقات ہو گئی

ماں تو پہلے ہی سمجھے بیٹھی تھی کہ خدا ہی ہے جو یہ گھر کر سکے، اب جو سنا کہ میاں کم بال بال قرض دار کر آئی اور سارا گہنا غارت ہوا سو الگ، سمجھ گئی کہ گویا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گھر کو خیرباد کہہ کر آئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس گھڑی کی آئی کہ پھر جانا نصیب نہ ہوا، اور میکے سے نکلی تو بس مر کے ہی نکلی۔ بھوپال سے پچیس روپے مہینا خرچ کو چلا آتا تھا، روٹی ماں کے سر کھاتی تھی، یہ اکیلی جان کو بہت تھا ؎

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالبؔ　٭　خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رضیہ اب وہ رضیہ نہ تھی، جب دیکھو متفکر و پریشان، حیران و پشیمان۔ جوان بیٹی کے بنے بنائے گھر کے اُجڑ جانے کا قلق جو ماں کو تھا محتاجِ بیان نہیں۔ بیٹی کے ساتھ وہ بھی اس غم میں گھُلی جاتی تھی۔ میاں ایسا فرنٹ ہوا تھا کہ پھر اُلٹ کر پوچھا بھی نہیں۔ مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ (آزمودہ را آزمودن جہل است) اور نہ آئندہ پوچھنے کی اُمید رہی۔ رضیہ کو گھُن لگ گیا۔ شبانہ روز اسی فکر میں رہتی تھی۔ نہ کہیں آنا نہ جانا نہ کسی سے ملنا نہ جُلنا۔ یہ حالت کب تک

رہ سکتی تھی، سوکھ کر ہڈی سے چمڑا لگ گیا۔ کھانسی بخار نے آن دبایا جو آخر کار جان لے کے ٹلا۔

بچھڑا کودتا ہی کھونٹے کے بل۔ سنجیدہ بھی ماں کے برتے پر کودتی تھی، اور بڑا سہارا تھا مگر اب وہ رہا سہا سہارا بھی گیا۔ شوہر کو صبر کر چکی تھی، اولاد سے مایوس تھی ہی، غموں نے آن دبوچا۔ زندگی کے دن پورے کر رہی تھی ؎

بر میتم یہ مت جانیو کہ تو بچھرت موہے چین ✽ جیسے بن کی لاکڑی کہ سُلگت ہوں دن رین

عمر کا بھی ڈھلاؤ تھا، توانائی یوں بھی جواب دے رہی تھی، بیماری پیچھا نہ چھوڑتی تھی، غرض ہجوم افکار و آلام سے زندگی وبال جان تھی ؎

لکڑی جل کوئلا بھئی اور کوئلا جل بھئی راکھ ✽ میں پاپن ایسی جلی کہ کوئلا بھئی نہ راکھ

زمیں شدیم چہ شد آسماں شدیم چہ شد ✽ بچشم خلق سبک یا گراں شدیم چہ شد

ناہیچ رنگ دریں گلستاں قرارے نیست ✽ تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

سنجیدہ کی حالت پہلے ہی سے موت اور زندگی کے بیچ میں معلق تھی اور تکلیفیں تھیں سو تھیں۔ پیٹ بڑھنا چلا جاتا تھا، سانس سماتا نہ تھا۔ کوئی ورمِ جگر کہتا تھا، کوئی استسقا۔ مگر ڈاکٹری تشخیص میں رسولی پائی گئی۔ جس کی تکلیف ناقابلِ بیان تھی۔ رسولی کیا تھی، ایک سُولی تھی یا یوں کہو کہ پیغامِ اجل تھا مسہل ہوئے طرح طرح کے ضماد لگائے گئے لیکن مرض بڑھتا ہی گیا۔ آپریشن (عمل جراحی) سے ڈر لگتا تھا۔ اس واسطے پس و پیش تھا مگر جب موت سامنے کھڑی تھی تو اب ڈر کاہے کا۔

سینٹ اسٹیفنز۔ ہاسپٹل میں ڈاکٹر مِس ملر نے آپریشن کیا جو افسوس ہے کہ ناکامیاب ہوا اور ابھی آپریشن پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دم نکل گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آٹھ پونڈ کی رسولی نکلی لیکن مریضہ ایسی ناتواں تھی کہ تاب نہ لا سکی ؎

اے خاک تیرہ خاطر مہماں نگاہ دار ٭ کیں نور چشم ماست کہ در بر گرفتہ

سنجیدہ کی موت پر دو آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ تھا ؎

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز ٭ بہت سا روئیے اُن پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں

باپ پہلے ہی مر چکے تھے، ماں کو مرے دو برس ہوئے تھے، شوہر کا نام نہ لو، ہوا نہ ہوا برابر۔ شکر خدا کا کہ دنیاوی تکالیف کا خاتمہ ہوا اور اللہ نے سنجیدہ کی مٹی عزیز کر لی ؎

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی ٭ اب کسی بات پر نہیں آتی

ہم کو اس کا بھی قلق ہو کہ انوار الحق بیوی کو مرتے دم بھی دیکھنے نہ آیا اور سنجیدہ یہ تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئی۔ افسوس صد افسوس! ؎

شبِ ہجر بے دلے را کہ اجل رسیدہ باشد ٭ بچہ درد مُردہ باشد کہ ترا ندیدہ باشد

شُدہ شُدہ بھوپال بھی خبر پہونچی کہ یہ حرماں نصیب دُنیا سے چل بسی۔ کسی کی بے کسی کی موت سے دل ہل جاتا ہے، ہم یہ کیوں کر کہیں کہ انوار الحق نے دو آنسو بھی نہ بہائے ہوں گے، گو لاکھ بُری تھی مگر پھر بھی بیوی تو تھی ہی، دیکھنے والے کہتے ہیں کہ انوار الحق کو اس نیک بخت کے دُنیا سے ناشاد و نامراد اُٹھ جانے کا صدمہ ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیوی کی موت کُہنی کی چوٹ ہوتی ہے یعنی صدمہ تو بہت ہوتا ہے مگر پھر کچھ بھی نہیں، اور یہ ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ مرنے والی اپنی جان سے جاتی ہے اور اوپر والے رو پیٹ کر بھلے چنگے ہو جاتے ہیں، انوار الحق بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہ تھا۔ کوئی دو برس تو اُنھوں نے کبھی بھول کر بھی ازدواج کا خیال نہیں کیا۔ کیوں کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ لیکن شادی بیاہ کا معاملہ کچھ ایسا گومگو ہے کہ گویا بُور کے لڈو ہیں کہ جو کھائے وہ بھی پچھتائے اور جو نہ کھائے وہ بھی پچھتائے۔ زمانہ بڑا مدبر و مصلح ہے۔ غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہے،

اِنسان بہت کچھ منصوبے کرتا ہے مگر سچ پوچھئے تو فاعل غیر مختار ہے۔ کرنے دھرنے والا اور دُنیا کی کل کو چلانے والا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کوئی اور ہی ہے اور وہ نہیں ہے مگر خدائے عزّ و جل۔ جوان آدمی تھے، بال بچے بھی نہ تھے جنہیں سمیٹ کر زندگی کے دن بسر کرتے پھر خوش حال صاحب ثروت و وجاہت۔ دوست احباب نے تنگ پکڑا۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوا۔ من چاہے مُنڈیا ہلائے کا معاملہ تھا۔ لوگ گھیر گھار کر راستے پر لائے یا یوں سمجھو کہ خود طبیعت مائل ہوئی، بہر حال کچھ بھی سمجھ لو۔ میاں انوار کا نکاح پُھپھیا نے عصر و مغرب کے درمیان کسی شریف زادی سے وہیں بھوپال میں ہو گیا۔ دلّی میں تو مدّتوں بعد خبر ہوئی۔ ہم رہے دلّی میں اور وہ بھوپال میں، پھر ہمیں کچھ خبر نہ ملی کہ یہ بیوی کیسی ملی۔ لیکن ایک آدھ دفعہ میاں انوار سے دلّی میں راہ چلتے صاحب سلامت ہو گئی تو وہ خوش خوش نظر آئے۔ چوں کہ ہم کو سنجیدہ سے محبت تھی اس واسطے ہمارے دل نے نہ مانا اور ہم نے کُرید کُرید کر پوچھنا شروع کیا۔ خدا جانے سچ یا جھوٹ وہ تو یہی کہتے تھے کہ "جتنی تکلیفیں مجھے مرحومہ کے وقت میں پہنچیں سب کا نعم البدل ہو گیا۔" بال بچّے بھی اللہ نے دیئے چنانچہ اب ایک لڑکا ابرار الحق اور ایک لڑکی منعمہ موجود ہیں۔ جھوٹ ہم نے اس واسطے کہا کہ یہ بیوی خود انوار کی پسند کی تھی، اگر اس میں کوئی کور کسر ہو گی تو کسی کے سامنے کہہ کر مورد مطاعن کیوں بننے لگے کہ خود کردہ را علاجے نیست۔

انوار الحق کی ماں بے چاری نے بیٹے کا کونا آباد نہ دیکھا، وہ اس طرف سے بِکھرتی ہی گئیں اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ سنجیدہ کی ماں رضیہ اور انوار کی ماں صالحہ دونوں نے ایک ہی ساتھ سفرِ آخرت اختیار کیا، مسا کر کوئی دس دن کا آگا پیچھا رہا۔

اٹھائیسویں فصل۔ خاتمہ

دُنیا خوابیست زندگانی داری ÷ خوابیست کہ در خواب پہ بینی ادرا

ایک ماں کا بیٹ اور دو لڑکیاں، بڑی فہمیدہ چھوٹی سنجیدہ۔ آپنے دیکھ لیا ہوگا کہ دونوں کا طرزِ معاشرت کیسا مختلف تھا، بڑی نے بگڑے ہوئے شوہر کو سنوار لیا۔ ساس نندوں سب سے گھُل مِل کر ایسی رہی کہ باید شاید اور اب تک خدا کے فضل سے بھرا پُرا گھر لئے بیٹھی ہی، شوہر پاؤں دھو دھو کر پیتا ہی، اور سچ مچ کا کوڑیا غلام ہی، پُھلروا سے بچّے گھر میں کھیل رہے ہیں۔ ماں باپ نہال نہال ہیں ؎

حُسنِ صورت جو خدا دی تو یہ اوصاف بھی دی ÷ حُسنِ تدبیر بھی ہو خوبیِ تقدیر بھی ہو

رہی چھوٹی افسوس کہ اُس کی حالت بالکل اس کے برعکس تھی۔ اُس نے اچھے خاصے شوہر کو متنفر کر دیا اور اپنا بنا بنایا گھر بگاڑ لیا۔ آخر میاں نے میکے میں بٹھا دیا اولاد کی طرف سے بھی یہ مایوس رہی ورنہ اس مشغلے میں کچھ تو غم غلط ہوتا ہے ؎

تہی داستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ÷ چو خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اِسی طرح غم میں گھُل گھُل کر مر گئی۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ انسان کے بننے بگڑنے میں تقدیر کو بڑا دخل ہی لیکن تدبیر بھی ایک بڑی چیز ہے ؎

بروزِ حشر الٰہی کہ نامۂ عملم ÷ کنند باز کہ آں روز باز خواہ نبست

بکن مقابلہ آں را بہ سرنوشتِ ازل ÷ کمی و بیشی اگر باشد آں گناہ نبست

ہر مرد یا عورت ایک طرح کا نہیں ؎

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد ÷ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

بعض فطرتاً ہوشیار، چالاک، سمجھ دار، مآل اندیش، تقدیر کے دھنی بعض

مٹھی عقل کے کُند ذہن دغبی، آقدیر کے شقی۔ پہلی قسم کے لوگ اپنی ٹانگوں پر آپ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُن کو انگلی پکڑ کر چلانے کی ضرورت نہیں، وہ کنکوے کی مثال ہیں، ذرا دریائی دی کہ بس چل نکلے۔ ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ دوسری قسم کے لوگ امداد و استعانت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اُن کے سرمایۂ عقل کی کمی دوسروں کے سہارے پوری ہوتی ہے۔ اُن میں نقالی کا مادہ ہوتا ہے، دوسروں کو دیکھ کر سبق حاصل کرتے ہیں، ٹھوکر کھا کر سنبھل جاتے ہیں۔ لیکن ایک تیسری قسم کے لوگ اور بھی ہیں۔ جاہل، اُجڈ، اکھڑ، ضدی، ہٹیلے، غصیلے۔ کینہ ور، جنگ جو، احمق عقل مند نما۔ نہ آپ خود کریں نہ دوسروں کی سُنیں۔ اجدی، مجہول، خود پسند، اوندھی سمجھ کے اور اسی تھرڈ کلاس میں خدا بخشے سنجیدہ بھی تھیں۔ اگر اُن میں پیدائشی طور پر عقل کی کمی تھی تو وہ دوسروں کو دیکھ کر سنبھل سکتی تھی یا خود مصائب میں گرفتار ہونے کے بعد محترز رہ سکتی تھی۔ مگر اِس قسم کے لوگ کسی کی تقلید کرنا عار اور اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ اور جس قدر زیادہ وہ بیوقوف ہیں۔ اُتنا ہی زیادہ اپنے آپکو عقل مند و زیرک سمجھتے ہیں اور چوں کہ اُن کو اپنی کوتاہیوں اور نقائص کا احساس و اِذعان نہیں ہوتا اِسی وجہ سے قعرِ مذلت اور حماقت کے گڑھے سے نکلنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے اور شہد کی مکھی کی طرح اُسی میں لت پت رہتے ہیں۔ پس ایسے لوگ کبھی سنور نہیں سکتے۔ خُدا ان تھرڈ کلاس والوں سے کسی بھلے مانس کا پالا نہ ڈالے، جو خود مریں سو مریں دوسروں کو بھی لے ڈوبیں۔ ع۔ میں تو ڈوبوں گا، مگر تجھ کو بھی لے ڈوبوں گا۔

نظم

جو بات مناسب ہے وہ حاصل نہیں کرتے ؎ جو اپنی گرہ میں ہے اُسے کھو بھی رہے ہیں
بے علم بھی ہم لوگ ہیں غفلت بھی ہے طاری ؎ افسوس کہ اندھے بھی ہیں اور سو بھی رہے ہیں

مستورات کی تعلیم ہی ان کی حالتِ زبون کی اصلاح کا تریاق ہی۔ تعلیم ہی سے قوائے عقلی و دماغی منجلی ہوتے ہیں اور انسان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ وہ مظاہر قدرت اور کرشماتِ دُنیا کو دیکھ کر اپنے آپ کو حالتِ اصلی میں دیکھنے لگتا ہی۔ یعنی یہ کہ اپنی ذات کو پہچاننے لگتا ہی۔ اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہی، اور اُسے نیک و بد کی اصلی تمیز کا ملکہ ہو جاتا ہی ؎

آئینہ خانے میں عالم کے سمجھ یہ مثال ؛ تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا
ہی بُرا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو بُرا ؛ تو ہی اچھا ہی تجھے معلوم گر اچھا ہوا

وہ دُنیا و مافیہا کو دیکھتا اور اُس سے سبق حاصل کرتا ہی، وہ جانتا ہی کہ دُنیا میں کیوں کر رہنا چاہیئے، اُس میں کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں اور اُنھوں نے منازلِ ہستی کو کس طرح طے کیا ہے، وہ جانتا ہی کہ دُنیا کے لق و دق میدان میں کس طرح سفر کیا جاتا ہی۔ اگرچہ اس میں آرام و آسائش کے خوش نما اور دل فریب سبز باغ بھی جا بجا نظر آتے ہیں مگر کم۔ برخلاف اس کے مصائب و آلام کے پہاڑ۔ تنگی ترشی کے دریا اور ندیاں کثرت سے پڑی بہ رہی ہیں۔ ان سے کیوں کر دامن بچا کر عبور کیا جائے کہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ مرد و عورت کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں، مردوں کو عورتوں پر کیا تفوق ہی اور دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر کیا ہیں، دوسرے ملک کی عورتوں کی زندگی کا کیا رنگ ڈھنگ ہی، وہ کس طرح اپنی لائف (زندگی) کو خوش گوار اور کامیاب بناتی ہیں۔ شادی بیاہ کی کیا غرض ہی۔ کیا صرف گوٹے کناری کے جھم جھم کے کپڑے پہن لینا اور سر سے پاؤں تک گہنا لاد لینا۔ مہندی رچا کر ہاتھوں کو شبیر مال کے ٹکڑے بنا لینا یا مسّی کی دھڑی جمانا اور پٹیاں جھکانے کا نام شادی ہی یا اُس کے ساتھ کچھ فرائض اور ذمے داریاں بھی ہیں؟

نظم

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے ؏ آپ زیور کی کریں تعریف مجھ سے جان سے
کون سے زیور ہیں اچھے یہ بتا دیجے مجھے ؏ اور جو بے زیب ہیں وہ بھی بتا دیجے مجھے
تاکہ اچھے اور بُرے میں مجھکو بھی ہو امتیاز ؏ اور مجھ پر آپ کی برکت سے یہ کھل جائے راز
یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی مری ؏ گوشِ دل سے بات سُن لو زیوروں کی تم ذری
سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا ؏ پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہو ؏ چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہو
تمکو لازم ہو کرو مرغوب ایسے زیورات ؏ دین و دنیا کی بھلائی جس سے ای جاں آ جائے ہات
سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم ای بیٹی مدام ؏ چلتے ہیں جس کے ذریعہ سی ہی سب انساں کے کام
بالیاں ہوں کان میں ای جان گوشِ ہوش کی ؏ اور نصیحت لاکھ تیرے جھمکوں میں ہو دیں بھری
اور آویزے نصایح ہوں کہ دل آویز ہوں ؏ گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں
سونے کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب ؏ کان میں رکھو نصیحت ہیں جو اوراقِ کتاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تمہیں درکار ہوں ؏ نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں
قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو ؏ کام یابی سے سدا تم خرم و خورسند ہو
ہیں جو یہ بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں ؏ ہمتیں بازو کی ای بیٹی تمہیں درکار ہیں
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے ؏ دستکاری وہ ہنر ہے سبکو جو مرغوب ہے
کیا کرو گی ای مری جاں زیورِ خلخال کو ؏ پھینک دینا چاہیئے بیٹی بس اس جنجال کو
سیم و زر کا پانوں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں ؏ راستی سے پانوں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں
سب سے اچھا پانوں کا زیور مری بیٹی ہی یہ ؏ تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پہ

(محمدی بیگم مرحومہ)

یاد رکھو کہ زندگی کے ساتھ صدہا قسم کے فرائض اور ذمہ داریاں وابستہ ہیں۔ زندگی کے اس پھسلواں میدان میں جہاں تیز ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں ہمارے پاؤں کیوں کر جم سکتے ہیں۔ یاں بچّے خدا کی امانت ہیں، اس گراں بہا اور قابلِ قدر امانت کا رکھو رکھاؤ، ان کی پرورش، تن درستی، دُکھ بیماری، تعلیم و تربیت غرض یہ کہ ان کو بہترین انسان اور اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ کے قابلِ فخر خطاباتِ الٰہی کا سزاوار بنانے کی کیا تدبیریں ہیں کہ جن سے دنیا کی آنے والی نسل میں تمہارا نام نیک نامی سے چلے، نہ یہ کہ اُلٹی ناک کٹے اور جگ ہنسائی ہو اور لوگ کہیں کہ کیا ہی بُرا نمونہ اولاد کو دکھایا اور کیسا بدکردار او ربُرا اُن کو اُٹھایا۔ کنبے اور رشتے ناطے کے ممبروں، حق ہمسایوں، بنی نوع انسان کے ہم پر کیا حق ہیں اور آیا ہم اُن حقوق کو کماحقہ ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ جس گھر میں ہم بیٹھے ہیں اور بودوباش کر رہے ہیں اور جس کے دم کی یہ ساری رونق ہو اُس کے ہم پر بڑے بھاری حقوق ہیں، خداوند تعالیٰ اپنی ذاتِ اقدس کے سوائے اگر کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو وہ سوائے شوہر کے دوسرا کوئی نہ ہوتا۔ آیا ہم نے اُس کی ایسی ہی قدر و منزلت ادب و لحاظ، عزّت و احترام کیا جیسا کہ ہمارا فرضِ عین ہو یا اس میں ہم سے کوتاہی ہوئی، تو اُس کی تلافی کی کیا سبیل ہو؟ یہ گھر جو دارالسلطنت ہو اسے ہم کیوں کر جنّت کا نمونہ بنائیں کہ دل اُس کی طرف خودبخود کھنچے چلے آئیں۔ گھر کیا ہو مقناطیس ہو جس کی زور دار کشش کشاں کشاں اِدھر لائے۔ شوہر کا دل کیوں کر مُٹھی میں لیں کہ وہ ہماری ایڑی دیکھ کر کسی دوسرے کا مُنہ بھی نہ دیکھے۔ اُس کا یہ حال ہو کہ گھر بغیر اُسے ایک دم چین نہ ہو۔ دیس میں ہو یا پردیس میں، گرداں کبوتر کی طرح گھر کو اُڑ کر آئے۔ شوق و ذوق اُسے گھسیٹ کر لائے اور جب جائے بھی تو دھن اِدھر ہی لگی رہے۔ گھر کا سا آرام کہیں نہ پائے۔ گھر دیکھ کر باغ باغ ہو جائے، گھر والی

کا ہنستا مکھڑا، بچوں کی موہنی صورتیں، پیاری پیاری اٹکھیلیاں دیکھ کر مارے خوشی کے جامے میں نہ سمائے۔ خلاصہ یہ کہ وہ حال وقال دونوں سے یہی نتیجہ نکلے کہ بیوی اُس کی سچی اور بے ریا خدمت گزار اور بے لوث ووفا شعار فرماں بردار ہو۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ اوائل زمانِ شادی میں میاں بیوی شمع و پروانہ ہوتے ہیں لیکن یہ مکر چاندنی یاد ہوئے کی ٹٹی یا سراب ہوتا ہو، چار دن کی چاندنی اور بعد اندھیرا گھپ، اور چاہیئے یہ کہ میاں بیوی کے تعلقات جوں جوں زمانہ گزرتا جائے اور قوی و مستحکم ہوتے جائیں اور ایک زمانہ وہ آئے کہ ایک جان دو قالب یا بنیانِ مرصوص ہو جائیں اور دوئی کی تفریق مٹ جاتے۔ ؎

پریتم ہم تم ایک ہیں اور کہن سنن کو دو ؛ من سے من کو تولیئے نو دو من کبھو نہ ہو

لیکن ہوتا کیا ہو کہ ان تعلقات میں امتدادِ زمانے سے ضعف و اضمحلال آیا جاتا ہو۔ بعض تعلقات لشتم پشتم دُنیا کی شرم اور دکھاوے کو قایم رہتے ہیں لیکن ہوئے نہ ہوئے برابر اور بعض بالکل منقطع ہو جاتے ہیں اس میں مردوں کی بے اعتنائی اور استغنار کا بھی بڑا حصّہ ضرور ہو۔ مگر پھر وہی کہنا پڑتا ہو کہ "نزلہ بر عضوِ ضعیف" ملامت کا ٹوکرا عورتوں کے ہی سر دھرا جاتا ہو لیکن اگر واقعات کا تفحص کیا جائے تو بیشتر ایسی صورتیں نکلیں گی کہ عورتوں کی بُری تعلیم اُن کی بُری تربیت اُن کی بُری سوسائٹی نے اُن کو حدِ اعتدال سے بڑھا دیا اور اُنہوں نے جیسا کہ چاہیئے مردوں کی قدر نہ کی، اُن کی احسان فراموشی اُن کی غلط فہمی نے ایک ایسے گھر کو جو ذرا طبیعت پر جبر کرنے اور صبر و تحمل سے چل سکتا تھا اپنی جلد بازی اور پھوڑپنے سے کھو دیا۔ جو عورتیں سمجھ دار ہیں اور جن کے پیشِ نظر اچھے اچھے نمونے رہے ہیں وہ سرد و گرم زمانہ موافق و ناموافق حالات سب کو جھیل لے جاتی ہیں اور روز بروز اپنی پوزیشن کو قوی کرتی چلی جاتی ہیں، اور رفتہ رفتہ اُن کی جڑ گڑ جاتی ہو اور جو عارضی آئے دبھگت

اور چند روزہ چوچلوں پر بھول جاتی ہیں اور آئندہ کا خیال اُن کو بھول کر بھی نہیں آتا اُن کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہی جو ایک چٹان پر کھڑا ہو اور جس کی جڑیں بودی اور پھسپھسی ہیں کہ ذرا سا ہوا کا جھونکا آیا اور جڑ سے اُکھڑ گیا۔ اور دُنیا میں ایسا کون ہی جسے بادِ مخالف کے جھونکے نہیں لگتے۔ ہم کو ہمت و استقلال اور صبر اور رضا اور تسلیم سے مصائب کو برداشت کرنا چاہیئے اور "یک در گیر و محکم گیر" ہر حال میں شوہر کی رضا جوئی نصب العین رہنا چاہیئے کہ جس سے دُنیا و دین دونوں کا بیڑا پار ہے۔

نظم

ایک بیل کو دیکھ کر شجر پر ❖ پوچھا اُس سے یہ میں نے جا کر
کیا اس کا سبب ہی یہ بتا تو ❖ لپٹی ہوئی کس لئے ہی اس پر
منتِ کشِ غیر کیوں ہوئی ہی ❖ چلتی نہیں اپنے زور بل پر
احسان لیا ہی دوسرے کا ❖ احمق نادان ہی سراسر
جب بیخ جُدا تنا جُدا ہی ❖ ہو تو بھی رواں الگ زمیں پر
نازک بھی حسین بھی ہی ای بیل ❖ یہ تیری روش نہیں ہی بہتر
ای میری شریف پیاری لڑکی ❖ اس کا الزام رکھ نہ مجھ پر
واقف نہیں اصل واقعہ سے ❖ ظاہر نہیں اس کا راز تجھ پر
قابل ہوئی جب میں پھیلنے کے ❖ لپٹا دیا مجھ کو اس شجر پر
رشتہ کیا جس نے میرا قائم ❖ تیرا ہی تو تھا کوئی برادر
قائم جب ہو گیا تعلق ❖ ہو جاؤں جُدا اس سے کیونکر
اب فرض ہوا نباہ کرنا ❖ کس طرح جُدا ہوں سا تھ رہ کر
جھیلیں گے جو آفتیں پڑیں گی ❖ بجلی جو گرے جلیں گے مر کر

طوفان ہوا کے تند جھونکے ؛ دونوں کو ستائیں گے برابر
ہم دم ہی مرا ہیں اُنکی دم ساز ؛ عاشق ہی ایک دوسرے پر
میں اُس سے ہوں خوش وہ مجھ سے راضی ؛ ہیں عیش کے دن ہمیں میسّر
یا ہم ہی جو رشتۂ محبّت ؛ کچھ بار نہیں ہی میرا اُس پر
کرتی ہوں دعا خدا سے ہر دم ؛ لپٹی رہوں تاحیات اس پر
کرتی ہوں تجھے بھی میں نصیحت ؛ ہو عقد ترا جو پائے شوہر
ساتھ اُس کے اسی طرح بسر کر ؛ لپٹی ہوں میں جس طرح شجر پر
ہو عہدِ وفا کا پاس تجھکو ؛ ہرگز نہ جدا ہوں اُس سے مِل کر
ہو عمر بسر اسی خوشی سے ؛ بھولے سے بھی دل نہ ہو مکدّر
ہمدرد ہوں ایک دوسرے کے ؛ جھیلیں تکلیف دونوں مِل کر
بے شک ہی وہ قابلِ ستائش ؛ جس زن کے ہو دل میں حُبِّ شوہر

(مسز اصغر کاکوروی)

ہمارا سب سے بڑا اور مقدّم فرض اور زندگی کا دستور العمل یہ رہنا چاہیئے کہ ہم بھی خوش رہیں اور دوسروں کے خوش رکھنے کی بھی دلی کوشش کریں، اور اس طرح دُنیا کی کٹھن اور پُر محن منزل کو جس میں قدم قدم پر ٹھوکریں لگنے کا اندیشہ ہی، اس خوش سلیقگی اور حسن تدبیر سے تیر کردیں کہ جب ہمارا ابلاوا آئے تو اس طرح کا مرنا مریں کہ ہم ہنستے جائیں اور لوگ ہمارے فراق میں ڈاڑھیں مار مار کے روتے رہیں ؎

یاد داری کہ وقت زادنِ تو ؛ ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آں چناں ذی کہ بعد مُردن تو ؛ ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

ہم مر جائیں۔ ہماری ہڈیاں گل سڑ کر خاک میں ایسی رُل جائیں کہ اُس کے ایک

ذرّے کا بھی پتہ نہ لگے ؎

یاران و عزیزاں بسرِ خاکِ من آیند ٭ از خاک بپرسند نشان و خبرِ من
گر خاک جہاں جملہ بہ غربال بپیزند ٭ حقّا کہ نیابند نشان و اثرِ من

مگر ہماری یاد دلوں میں تازہ رہے جو کہے یہی کہے۔ ع

"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والی میں"

میاں اگر ہم کو نہیں تو خیر اپنے آرام و آسائش ہی کو یاد کرکے روئے، آل اولاد ہم کو نہیں، ہماری مہربانیوں، ہمارے حسنِ سلوک، ہماری شفقتوں، ہماری محبت غرض ایک ایک چیز کو یاد کرکے آہِ سرد بھرے! نیک وہ ہو جو نیک نام چھوڑ جائے جنّتی وہ ہو جس سے کسی کو آزار نہ پہنچے اور اگر یہ نہیں تو ہم نے ایک شریف اور نیک نہاد انسان کی زندگی بسر نہیں کی بلکہ ایک حیوان کی۔

نظم

شاہ ہوں یا ہوں گدا محکوم ہوں یا حکمراں ٭ وہ نہیں مرتے کبھی جیتی ہیں جن کی نیکیاں
جاگتا ہے اُن کا تا روزِ قیامت نامِ نیک ٭ گو کہ وہ ہیں بے خبر سوتے لحد کے درمیاں
چُپ ہیں پر ہے بحر و بر میں پڑ رہی اُن کی پکار ٭ گُم ہیں لیکن چپے چپے پر ہیں ثبت اُنکے نشاں
یاں رہے جب تک رہے ایسے مرنجان و مرنج ٭ غیر سمجھے اُن کو اپنا اور دشمن مہرباں
اور چلے جس وقت دُنیا سے گئے دُنیا میں چھوڑ ٭ خوبیوں کی اپنی ایک اک کی زباں پر داستاں
اُن کا جینا کیسی نعمت ہو گی دُنیا کے لئے ٭ جن کا مرنا اُن کے حق میں ہو حیاتِ جاوداں
زندگی سے اُن کی ہرگز نیتیں بھرتی نہیں ٭ پائیں گر بالفرض عمرِ نوح بھی آکر یہاں
وقتِ رحلت یوں ترستی اُنکو رہ جاتی ہے خلق ٭ ایک بجلی سی چمک کر ہو گئی گویا نہاں
جن کی ایسی زندگی اور جن کی ایسی موت ہو ٭ اُن کا اٹھ جانا ہے بدبختی کا دُنیا کے نشاں

مار تری نیکی سے اُمید ای رفیق باصفا ⁘ آسمانی بادشاہت میں خدا دے تجکو جا
کرلیے تھے سب یگانوں اور بیگانوں کے دل ⁘ نیکیوں سے تونے اپنی فتح واہ کیا کہنا ترا
ہو دلیل اُسکے لیے کافی فقط تیری مثال ⁘ مرد پر عورت فضیلت کا کرے گر اِدّعا
دستِ قدرت نے بنایا گو کہ تھا عورت تجھے ⁘ پر جواں مردوں پہ تھی عالم کی فوقیت تجھے
سچ ہو وہ وارث زمیں کے ہونگے جو ہونگے حلیم ⁘ حلم سے اپنے ملی آفاق میں مُکنت تجھے
وہ تسلّی پائیں گے دُنیا میں جو جھیلیں گے غم ⁘ ہو چُکے غم اب تسلّی دے گی اب راحت تجھے
تو مبارک تھی کہ تھا پہلو میں تیری پاک دل ⁘ ہو مبارک خُلد میں دیدار کی نعمت تجھے
دشمنوں پر مہرباں تھی تو بُروں سے تھی بھلی ⁘ حق نے دی اپنی خلافت کی تھی اہلیت تجھے
تجھ کو غیروں سے محبت تھی جو تھا اپنوں کا فخر ⁘ غیر اور اپنے کریں گے یاد تا مُدّت تجھے
برکتیں دُنیا میں پھیلیں ترے دم سے جس طرح ⁘ بس یونہیں کنجِ لحد میں دے خدا برکت تجھے
فردِ تھی اقبال میں تو بے نظیر خلاق میں ⁘ تیرے مرنے سے ہو سناٹا سا اک آفاق میں
غافل مشو زعاقبتِ کار خود بحنی ⁘ دل نہ بخوابِ مرگ کہ دُنیا فسانہ ایست (حالی)

تمّت بالخیر

تقریظِ دل پذیر باقیات الصالحات خواجہ میر درد حضرت حکیم سیّد ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی تلمیذ شمس العلما پروفیسر مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

ما در پیالہ عکس رخِ یار دیدہ ایم ؎ لے بے خبر ز لذتِ شُربِ مدام ما

لوگ جناب مستطاب مولوی بشیر الدین احمد صاحب کی بڑی تعریف یہ کرتے ہیں کہ خدا رکھے دن رات دلّی میں رستے بستے ہیں ہمیشہ دلّی میں رہتے سہتے ہیں شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور کے صاحب زادے ہیں اُردو بہت اچھی لکھتے ہیں اور اُردو بھی دلّی والوں کی اور وہ بھی لال قلعے کی بیگمات کی میٹھی بولی، یہ کہنا سر آنکھوں پر مگر میں سچ کہتا ہوں وہ بالکل ناواقف ہیں میرے دوستوں کو لبنت کی خبر نہیں اور مولوی صاحب خود اپنے حال سے بے خبر ہیں کہ مجھ میں کیا جوہر پیدا ہو گیا ہے۔ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا چیز بن گیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ محبوب کی مرگِ ناگہاں نے انہیں کنورا دیا صدمہ سے دل گداز ہو گیا اور اُس میں وہ درد پیدا ہو گیا جس کی طلب میں صوفی برسوں پاپڑ بیلتے ہیں اور نصیب نہیں ہوتا جس کی نسبت حضرت فرید الدین عطار فرماتے ہیں ؎

کفر کافر را و دیں دیں دار را ؎ ذرۂ دردے دل عطار را

اب مولوی صاحب کی ایک آنکھ ساون ہے تو ایک بھادوں۔ بات پیچھے کرتے ہیں آنسو پہلے ٹپک پڑتے ہیں۔ خود روتے ہیں اور پاس بیٹھنے والوں کو رُلاتے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔ فراق مولانا کو مژدہ دیتا ہے کہ عن قریب آپ مجاز کی منزل کو طے کر کے پردۂ وحدت تک پہنچ جائیں گے۔ یہی فلاسفی اور یہی راز ہے کہ مولانا کی تصنیف و

تالیف اثر میں ڈوبی ہوتی ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے۔ بالفعل جو اصلاحِ معیشت نام رسالہ مولانا نے لکھا ہے وہ دیکھنے دکھانے کے قابل ہے، اگر شریف زادیاں اُسے پڑھکر نصیحتوں کو پلے میں باندھیں گی تو اُن کے خاوند ہمیشہ پاؤں مُرید رہیں گے اور وہ راج راہیں گی۔ خدا شمس العلماء مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے کہ اپنے فرزند دلبند کو ایسا لائق فایق بنا گئے جنھوں نے آج ہماری بہو بیٹیوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھالیا ہے، اور خدا مولوی بشیر الدین احمد صاحب کو سینکڑوں برس زندہ سلامت رکھے کہ وہ اپنی اولاد کا سُکھ دیکھیں، اور قوم کی مستورات کے اصلاحِ معیشت جیسی نت نئی کتابیں تصنیف فرماتے رہیں ؎

چوں ز تصنیفِ بشیر الدین خاں ✤ نسخۂ با زیب و زینت طبع شد
بہرِ تاریخش فراقِ دہلوی ✤ گفت "اصلاحِ معیشت طبع شد"
۱۳۳۵ھ

تقریظ بے نظیر جناب مولانا خواجہ حسن صاحب نظامی دامت برکاتہم

خانہ داری کی ترازو

وارث الادب مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم۔ حقیقتاً اس خطاب وارث الادب کے صحیح مخاطب ہیں اُنھوں نے اپنے نامور باپ کے شہرۂ آفاق۔ ورثہ ادبی کو زمانہ ملازمت میں بھی صاف ستھرا اور ترقی کناں رکھا اور اب جب سے پنشن لیکر دہلی میں بیٹھے ہیں برابر خدمات علم و ادب میں مصروف ہیں۔ ان کے والد کا طرۂ امتیاز حصہ ادب بعد میں تو مذہبی تالیف و تصنیف کا شغل ہو گیا تھا مگر بنیادی پتھر خانہ داری کی اصلاحات پر رکھا گیا تھا۔

مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے بھی اصلاحِ معیشت اور عروجِ خانہ داری کے مسائل

ہیں اپنے وارث الادب قلم کو مشغول کیا ہی مستورات کے پڑھنے کے قابل اور لڑکیوں کی تربیت کے لائق انھوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں جو ملک میں عام طور سے پسند کی جاتی ہیں۔ ان دنوں ایک ایسی قسم کی کتاب اصلاح معیشت کے نام تیار کی ہی جس میں ہندوستانی خصوصاً اسلامی گھروں کی دونوں تصویروں کو دکھایا گیا ہے۔ ایک تصویر میں سُگھڑاپے کا نظارہ ہی اور دوسری میں پھوڑاپے کا منظر ہی۔ اور دونوں کیفیتوں میں ایسے اسلوب سے خامہ فرسائی ہوئی ہی کہ پڑھنے والے کے دل پر خود بخود اصلاح کی کیفیت طاری ہوتی ہی۔ مجھے اُمید ہے کہ جس طرح مرحوم مولانا نذیر احمد کی کتاب مراۃ العروس مقبول عام ہوئی تھی اصلاحِ معیشت بھی مرغوبِ انام ہوگی۔ کیوں کہ اس کا پیرایہ بھی مراۃ العروس کے خاکے کا پیرو معلوم ہوتا ہی۔

زبان اور بندشِ خیالات کے اعتبار سے بھی مولوی بشیر الدین احمد کی عبارت ہمیشہ اعلیٰ اور نفیس سمجھی جاتی ہی۔ اس کتاب میں بھی یہ شان موجود ہی۔

یقیناً ایسی کتابوں کی زنانہ لٹریچر میں بڑی ضرورت تھی اور ہی۔ مولوی صاحب موصوف قابل شکریہ ہیں جو وہ قومی خانہ داری کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

قطعۂ تاریخ از قلم چکیدہ رقم عالی جناب نواب احمد سعید خاں بہادر المتخلص بہ طالب جاگیردار لوہارو رئیس اعظم دہلی

یہ تو تصنیف مولانا بشیر الدین ∴ الٰہی عورتوں کی ہیکلِ جاں ہو
دعائیہ سنینِ طبع ہیں طالب ∴ کہ "اصلاحِ معیشت بہرِ نسواں ہو"

۱۳۳۵ھ

قطعاتِ تاریخ از قلم جادو بیان ابو اللسان جناب محمد صدیق حسن صاحب نگینوی المتخلص بہ سفیر

نئی تصنیف اک کرکے بشیر الدین احمد نے ؛ سنا ہی نام رکھا اسکا اصلاح معیشت ہی
یہ قصہ اک بہت آموز گار پند ہی لکھا ؛ عجب دلچسپ پیرایہ میں دو بہنونکی حالت ہی
سگی بہنیں ہیں آپس میں یہ فہمیدہ وسنجیدہ ؛ انھیں دونونکی پند آمیز یہ لکھی حکایت ہی
خبر دیتا ہی یہ قصہ ہمیں وہ خانہ داری کا ؛ زمانے بھر میں گھر گھر عام جس کی اک شکایت ہی
عجب ہوتی ہیں تصنیفات مولانا کی کار آمد ؛ خدا رکھے انہیں ان کا ہر اک ممنونِ منت ہی
مجھے لکھنا تھا اس کا قطعۂ تاریخ لکھنے کو ؛ بڑی مشکل ہی یہ مجھ کو کہاں دم بھر کی فرصت ہی
مگر تعمیل بھی کرنی ہی لازم حکم عالی کی ؛ اسی باعث مجھے تاریخ کے مصرعے کی عجلت ہی
لیا شوری ہوا ہاتف سے تو مجھ سے یہ کہا اس نے ؛ سفیر اب لکھدے زیر طبع اصلاح معیشت ہی
۱۳۳۵ھ

ولہ قصۂ فہمیدہ وسنجیدہ جوں ترقیم یافت ؛ دل کش و دلچسپ و کار آمد حکایت شد
کرماستفہ ما تاریخش چو از ہاتف سفیر ؛ گفت از من طبع اصلاح معیشت شد
۱۳۳۵ھ

قطعاتِ تاریخ مترشدہ کلک جواہر سلک جناب مولوی محمد فضل ستار صاحب المتخلص بہ لاابالی ہیڈ مولوی مدرسۂ امروہہ ضلع مراد آباد

پاکیزہ رقم اصلاح معیشت
۱۳۳۵ھ

بشیر الدین احمد نے لکھی ہے ؛ وقارِ علم اصلاحِ معیشت ؛ وہ جس سے زندگی پُر لطف گزرے
نگارے علم اصلاحِ معیشت ؛ رہے جس سے شگفتہ غنچۂ دل ؛ بہارِ علم اصلاحِ معیشت
عروسِ علم کا ایک زیورِ دست ؛ سوادِ علم اصلاحِ معیشت ؛ رہے جس سے تحفظ ہر زیاں کا

حصارِ علم اصلاحِ معیشت ؛ ضروریاتِ دنیا اسمیں ہیں جمع ؛ ہے دارِ علم اصلاحِ معیشت
اسی سے ہوتی ہو ہر کام کی جانچ ؛ عیارِ علم اصلاحِ معیشت ؛ جہاں بھر کا ہے اس میں تجربہ درج
دیارِ علم اصلاحِ معیشت ؛ ہے مُشکِ خلق نیک اس سے مہکتا ؛ تتارِ علم اصلاحِ معیشت
بہ سالِ طبع لکھ دو لا اُبالی "مدارِ علم اصلاحِ معیشت"
۱۳۳۵ھ

وَلَہٗ جوہرِ معانی اصلاحِ معیشت
۱۳۳۵ھ

زاصلاحِ معیشت دین و دنیا می شود حاصل ؛ بہارِ عمر در دوراں بعقبیٰ باغ جنت داں
مسیحی سالِ طبعش لا اُبالی بر محل گفتی ؛ "بشیرِ جاودانی عیشِ اصلاحِ معیشت" خواں
۱۹۱۷ء

قطعہ تاریخ از قلم عفت رقم عزیزہ پارسا خاتون سلمہا اللہ تعالیٰ دخترِ نیک اختر جناب لااُبالی صاحب

اصلاحِ معیشت طورِ معنی" پارسا بے شک ؛ عیاں جس سے تجلّی رضائے ایزدِ منّاں
۱۳۳۵ھ
ترقی زیستِ انساں جو ہے وہ اسمیں مضمر ہے ؛ کہیں کیوں پھر نہ "اصلاحِ معیشت عمرِ جاویداں"
۱۳۳۵ھ
جو دیکھی اس کی خوبی خوشنمائی تیسری میں نے ؛ لکھی تاریخ اُصلاحِ معیشت زیورِ انساں"
۱۳۳۵ھ

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی محمد عبد الحکیم صاحب سوم تعلقدار ڈویژن گنگاوتی ضلع رائچور

فہمیدہ و سنجیدہ اُختین حقیقی را ؛ در عہدِ شباب انہا شوہر چو عنایت شد
نافہم بہ فہمیدہ باعقل بہ سنجیدہ ؛ نااہل و شائستہ باہر دو مرحمت شد
فہمیدہ بہ ناداں را داد عقل بہ دانائی ؛ شائستہ ز سنجیدہ در دورِ مصیبت شد

فرمود چوں ایں قصہ مولٰنا بشیر الدیں ÷ از باعثِ آں فاعل اظہارِ حقیقت شُد
ارشاد چوں آں والا گشتہ پئ تاریخش ÷ از حکم بہ تعمیلش حاضر در خدمت شُد
در خواب جو من رفتم از غیب ندا آمد ÷ تاریخ بگو "انیک اصلاحِ معیشت شُد"
۱۳۳۵ھ

ولہ
"مصنفِ محسنِ ہند مولوی بشیر الدین صاحب" ۱۳۳۵ھ

بشیر الدین احمد نیک سیرت ÷ مُسلّم جن کی ہے علمی فضیلت
یہ انگلش فارسی عربی اُردو ÷ ہے دی اللہ نے اُن کو لیاقت
مُصنّف ہیں مولف اور مورّخ ÷ ادیبِ با ادب ماہرِ حکمت
لیاقت میں ہیں یکتائے زمانہ ÷ خداداد اُن کی یہ ہی قابلیت
ہی علم و فضل ان کا خاندانی ÷ شرافت اور نجابت ہی ودیعت
صفاتِ صاف گوئی میں ہیں یکتا ÷ ہے ظاہر یے بھی ہنر انکی طینت
طبیعت میں ہیں ایسے پاک باطن ÷ نہیں خاطر میں رہتی ہی کدورت
ہزاروں میں نہیں ہی ہم نے دیکھی ÷ قسم اللہ کی ایسی طبیعت
دکن کے مختلف اضلاع میں بھی ÷ رہی ہی مدتوں ان کی حکومت
رہے ہیں آپ عرصے تک کلکٹر ÷ وجاہت کی رہی حضرت کی خدمت
حکومت بھی رہی بے مثل ان کی ÷ سدا راضی رہی ان سے رعیّت
تھے جتنے لوگ ماتحتی میں ان کی ÷ رہا ہر فرد ان آرام و راحت
ہزاروں نے گزاری عمر اپنی ÷ بڑی بے فکری سے ان کی بدولت
ہوئی پچپن برس جب عمر انکی ÷ بُرائی پر تب آئی اپنی قسمت
وظیفہ کے لئے درخواست دیدی ÷ ہوئی سرکار سے جب کی اجازت
قلق میں چھوڑ کر تب ہم سبھوں کو ÷ ضلع رائچور سے پھر ہوگئے رخصت
وطن مالوف کو اپنے سدھارے ÷ نصایح پر ہوئی مائل طبیعت

تصانیف آپ کی اک اک سے بڑھ کر ÷ جو پُر ہیں از فصاحت اور بلاغت
ہیں یہ شائق پئے تعلیم نسواں ÷ ہے بچوں سے انہیں بے حد محبت
اسی میں ہیں بہت ان کی کتابیں ÷ اسی میں ہو یہ اصلاحِ معیشت
ہوئی جب طبع اصلاحِ معیشت ÷ اور اس کی ہو گئی ہر جا پہ شہرت
تو پہونچی یہ خبر گنگا دوتی میں ÷ اور عاصی کو ہوئی از حد مسرت
پے تاریخ تھی گو فکر مجھکو ÷ ملی لیکن مجھے مطلق نہ فرصت
پشیمانی بڑھی جب حد سے زاید ÷ تو اک شب سو گیا از خوابِ غفلت
اسی حالت میں جب کچھ رات گزری ÷ تو سوتے میں ہوئی مجھکو بشارت

جو کوئی سال ہجری تم سے پوچھے
کہو شد طبع اصلاحِ معیشت
ھ ۲۳۵

قطعۂ تاریخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس تہلی ضلع سارن

بشیر الدین احمد آں کہ باشد ÷ بدنیائے تصانیف اہلِ شہرت
فطین و عاقل و فرزانہ ذی ہوش ÷ ذہین و زیرک و اہلِ فراست
در اصلاحِ کن با نیک نامی ÷ بدستش داشت تا مدت حکومت
وظیفہ یافت بہرِ مدت العمر ÷ بسر فرمود چوں میعادِ خدمت
مآل اندیشیِ ہر فردِ انساں ÷ وجودش رحمت و دانش غنیمت
نماید شرح اوصافِ کمالش ÷ کجا باشد زباں را ایں طاقت
کتابے احسن التالیف بنوشت ÷ کہ می دارد بطورِ خویش ندرت
دراں مضمونِ اخلاقی ست دلچسپ ÷ پُر از قانونِ قدرت با ظرافت

زہے ایں نسخۂ اکسیر نایاب ؛ کہ شد مطبوع با صد حسنِ صحت
بسے را دعویِ تالیف باشد ؛ مگر بنمو چنیں در فکر جدّت
دریں شک نیست کو رائے تجسس ؛ بدست آمد خدا داد ایں سعادت
بوقتِ فکر سالِ انطباعش ؛ بگوشم آمد ایں با صد مسرت
لطیف احمد اگر فرمائش از تست
بگو "شد طبع اصلاحِ معیشت"
۱۳۳۵ھ

ولہ۔ نئی تصنیف اصلاحِ معیشت ؛ سراپا قابلِ تحسین و توصیف
جو ہے فی الحال زیرِ طبع اُس کا ؛ کوئی لکھے نہ لکھے سالِ تالیف
لطیف اس کے لئے کافی ہے اتنا ؛ "بشبیر الدین احمد کی ہے تصنیف"
۱۳۳۵ھ

قطعۂ تاریخ از جناب ڈاکٹر شبیر حسن صاحب رئیس کرت پور ضلع بجنور

مرحبا صلِّ علیٰ واہ مصنّف کا شعور ؛ جن کی تصنیف سے ہے ہر دل مخزون مسرور
شک نہیں اس میں بلاغت میں ہے سحبان فرور ؛ کہ فصاحت سے مضامین ہیں بالکل بھرپور
ایسے شائستہ مضامین کہ سبحان اللہ ؛ حرف گوہر ہیں تو ہیں سلکِ گہر اُس کی سطور
طبع نازک کی ہیں جولانیاں کیا کیا خوش کن ؛ فقرے فقرے میں محبت بھی حیا بھی مسطور
اُس پہ زیبا ہے عجب چاشنی لطفِ سخن ؛ متفق خوبیوں پر اس کے سراسر جمہور
لڑکیوں کے لئے تصنیف ہے یہ اک اعجاز ؛ خانہ داری کے بتائے ہیں مہذب دستور
عورتیں اس پہ نظر غور سے گہری ڈالیں ؛ ذکر فہمیدہ و سنجیدہ ہے کیا خوش مذکور
دیکھو فہمیدہ کا گھر بن گیا رشکِ جنت ؛ خانۂ تیرہ و تاریک بنا بقعۂ نور
اور سنجیدہ کا وہ خانۂ فردوسِ بریں ؛ اُس کی کج فہمی سے دوزخ کا نمونہ ہے ضرور

گر سمجھ دار زن و شو ہیں تو گھر ہی جنّت ÷ مرد خامی نہ بنے گر نہ عورت کا قصور
شوہروں کے لئے ہیں بیبیاں آسائشِ جاں ÷ تیرگی خانۂ تاریک انہیں سے کافور
بی بی شائستہ تو دُنیا میں ہی جنّت بیشک ÷ زن و شُو جس میں نظر آتے ہیں غِلمان و حور
اور اگر جہلِ مرکب میں ہی مستغرق زن ÷ مُتکبّر متغیّر مُتمرّد مُغرور
گھر ہو فردوس تو وہ تیرہ و تاریک بنے ÷ مرد کو نار نظر آتے اگر ہو وے نور
دیکھو سنجیدہ و فہمیدہ کے حالات کو تم ÷ ایک برباد ہوئی ایک مظفر منصور
توسنِ طبع کو تاریخ کی تھی کچھ تگ و دَو ÷ راکبِ فکر نے ہمیز کیا دُور سے دُور

کہ یکایک یہ سُنی ملہمِ غیبی کی صدا
بادۂ کبر سے سنجیدہ ہے از حد مغرور
۱۹۱۷ء

ریویو مندرجہ تہذیب نسواں مطبوعہ ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء

مولوی بشیر الدین احمد صاحب کا گھرانا زنانہ تعلیم کا خزانہ ہے۔ انہیں عورتوں کی بہتری اور فائدے کا بہت خیال ہے اور وہ ان کے لئے نہایت مفید کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔ اقبال دلہن اور حسنِ معاشرت بہت مقبول ہوئی ہیں۔ جو اگرچہ زیادہ ایک خاص قسم کی زندگی کے لئے ہی مفید ہیں لیکن وہ مستورات میں عام طور پر مقبول ہوئی ہیں۔ حال میں اُنھوں نے اِصلاحِ معیشت کے نام سے ایک اور بہت اچھی کتاب لکھی ہے۔ جو دلچسپی اور مفید ہونے کے لحاظ سے پہلی دو کتابوں پر فوقیت لے گئی ہے۔ اس میں ایک گھر کی دو حقیقی بہنوں کا قِصّہ درج ہے ایک نے اپنی قابلیت اور سگھڑاپے سے اپنے بگڑے ہوئے شوہر کو سدھار لیا اور دوسری اپنی جہالت اور پھوڑپنے سے اپنے اچھّے خاصے لائق شوہر کو کھو بیٹھی۔ کتاب کے

دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں سُگھڑ اور عقل مند بہن فہمیدہ کا حال ہے۔ دوسرے حصے میں سنجیدہ کے گھر کی ابتر حالت اور اُس پھوڑ پنے کا جو نقشہ دکھایا ہے اس میں اگرچہ کسی قدر مبالغہ ہے لیکن بدسلیقہ عورت کے گھر کا فوٹو اس سے اچھا نہیں کھنچ جا سکتا۔ کتاب نہایت پُرلطف اور نصیحت خیز ہے۔ ہر بہن کے پاس اس کا ایک نسخہ ہونا چاہیئے۔ اصل کتاب تو ۲۶۰ صفحوں کے قریب ہے لیکن آخر میں کوئی (۱۸) صفحوں میں اس کتاب کے متعلق مشاہیر ملک کی رائیں اور (۶۰) صفحوں میں اُردو کے الفاظ و محاورات کی فرہنگ ہے جو اس کتاب میں استعمال کئے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ بھی عمدہ قیمت بھی آج کل کی گرانی کاغذ کے لحاظ سے بالکل مناسب ہے۔

ریویو مندرجہ انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڈھ مطبوعہ ۲۴ اپریل ۱۹۱۸ء

مولوی بشیر الدین احمد صاحب دہلوی پنشنر کلکٹر سرکار نظام (خلف مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم) نے حال میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب لکھی ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ عورتیں ہی مردوں کے بگاڑنے اور سنوارنے والیاں ہیں۔ درحقیقت یہ کہ ایک نہایت دل چسپ اور ضروری بحث ہے۔ اور اس زمانے میں تو گویا موت و حیات کا مسئلہ ہے، اور اس لئے تعلیم کا جزو لاینفک بننے کے لائق ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ پنجاب نے بھی اس کتاب کی خوبی کو تسلیم کرکے اس پر مبلغ تین سو روپے انعام تجویز کیا ہے۔ آج کل کے مہنگے سمے میں صرف وہی لوگ کتابیں چھپوانے کی ہمت کرتے ہیں جن کو کہنا چاہیئے کہ وہ اس پر مجبور ہیں یا جن کو اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کی (مثل مولانا

یہ ہند سے پہلے ایڈیشن کے ہیں۔

بشیر آلدین احمد صاحب کے) چیٹک لگی ہوئی ہے۔ اور گو مصارف کے مقابلے میں یہ رقم انعام کیسا ہی جزو قلیل ہو تاہم گورنمنٹ عالیہ کے (خصوصاً اس جیسے نازک موقع پر) علمی سرپرستی کی بیّن دلیل ہے جس پر اس کا جس قدر بھی شکریہ علمی دُنیا کی جانب سے ادا کیا جائے کم ہے۔ اور گو مولانا کی تمام کتابیں اسی پایہ کی ہیں اور ان میں سے بعض کسی نہ کسی حیثیت سے گورنمنٹ کا اعتراف بھی حاصل کر چکی ہیں،" تاہم مولانا کی خدمت میں بھی ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ان سے آیندہ کے لئے مزید مستعدی کی توقع کرنا تو ماشاءاللہ تحصیل حاصل ہے البتہ ان کی بقاء صحت و درازیِ عمر کی دعا ضرور کرتے ہیں ؛

فرہنگ اصلاحِ معیشت

اُردو ہی جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہی

جس طرح انگلینڈ کی زبان انگریزی ہی اُسی طرح ہندوستان کی لِنگوا فرینکا (عام بولی) اُردو ہی، اور جس طرح خاص لندن کی انگریزی اور بھر رائل فیملی (خاندانِ شاہی) کی زبان بہترین نمونہ انگلش کا مانی جاتی ہی اُسی طرح دہلی اور لکھنؤ کی اُردو فصیح۔ مستند اور ٹکسالی سمجھی جاتی ہی کیوں کہ کَلَامُ المُلُوکِ مُلُوکُ الکَلَام۔ شاہانِ مُغلیہ کی زبان اُردو تھی اور انھیں کی گودوں میں یہ زبان پلی اور پرورش پائی۔ دہلی اُجڑ کر لکھنؤ بسا۔ اُردو کی نئی نویلی دُلہن کو اہلِ لکھنؤ نے آغوشِ محبت میں لیا اور خوب بنا وسنگھار سے سنوارا۔ جب سلاطینِ اسلامی کا تختہ اُلٹ گیا تو اُردو رانڈ ہوگئی اور جب سے اب تک کس مپرسی کی حالت میں سسک رہی ہی۔ مری تو نہیں مگر زندہ در گور ضرور ہی۔ ہندی اس کی سوکن ہمیشہ پل کے آتی مگر مُنہ کی کھاتی ہے۔ گو ہندوستان کے مختلف اقطاع میں اُردو بولی جاتی ہی مگر یہاں کی اور وہاں کی زبان اور خصوصاً محاورات میں آسمان زمین کا فرق ہی جو محاورات ہماری زبان پر چڑھے ہوئے اور زبان زدِ خاص و عام ہیں اُن سے پنجاب۔ دکن اور مدراس کے لوگوں کے کان آشنا نہیں ؎

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہر دائرہ

اُردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

مرد، ہندوستان تو ہندوستان غیر ممالک تک کی خبر لاتے ہیں اور جس حصۂ ملک میں رہ پڑتے ہیں، وہاں کا لب و لہجہ اور محاورات اُن کی زبان پر ایسے چڑھ جاتے ہیں کہ انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کی زبان خالص اور مستند اُردو نہیں رہتی بلکہ ست نجا ہو جاتی ہے لیکن برخلاف اس کے عورتوں کی اُردو بالکل خالص اور ٹھیٹ آمیزش اور عیار سے پاک ہنڈرڈ ٹچ کا سونا سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اُس میں بیرونجات کی آمیزش نہیں ہوتی اور نہیں ہو سکتی جس کے دو وجوہ ہیں۔ اول سب سے بڑھکر پردہ جو ایک قسم کا سگریگیشن ہے یعنی سب سے الگ تھلگ رہنا، دوسرے اُن کے میل جول کا حلقہ محدود پس ان کی اُردو حقیقت میں لوکل اُردو ہے جو اپنے صوبے بلکہ اپنے شہر اپنے محلے حتّٰی کہ اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر محدود۔ نہ وہ کہیں باہر آتی جاتی ہیں نہ اُن کے کانوں تک اجنبی کی آواز پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملک و ایماں غیر دیار و امصار کے محاورات سے مانوس نہیں اور اسی وجہ سے دلی کی اُردو میں بھی لال قلعے کی بیگمات کی اُردو چوٹی کی اُردو مانی جاتی ہے۔ یہ کتاب بھی دلی کے شریف گھرانوں کی با محاورہ زبان ہے اسی سبب سے بعض بعض لفظ اور خاص خاص محاورے ایسے آ گئے ہیں جو غیر ملک کی عورتوں نے نہیں سُنے اور لازمی طور پر اُن کو فہم مطالب میں ایک گونہ اُلجھن اور دقت ہوتی ہے اور وہ مفہوم اصلی سمجھنے سے قاصر رہتی ہیں، اسی مشکل کا حل یہ فرہنگ ہے۔ جو لفظ یا محاورہ کسی کو معلوم نہ ہو اس میں دیکھ لیں۔ لگے ہاتھ ہم نے خاص کر عورتوں کی آسانی کے لئے مشکل الفاظ کے معنے اور فارسی اشعار کا ترجمہ بھی لکھدیا ہے۔ ذی استعداد مردوں کو اس فرہنگ کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

الف

اُبھارنا۔ آمادہ کرنا۔ برانگیختہ کرنا۔

آبروباختہ۔ بے عزت۔ بے غیرت۔

آبروڈبوؤ۔ عزت کھونے والا۔

اُبکائیاں لینا۔ قے کرنا۔

اپنی گرہ سے۔ اپنے پاس سے۔

اپنی بیتی۔ جو اپنی ذات پر گزری ہو۔

اپنا سا مُنہ لے کر رہ جانا۔ شرمندہ ہو جانا۔ مُنہ کی کھانا۔

اپنی آئی اوروں سر گنوائی۔ اپنی بات اوروں پر ٹال دینا۔

آپھت۔ گنواری بولی۔ آفت۔

آپے سے باہر ہونا۔ بے قابو ہو جانا۔ تن بدن کا ہوش نہ رہنا۔

آپس میں چھننا۔ باہمی جھگڑا۔ لڑائی۔

اِترانا۔ ناز کرنا۔ لاڈ کرنا۔

اَٹی ہوئی۔ بھری ہوئی۔ پُر۔

اَٹ گَٹ۔ بے شمار۔ بے تعداد۔ بے حد۔

اٹکھیلیاں۔ کھیل۔ تماشے۔

اُٹھک بَیٹھک۔ نشست برخاست۔

الف

اُٹھانا۔ برداشت کرنا۔

آٹے کے ساتھ گھُن کا پس جانا۔ ناکرد گناہ۔ بلا وجہ کسی دوسرے کے سبب س آفت میں آجانا۔

آثار۔ علامات۔

اجیرن۔ وہ چیز جس سے طبیعت ملول ہو جا

اُجلی گزران۔ شریفانہ طرزِ زندگی۔

اُجڑنا۔ ویران ہونا۔

اُجاڑنا۔ برباد کرنا۔

اجنبی۔ اوپری۔ بے پہچان۔

اُچاپت۔ ہاتھ اُٹھاؤ قرض۔ چلتر قرضہ۔

اچھوتے۔ تازہ۔ انوکھے۔

احترام۔ بزرگداشت۔ عزت۔ توقیر۔

احساس و اِذعان۔ علم و یقین معلوم ہونا۔

احمق عقل مند نما۔ ظاہر میں تو عقل من مگر دراصل بے وقوف۔

اختتام۔ خاتمہ۔

اختلاجِ قلب۔ دل کی دھڑکن۔

اخوان الشیاطین۔ بُرے یار دوست شیطا

الف

اِدّعا۔ کسی بات کا فرض کر لینا۔

اُدھار۔ قرض۔

اَدوان۔ چارپائی کے پائنتی جو رسّی بندھی رہتی ہے جس سے چارپائی کھینچی جاتی ہے۔

ادھیڑبُن۔ پرچول۔ لُٹہ۔ تفتیش۔ تفحّص۔

ادھ کچری۔ نیم پختہ۔

اَدَب تاجیست الخ ادب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ایک ایسا تاج ہے کہ اُسے سر پر رکھ کر جہاں چاہو جا سکتے ہو۔

آدھی بات۔ ذراسی بات۔

آدمی گھس لگانے کو بھی میسّر نہیں یعنی آدمی ناپید ہے۔ ملتا نہیں۔

اَدھر۔ معلّق۔ بیچ میں۔

آرزوئے دیرینہ۔ مدّت کی تمنّا۔

ارمان۔ آرزو۔ تمنّا۔ خواہش۔

اُڑس لینا۔ اٹکا لینا۔ کھونس لینا۔

اُڑتی پڑتی۔ سُنی سُنائی۔ گوش زدہ۔

اُڑتی ہوئی چڑیا کے پر گِننا۔ تاڑ لینا بھانپ لینا۔ پہچان لینا۔

الف

اُڑلگنی۔ وہ عورت جو اُڑ کر چمٹ جائے یعنی زبردستی سر ہو جائے۔

آزار۔ دُکھ۔ تکلیف۔ روگ۔

از قضا آئینۂ چینی شکست الخ اتفاق سے چینی کا آئینہ ٹوٹ گیا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ اپنے آپ کو (ہر وقت) دیکھنے کا سامان ہی جاتا رہا۔

از کار رفتہ۔ بے کار۔

از ماست کہ بر ماست۔ اپنا کیا اپنے آگے جو کچھ ہم کو پیش آتا ہے وہ ہمارے ہی کرنے دھرنے کا نتیجہ ہے۔

آزمودہ را آزمودن جہل است۔ ایک دفعہ آزما لینا کافی ہے آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانا فضول بات ہے۔ عربی مثل یہ ہے۔ مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ مجرّب کو آزمانے سے سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہیں۔

از سرِ نو۔ شروع سے۔

از بسکہ۔ چوں کہ۔ اگرچہ۔

از بروں۔ الخ یعنی اس کُتب خانے کا حال کافر کی قبر کا سا تھا باہر سے آراستہ اور

الف

اندر خدا کا غضب - نعوذ باللہ منہ -
ازصحبتِ شاہاں الخ - بادشاہوں کی صحبت سے ڈرنا چاہیے - کبھی تو وہ سلام پہ آرزدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی گالی پر خوش ہو کر سرفراز کر دیتے ہیں -
ازخورداں خطا الخ - چھوٹوں کی خطا کو بڑے معاف کر ہی دیا کرتے ہیں -
استغنا - بے پروائی - پیٹ بھرا -
استسقاء - جلندھر (مرض)
استرکاری - مکان کی پیائی چونے سے گِلاوا
استغفراللہ - توبہ - پناہ بخدا -
آسماں بارِ امانت الخ - آسماں خدا کی امانت کے جس بھاری بوجھ کو نہ اُٹھا سکا وہ حضرت انسان کے سر منڈھا گیا - فال کی چٹھی جو نکلی تو اس دیوانے (یعنی انسان) کے نام -
اِسراف - فضول خرچی -
آسمان زمین کا فرق - بہت بڑا فرق -
آسمان زمین کے قلابے ملانا - توڑ جوڑ ملانا -

الف

جو بات ممکن نہ ہو اُسے ممکن الوقوع کہنا -
اشتیاقیکہ بدیدار تو الخ - آپ کی ملاقات کا جو اشتیاق مجھے ہوا اُسے میرا ہی دل (خوب) جانتا ہے -
اشک شوئی - آنسو پونچھنا - تسلی و تشفی کرنا - دل جوئی کرنا -
اِصلاحِ معیشت - طرزِ زندگی کی درستی -
اصولِ موضوع - پکے اور مجرب قاعدے جو توڑے نہ ٹوٹیں - آزمائی ہوئی بات -
اصلاح کا بیڑا اُٹھانا - درستی کا ذمہ لینا - حتمی وعدہ -
اظہر من الشمس - سورج کی طرح ظاہر - جو بات بالکل کھلی ہو -
اعتراف - قبول کرنا - اقرار کرنا -
اعتدال - بیچ کی راس - درمیانی حالت -
افراتفری - اُلٹ پلٹ - تفرقہ اندازی -
آفاق - دُنیا -
افشائے راز - بھید کھول دینا -
اُف نہ کرنا - مُنہ سے بھاپ نہ نکالنا -

الف

اُفتادِ مزاج۔ طرزِ مزاج و روش۔
اُقلیدس کے چاروں مقالے (اُقلیدس) علم ہندسہ اور اشکال ریاضی کی ایک کتاب ہے جس کے چار حصے مروّج و مشہور ہیں۔ اُقلیدس اُس حکیم کا نام ہے جس نے یہ فن نکالا۔ لغوی معنی کلیدِ ہندسہ یونانی زبان میں اُقلی کنجی کو کہتے ہیں اور دِس یا دَس بمعنی ہندسہ۔
اکھٹے۔ یک جا۔ جمع شدہ۔
اکیلی جان۔ تن تنہا۔ منفرد۔
اکھڑ۔ ترش رو۔ بدمزاج۔ سخت گیر۔
اُکڑوں بیٹھنا۔ چوتڑوں کے بل دونوں گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھنا۔
اُکسانا۔ اُبھارنا۔ بھڑکانا۔ برانگیختہ کرنا۔
اُکھڑنا۔ ناگوارِ خاطر ہونا۔
اُکھڑی اُکھڑی۔ جو بات ٹھکانے سر نہ ہو۔ بددلی سے بات کرنا۔
اِکّا دُکّا۔ شاذ و نادر۔
اکسپرس۔ (انگریزی) تیز رَو ریل۔
اغیار۔ غیر شخص۔ اجنبی۔

الف

آگے کو کان ہوئے۔ آیندہ کو ہوشیار ہو گئے۔
اُگل۔ پیپ شہتر۔
اُگلوانا۔ پیٹ میں جو چیز اُتر گئی ہو اُسے نکلوانا۔ برآمد کرانا۔
آگے دے کے لٹوانا۔ دیدہ دانستہ برباد کرانا۔
ایلومینیم۔ ایک قسم کی سفید دھات ہے جس کے ہلکے ہلکے برتن آج کل بہت رائج ہیں جسے قلعی کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
اُلجھنا۔ بحث پر تُل جانا۔ پیچھے پڑ جانا۔
القط ہوجانا۔ قطع تعلق۔ چھُٹ جانا۔
الم۔ رنج۔
الٰہ آمین۔ لاڈ چونچلے۔ خیر منانا۔
اُلٹی گنگا بہنا۔ خلافِ قیاس و عقل کسی بات کا ہونا۔
اُلٹے بانس بریلی چڑھنا۔ خلافِ قیاس و عقل کسی بات کا ہونا کیوں کہ بریلی تو خود بانسوں کیلئے مشہور ہے پھر وہاں بانس لے جانے کے کیا معنی۔

الف

اُلٹے پاؤں۔ فوراً واپس جیسے گئے تھے ویسے ہی پلٹ آئے۔
اُلفتے۔ مُفت خورے۔
اَللّے تللّے۔ مزے اُڑانا۔ عیش و آرام
الگ الگ اُڑا لینا۔ بالا بالا نامعلوم طور پر لے لینا۔
اُلٹا چور کوتوال کو ڈانڈے۔ یعنی خود تو مجرم اور ڈالے کوتوال پر۔
آلتی پالتی مار کے بیٹھنا۔ چار زانو بیٹھنا۔
اَلبُتّ۔ جاہل عورتیں البتہ کی جگہ بولتی ہیں۔
اُلٹی آنتیں گلے پڑنا۔ دوسرے پر الزام دینا مقصود ہو مگر پھنس جائیں خود۔
اَلکساہٹ۔ سُستی۔ کاہلی۔
الخموشی نیم رضا۔ چُپ سادھ جانا بھی آدھی رضامندی ہے۔
اُلٹا اثر۔ نتیجہ برعکس۔
اُلٹ کر نہ پوچھنا۔ کس مپرسی۔ خبر تک نہ لینا
اِمتدادِ زمانہ۔ بہت عرصہ گزر جانا۔
امکا ڈھمکا۔ یہ۔ وہ۔ فلاں۔

الف

آمنّا صدّقنا۔ بالکل اتفاق کر لینا۔
اماں داری۔ اماں صدقے۔
آمدم بر سرِ مطلب۔ میں اپنے مطلب پر آگیا۔
آمادہ۔ مُستعد۔ طیار۔
اِنّا للہ الخ۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں مسلمان لوگ کسی کے مرنے یا حالت غم و نقصان میں قرآن شریف کی اس آیت کو پڑھا کرتے ہیں۔
آنکھ اوجھل الخ۔ از دیدہ دور از دل دور۔
آنًا فانًا۔ دم بھر میں۔ چٹکی بجاتے۔
آنکنا۔ قیمت کا اندازہ کرنا۔
انتڑیاں قل ہو اللہ الخ۔ بہت بھوک کے وقت یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔ خالی پیٹ میں جو قراقر ہوتا ہے اُس کو انتڑیوں کا قل ہو اللہ پڑھنا کہتے ہیں۔
آن بان۔ شان شوکت۔
انگشت بدہاں۔ تحیّر کی حالت۔
آنکھوں ہی آنکھوں میں۔ گھور گھور کے۔
ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جاہل عورتیں یونہیں

الف

بولتی ہیں۔ اگر خدا بھی چاہے۔
اَن جان۔ ناواقف۔
انجر پنجر۔ پرزے پرزے۔
اُنگشت نما ہونا۔ بدنام ہونا۔
آنگن۔ انگنائی۔ صحن۔
آنکھیں کھلنا۔ خبردار ہو جانا۔
آنسو بہانا۔ غم کرنا۔
انقلابِ عظیم۔ بڑا ردّ و بدل۔
اندھا دھند۔ بے ٹھور بے ٹھکانے۔
انسداد کرنا۔ روکنا۔
آنکھوں کا تیل نکالنا۔ سخت محنت کرنا۔ دیدہ ریزی۔
انفعال۔ شرمندگی۔
آں کہ شیراں را کند الخ۔ ضرورت وہ بُری بلا ہے کہ شیر جیسے تند خو کو بھی تو لومڑی جیسا غریب بنا دیتی ہے۔
اٹوائی کھٹوائی لے کر پڑنا۔ روٹھ کر الگ تھلگ پڑ جانا۔
اَن بَن۔ نااتفاقی۔ سوء مزاجی۔

الف

آنکھیں لُٹا لینا۔ روتے روتے آنکھیں سُجا لینا۔
آنا کانی کرنا۔ حیلہ جوئی۔ ٹالنا۔
اندھیر نگری چوپٹ راج۔ وہ سلطنت جہاں بالکل انصاف نہ ہو۔
اُنگلی لگانا۔ یعنی ذرا بھی نہیں مارا۔
اَنیا خنیا۔ ابرے غیرے۔ ایسے لوگ جو ناقابلِ شمار ہوں۔ بے وقعت۔
آں را کہ عقل بیش الخ۔ جسے عقل زیادہ ہوتی ہو اُسے ہی فکر افکار زیادہ ہوتے ہیں۔
اَنٹا۔ بڑا گولا۔
انگیز کرنا۔ برداشت کرنا۔ اٹھا لینا۔
اُن کو لیا۔ یعنی خوب خبر لی۔
اناپ شناپ۔ واہی تباہی۔ مہمل۔
انوکھی۔ عجیب و غریب۔ نادر۔
اُو۔ طرف۔
اوسان درست ہونا۔ حواس برجا ہونا۔
آویزے۔ بندے جو کان میں پہنے جاتے ہیں۔ بُندے۔
اوپر تلے کے بہن بھائی۔ ایک کی پیٹھ پر دوسرا۔ یکے بعد دیگرے۔

الف

اوائل۔ شروع۔ آغاز۔

اوندھ جانا۔ برباد ہوجانا۔ بالکل بگڑ جانا
خراب ہوجانا۔

اوباش۔ آوارہ۔ بدرو بد۔

اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانا۔ ذرا سے اشارے
یا تحریک پر کوئی کام کر دینا۔

اوپری۔ اجنبی۔ غیر مانوس۔

اودھم۔ شرارت۔ غُل غپاڑہ۔

اونچا سنائی دینا۔ ثقلِ سماعت۔ بہرا پن

اوچھا پن۔ خفیف الحرکاتی۔ بردباری کے برعکس

اوندھی سمجھ۔ اُلٹی عقل۔

اونٹ رے اونٹ الخ۔ جو ہر طرح سے
بُرا ہو اور جس کی کوئی بات بھلی نہ ہو۔

اونچ نیچ۔ نشیب و فراز۔

اوندھ۔ اُلٹ۔

اوندھی سیدھی پٹی پڑھانا۔ غلط سلط
خلافِ واقعہ سمجھا دینا۔

اوازے توازے کسنا۔ طعن و تشنیع کرنا۔

ادھل۔ آڑ۔

الف

آوے کا آوا اوندھا۔ گھر کا گھر چوپٹ
یعنی کل بے ڈھنگے۔

اوپری خلل۔ آسیب۔ جھپیٹا۔

اوندھی۔ اُلٹی۔

آہستہ خرام الخ۔ آہستہ چلو بلکہ احتیاط
کا اقتضا تو یہ ہے کہ چلو ہی نا کیوں کہ تمہارے
پاؤں کے نیچے لاکھوں جانیں ہیں ایسا نہ
ہو کہ کوئی روندن میں آ جائے مطلب صرف احتیاط
کرنے سے ہے۔

اہلیت۔ قابلیت۔

اہم سترگ۔ بڑا۔ باوقعت۔ ضروری۔

آہٹ۔ کھٹکا۔ آواز۔

ایجادِ بندہ الخ۔ یہ بندے کی ایجاد ہے۔
خواہ وہ کیسی ہی بُری ہو۔

اینڈ رہ جانا۔ چلتا ہوا کام رُک جانا۔ جارج ہونا۔

ایک تار بھی باقی نہ رہا۔ یعنی ذرا سا بھی
نہ رہا۔

اے خار و خس الخ۔ کانٹا اور گھانس پھونس
اور سمندر سب ہی تو تیری تعریف کی باتیں کیا

الف

کرتے ہیں تیری تعریف کی برکت سے تیری تعریف کرنے والے کا منہ موتیوں کا خزانہ ہو جاتا ہے۔

ایں ہم اندر عاشقی الخ۔ عاشقی میں جہاں اور غم ہیں۔ خیر یہ اور بھی سہی۔

اے خاکِ تیرہ الخ۔ اے ڈراونی زمین ذرا تو اس مہمان کا خیال رکھیو کہ یہ ہماری آنکھوں کا نور (اور کلیجے کی ٹھنڈک ہے) جسے تو نے اپنی بغل میں لیا ہے۔

آئی اوائی۔ جو چیز آ چکی ہو۔

ایں نگار یں نگار الخ۔ یہ خوب صورت تحریر ایسی ہے کہ چمن بھی اُسے دیکھ کر رشک کرتا ہے جس کی تحریر باغ کے بیان سے بھی اچھی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے فیض و کرم سے خدا ایسا کرے کہ قدر دانان سخن کی نظروں میں قبول ہو۔

آئی گئی کر دینا۔ بات کو رفع دفع رفت و گزشت کر دینا۔

ایک ایک کی دس دس لگانا۔ مبالغے کے ساتھ شکایت کرنا۔ چغلی کھانا۔

الف

آئے دن۔ ہمیشہ۔

اینٹھنا۔ کسی کو دھوکا دے کر لے لینا۔

آئیں تو پھر جائیں کہاں۔ ایک دفعہ جب غصہ آگیا تو پھر کیا ٹھکانا کسی طرح اُترتا ہی نہیں۔

اے بسا ابلیس الخ۔ بہت سے شیطان انسانوں کی شکل میں ہوتے ہیں یعنی دیکھنے کو بھلے مانس مگر باطن میں اوّل درجے کے پاجی۔

آئے تھے نماز بخشوانے الخ۔ آئے تھے ایک خاص کام کو سر انجام دینے وہ تو ہونے نہ پایا کہ دوسری بلا سر منڈھی گئی۔

ایک آن۔ کوئی وضع۔

ایامِ جاہلیت۔ حضرت پیغمبر صاحب صلعم کی بعثت کے قبل بُت پرستی اور شرک وغیرہ کثرت سے تھا وہی زمانہ ایامِ جاہلیت کہلاتا ہے۔

ب

یہ آبِ زمزم الخ۔ جس کی تقدیر بُری ہو اُسے چاہے زمزم کے پانی سے دھوؤ اور چاہے کوثر کے مگر وہ تقدیر کی کملی کالی کی کالی یعنی بگڑی ہی رہے گی ۔ سہ

تدبیر سے قسمت کی بُرائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

باادب الخ۔ جو ادب کرتا ہے وہ نصیبہ ور ہوتا ہے اور بے ادب بدقسمت ہوتا ہے۔
باتیں بگھارنا۔ باتیں بنانا۔
بانٹ چونٹ۔ تقسیم۔
باید و شاید۔ جیسا کہ چاہیئے۔
بانٹیا۔ ساجھا۔ حصّہ۔ شرکت۔
بالواسطہ۔ کسی کے ذریعے سے۔
بارے۔ غنیمت ہے کہ۔
باچھیں کھِلنا۔ اظہارِ مسرت۔
بارِ گراں۔ بھاری بوجھ ناگوارِ خاطر۔
بالالتزام۔ ہمیشہ معمولاً۔
بادہ خواری۔ شراب پینا۔
بات خالی جانا۔ اثر نہ ہونا۔

ب

بااین ہمہ۔ باوجود اس کے۔
بارِ قرض۔ قرض کا بوجھ۔
باراں کہ در لطافت الخ۔ مینہ کی عمدہ خاصیت میں کچھ فرق نہیں یہ زمین کی تاثیر ہے کہ باغ میں پھول اُگتے ہیں اور جنگل میں خس و خاشاک۔
بادِ سموم۔ لُو کا جھونکا۔ گرم ہوا۔
بارہ مہینے۔ ہمیشہ
بارِ گراں سے سر گراں۔ بوجھ سے بوجھل۔
بات دینی آنا۔ قول و اقرار کر لینا۔ پابند ہو جانا۔
بائیں ہاتھ کا کھیل۔ آسان بات۔
بالائی خرچ۔ چلّر خرچ۔ اوپری خرچ۔
بال پڑ جانا۔ چینی کے برتن میں دراڑ پڑ جانا۔ تڑخ جانا۔
بات چیت۔ گفت گو۔
بات کو ڈھال لے جانا۔ بات کا رُخ بدل دینا اور دوسرے پر ڈال دینا۔
بادیُ النظر۔ ظاہر بین۔
بات کو گرہ باندھ لینا۔ پابندیِ قول۔

ب

بات کا بتنگڑ بنانا۔ چھوٹی بات کو بڑا کر دینا۔
باری۔ نوبت۔
بات کا پی جانا۔ برداشت کرنا۔ تحمل کرنا۔
بات کا پٹنا لگ جانا۔ کسی بات کی رٹ لگ جانا۔
بات دل میں کھٹکنا۔ خلش کسی بات کا ناگوار ہونا۔
بادی کی طرح چھنٹ جانا۔ فضولیات کا کم ہو جانا۔
بارہ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے۔ جہاں دیدہ۔ ہوشیار۔ تجربہ کار۔
بنانا۔ کسی کو بے وقوف بنانا۔
بپھرنا۔ اس طرح بگڑنا کہ مشکل سے منے
بتدریج۔ رفتہ رفتہ۔ آہستہ آہستہ۔
بٹے باز۔ چال باز۔ دھوکے باز۔
بجلی پسند۔ تیز مزاج۔
بچھڑا کودتا ہے الخ۔ مربی بیار دمر یا مجبور۔ آدمی وسیلے کے زور پر گھمنڈ کرتا ہے۔
بچھڑنا۔ چھوٹ جانا۔ جدا ہو جانا۔

ب

بُجھیرا۔ صراحی نما مٹی کی ٹھلیا۔ جھجر۔
بحر و بر۔ تری و خشکی۔ سمندر و زمین۔
بحرِ ذخار۔ بہت بڑا سمندر جس کے پاٹ کا پتہ نہ ہو۔
بخشش سو سو الخ۔ دینے کو جو دل چاہے دے دو مگر حساب تو کوڑی کوڑی کا ہوتا ہے۔
بخشیدن درم الخ۔ روپیہ پیسہ دینا کون سی بڑی بات ہے۔ بڑی بخشش والا وہ ہے جو قصور معاف کر دے۔
بخت نارسا۔ پھوٹی تقدیر۔
بخیئے ڈھیلے کر دینا۔ پتے کی بات کہنا۔ اس طرح جھنجوڑنا کہ انجر پنجر ڈھیلے ہو جائیں۔ اچھی طرح خبر لینا۔
بدقمار۔ بداطوار۔ بدروش۔
بدرویہ۔ بدرنگ۔
بدل۔ عوض۔
بدھنی۔ مٹی کا لوٹا۔
بدولت۔ بہ سبب۔
بدن چرانا۔ شرمانا۔

ب

بدون انگریزی کے ٹکڑانہ توڑنا۔ یعنی ہر بات میں انگریزی کی پیروی کرنا۔
بذلہ سنج۔ لطیفہ گو۔
بر ستے۔ بھروسے۔
برقِ صاعق۔ کوندنے والی بجلی۔
بروزِ حشر الخ۔ یا اللہ حشر کے دن جبکہ میرا اعمال نامہ کھُلے کہ وہی دن سوال و جواب کا ہی تو میرے نامۂ اعمال اور میری تقدیر کے لکھے کو مقابلہ کرکے دیکھا جائے اگر اس میں کچھ فرق نکلے تو البتہ وہ میرا گناہ ہی۔
برآر از مدّ بسم اللہ الخ۔ بسم اللہ کی مدّ (کہ وہ بھی تلوار کی شکل ہی) خوش گفتاری کی تلوار نکالو۔ اور وہ تلوار ایسی ہو کر جو نازک خیالی سے چاروں طرف اپنا عمل دخل کرے یعنی ایسا قابو میں کر لے کہ لوگ گرویدہ ہو جائیں۔
براجنا۔ جلوس کرنا۔ چین کرنا۔
برج۔ (انگریزی) ایک قسم کا تاش کا کھیل ہے جو چار آدمی مل کر کھیلتے ہیں اور آجکل لوگوں کو اس کی بڑی لت ہی۔ پڑ

ب

برگ و بار۔ پھل پات۔
برتری۔ بزرگی۔ بڑا یا اونچا ہونا۔
بڑھاوے چڑھاوے دینا۔ سبز باغ دکھلانا۔ طمع دلانا۔
بُڑھیا ڈھڈو۔ بُڑھیا خبیث۔
بزِ اخفش۔ اخفش ایک نحوی کا نام ہے جس نے ایک بکری پال رکھی تھی وہ بکری کو سامنے باندھکر اُسے مخاطب کرکے اپنا سبق رٹا کرتا تھا۔ اس مشغلے میں سبق خوب یاد ہو جاتا تھا۔
بساط۔ اوقات۔
بَس۔ قابو۔ اختیار۔
بِس۔ زہر۔
بِسُورنا۔ رونے کی شکل بنانا۔
بس چلنا۔ اختیار ہونا۔
بُشرے سے۔ چہرے سے۔
بہ طور حکایت۔ قصّے کہانی کی طرح۔
بعید القیاس۔ جو بات قیاس میں نہ آئے۔

ب

ناممکن الوقوع۔
بُغارا۔ بڑا سوراخ۔
بغل میں بچہ الخ۔ کوئی چیز جو پاس ہو اُس کے لئے دُور دُور بھٹکنا۔ ع

یار در خانہ وما گرد جہاں می گردیم

بِکری۔ فروخت۔
بِکوالی۔ بیچ ڈالی۔
بکھیر دینا۔ منتشر کردینا۔
بکرے کی ماں الخ۔ بکرا تو ایک نہ ایک دن ذبح ہی ہوگا اُس کی ماں کب تک اللہ آمین منائے گی۔ یہ مثل ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ مصیبت تو ایک نہ ایک دن آکر ہی رہے گی۔
بُگٹّا بھر لینا۔ نوچ لینا۔ کھسوٹ لینا۔
بگڑی بات کا بن جانا۔ تقدیر سنور جانا۔
بلیک ہول۔ سلاطینِ مغلیہ کے زمانے میں بنگال کا ایک صوبہ تھا اور وہاں کا حاکم صوبہ دار کہلاتا تھا ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے دہلی لوٹ لینے کے بعد ایک بہادر شخص الہ وردی خاں تاتاری پٹھان بنگال کا نواب ہوگیا۔ اور مرشد آباد اس کا دار الحکومت تھا۔ الہ وردی خاں انگریز تجّار کا بڑا دوست تھا جس نے انگریزوں کو پٹنہ اور ڈھاکے میں تجارتی کوٹھیاں کھولنے کی اجازت دی۔ الہ وردی خاں نے ۱۷۵۶ء میں انتقال کیا مگر اُس نے اپنی حیات میں ہی ۱۷۵۲ء میں اپنے نواسے مرزا محمود الملقب بہ سراج الدولہ کو اپنا جانشین مقرر کردیا جو ناتجربہ کار اور اوندھی سمجھ کا آدمی تھا اور انگریزوں سے سخت نفرت رکھتا تھا۔ راجہ راج بلّب ڈھاکے کے ناظم نے سراج الدولہ کے ڈر سے اپنے اہل وعیال اور خزانے کو اپنے بیٹے کشن داس کے ساتھ کلکتے بھجوا دیا تھا۔ جسے انگریزوں نے پناہ دی اور فورٹ ولیم قلعے کی فصیل کی مرمت بھی اس وجہ سے کی کہ فرانسیسیوں سے جنگ کا اندیشہ تھا۔ سراج الدولہ نے راجہ بلّب کی حوالگی اور فصیلیں گرادینے کا حکم

ب

دیا لیکن انگریز گورنر نے دونوں باتوں سے
اِنکار کیا۔ سراج الدولہ نے انگریزوں کی
کوٹھی جو قاسم بازار میں تھی اُس کا محاصرہ
کرلیا اور انگریز افسروں کو قید کرلیا اور
پچاس ہزار فوج کے ساتھ کلکتے پر چڑھائی
کی۔ چار روز تک محصورین نے مقابلہ کیا
بعد سویلین لوگ اپنے اپنے بال بچے لیکر
کشتیوں میں سوار ہوکر بھاگ گئے جو رہ گئے
اُنھوں نے جان کی امان چاہی اور ۲۰ جون
۱۷۵۶ء کو مسٹر ہالول نے جو اُن سب کا
سرگروہ تھا قلعہ حوالے کردیا۔ مانک چند
گورنر ہگلی نے (۱۴۶) قیدی گرفتار کئے
اور اُنھیں ایک چھوٹے سے کمرے میں جو
صرف اٹھارہ فٹ مربع تھا اور جس میں
صرف دو چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں تھیں۔
رات بھر بند کردیا اسی کو بلیک ہول یعنی
کالا سوراخ کہتے ہیں۔ سراج الدولہ کو
خبر تک نہ ہوئی وہ خواب استراحت میں تھا۔
صبح کو جب اس حجرے کا دروازہ کھولا گیا

ب

توصرف (۲۲) مرد اور ایک عورت زندہ
نکلی باقی سارے کے سارے گرمی کی شدت
سے دم گھٹ کر مر گئے۔ اس افسوسناک
واقعہ کا الزام سراج الدولہ کے سر
نہیں تھوپا جا سکتا کیوں کہ اگر اُسے
جان ہی لینی ہوتی تو پکڑتے کے ساتھ ہی
مروا ڈالتا چنانچہ مسٹر ہالول بھی یہی کہتے
ہیں کہ سراج الدولہ کا جان لینے کا
ارادہ نہ تھا یہ سارا قصور اُن لوگوں کا ہی
جنھوں نے بے پروائی سے اتنے بہت سارے
آدمیوں کو ایسے تنگ مکان میں ٹھونس کر
بند کردیا اور رات بھر خبر نہ لی۔

بلک اُٹھنا۔ بے قراری سے رونا۔

بُلاوا۔ طلب شادی بیاہ میں جو مدعو کرتے ہیں۔

بَل۔ فرق۔

بلکوں بلکوں پڑجانا۔ واویلا کرنا۔ شور و شغب۔

بلا منت خلق۔ کسی کا احسان اُٹھائے بغیر۔

بلی کے بھاگوں الخ۔ تقدیر کی خوبی سے

ب

کسی کو بے تنک ددو کوئی بات حاصل ہو جانا۔
بلند پروازی۔ عالی حوصلگی۔
بہ مصداق عذرِ گناہ بدتر از گناہ بموافق اس قول کے بہ جائے اقرار کے توجیہہ لنگ کرنا اور عذر گھڑنا ایسا ہی کہ وہ گناہ سے بھی زیادہ بُرا ہی۔
بنا سنوار۔ آراستہ پیراستہ کرکے۔
بَنّو۔ دُلہن۔
بنیان مرصوص۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار مستحکم و استوار۔
بنکارنا۔ زور سے چلّانا۔ دہاڑنا۔
بن نہیں آتا۔ مجھے کچھ کرتے دھرتے سُدھرتا نہیں۔
بَنَدی۔ ممانعت
بن پیندی کا بدھنا۔ جس لوٹے کے پیندی نہیں ہوتی وہ بار بار لڑھک جاتا ہے اس لئے جو شخص کسی بات پر قایم نہ ہو اُسے بن پیندی کے بدھنے سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ب

بَندھن۔ بندش۔ باندھنے کا ڈورا یا رسّی۔
بند ہیضہ۔ وہ ہیضہ جس میں قے اور دست نہ ہو۔
بندۂ درم۔ روپے پیسے کا غلام۔
بن بلائی احمق الخ۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ ناخواندہ مہمان۔ کوئی کہے یا نہ کہے کام میں دخل دینا۔
بَندھوا۔ قیدی۔ پابند۔
بَندش۔ ممانعت۔
بَن ٹھَن کے۔ بناؤ سنگار کرکے۔
بنج بیوپار۔ مُعاملت۔ کاروبار۔ داد وستد۔
بوریا بدھنا باندھنا۔ چلنے کی طیاری کرنا۔
بُو باس۔ خصلت۔ خوش بُو۔
بوجھنا۔ پوچھنا۔ (گنواری بولی)
بوٹی بوٹی الگ۔ ٹکڑا ٹکڑا جُدا۔
بوجھل۔ وزنی۔
بوڑھ سہاگن۔ دعا ہی۔ بڑی عمر تک تم بھی جیو اور تمہارا شوہر بھی زندہ رہے۔
بولی وولی۔ وولی بدل تابع ہے۔

ب

بَوکھلانا۔ گھبرانا۔ بدحواس ہو جانا۔
بھاگڑ۔ جلدی۔ اضطراب۔
بھاگم بھاگ۔ جلدی جلدی سنبھلانہ۔
بھاؤ۔ نرخ۔
بھاگوان۔ خوش نصیب۔
بھانڈا پھوٹنا۔ افشائے راز۔
بھکسُنا۔ پھنکے مارنا۔ تھورنا۔ نگلنا۔
بھٹکنا۔ راستہ بھول جانا۔ کوراہ چلنا۔
ٹامک ٹوئیے مارنا۔
بھانویں بھی نہیں۔ ذرا بھی اثر نہیں۔
مطلق پروا نہیں۔
بھگوڑے پن۔ ہر وقت کا بھاگنا۔
بھروسہ۔ اعتماد۔
بھڑکا ہوا۔ ڈرا ہوا منتشر الحواس۔
بھری بیٹھی تھیں۔ غصے میں تھیں۔
بھرائی ہوئی آواز میں۔ غصے یا رنج
کی آواز۔
بھول پر پتھر پڑیں۔ بھول کا بُرا ہو۔
بھٹ پڑے وہ سونا جس سے

ب

ٹوٹیں کان۔ صدقے کیا تھا وہ سونا
جس سے کانوں کو نقصان ہو۔
بھرا پُرا۔ آباد۔ با رونق۔
بہتی بہاتی۔ آوارہ گرد جس کا کوئی
ٹھور ٹھکانا نہ ہو۔
بھیّنا۔ بہن (گنواری بولی)
بھلے چنگے۔ اچھے خاصے۔
بھلا مانس۔ اشراف۔ نیک آدمی۔
بھاری بھرکم۔ با وقار۔ معتبر۔
بھُس میں چنگی ڈال الخ۔ خود ہی آگ
لگائیں اور آپ ہی پانی لینے کو دوڑیں خود
فساد ڈلوائیں اور پھر الگ کے الگ۔
بہی خواہ۔ خیر خواہ
بھیّا کی جان کی سوں۔ بھائی کی
جان کی قسم (گنواری بولی)
بھوچکا۔ متحیر۔ تعجب کی حالت میں چکرا جانا۔
بھیگی بلی۔ غریب مسکین۔
بھرّاٹا۔ زعم۔ بھرّمسا۔
بھونچال۔ زلزلہ۔

ب

بَھر مُٹھی۔ اِکھٹی۔ یک مُشت۔

بھیڑنا۔ بند کرنا۔

بُھکراند۔ پھپوندی لگ کر بگڑ جانا۔ سٹری بُو۔

بھدا۔ } بے ہنگم۔ بد قطع، بے ڈول۔ اڑموٹ۔
بھدیسلی }

بُھرکس نکال دیا۔ طاقت سلب کرلی۔ بے دَم کر دیا۔

بَھدّا کوٹ۔ بدنما بالائی تہ یا ابرابر۔ رنگ کے ایک دفعہ پھیرنے کو کوٹ (انگریزی میں) کہتے ہیں۔

بُھوبَل۔ گرم راکھ یا ریت۔

بھَرم۔ اعتماد۔ ساکھ۔

بُھولی بھَالی۔ سادہ لوح

بھلا مُنہ کیا تھا۔ یعنی کیا حوصلہ تھا۔

بھید۔ راز۔

بھنک۔ اُڑتی ہوئی خبر۔

بَھُنڈی۔ بے ڈھنگی۔

بہ یک بینی دو گوش۔ اکیلی۔ تن تنہا۔

بیرنگ واپس۔ جس طرح آئے تھے بے نیلِ مرام واپس۔

بے رِیا۔ خلوص سے۔ دکھاوے کو نہیں۔

ب

بیٹ۔ بنجال۔

بے اعتنائی۔ بے پروائی۔ کم توجہی۔

بیٹھک۔ دیوان خانہ۔ جائے نشست۔

بیک دو روزہ الخ۔ ایک دو دن کی بے عنوانی سے بھلا کہیں دل سے ایسے شخص کو ہدر کیا جا سکتا ہو کہ جو برسوں محبت کی بدولت اُس میں جما رہا ہو۔

بیل منڈھے چڑھنا۔ مراد ملنا۔ کامیاب ہونا۔ حصولِ مطلب۔ فائز المرام ہونا۔

بَیر کرنا۔ بغض و کدورت رکھنا۔ عداوت کرنا

بی۔ اے۔ انگریزی کا ایک بڑا امتحان ہے۔

بیچ بچاؤ کرنا۔ تصفیہ کرا دینا۔ مصالحت کرا دینا۔

بے بھاؤ کی جوتیاں پڑنا۔ ایسا پٹنا کہ جس کا شمار نہ ہو۔

بیر۔ دفعہ۔ (گنواری)

بیرا۔ (انگریزی) بیرا۔ خدمت گار۔

بیزارت۔ نفرت۔

بیہنگم۔ بد قطع۔ بے ڈول۔

بے سُود خوار۔ بے فائدہ، ذلیل۔

ب

بیوتات۔ خدمت گاروں کے رہنے کے مکانات جنھیں انگریزی میں آوٹ ہوزز کہتے ہیں۔

بے ٹھور ٹھکانے۔ بے موقع۔

بیڑا پار ہونا۔ کام نکل جانا۔

بے ڈھنگا۔ بدسلیقہ۔

بیمہ کرنا۔ ذمّے داری لینا۔

پ

پا بدستِ دگرے الخ۔ جبراً لے جانا اس طرح کہ پاؤں ایک پکڑے اور ہاتھ دوسرا۔

پالا پڑنا۔ سابقہ پڑنا۔

پائین۔ نیچے دار کو۔

پارۂ درخاک الخ۔ اپنی کوشش سے ایک بیج زمین میں ڈال دیا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے بعد بڑھتے بڑھتے وہ ایک پھلدار درخت ہو جائے۔

پاس پڑوس۔ حق ہمسایہ۔

پان چیرنا۔ برائے نام کام کرنا۔ وقت ٹالنا۔

پ

پانی سے آگے پاڑ باندھنا۔ سوت نہ کپاس کولھو سے لٹھم لٹھا ابھی کسی بات کا ٹھکانا نہیں مگر اہتمام پہلے سے ہو رہا ہے۔

پاس نہ پھٹکنا۔ نزدیک تک نہ آنا۔

پاؤں دھو دھو کے پینا۔ بدرجۂ غایت شیفتہ و فریفتہ ہونا۔

پاسنگ۔ ترازو کے دونوں پلڑوں میں جو فرق ہوتا ہے اس کے پاسنگ بھی نہیں یعنی اسکی گرد کو بھی نہیں پہنچتے۔

پامال۔ روندا ہوا۔

پاؤں چھلنی ہو جانا۔ پھرتے پھرتے پاؤں زخمی ہو جانا یعنی بڑی دوادوش۔

پاسبان۔ محافظ نگہبان۔

پاکھنڈ مچانا۔ ڈھونگ کرنا۔ فیل مچانا۔

پارینہ۔ کہنہ۔ پرانا۔

پائنتی۔ پلنگ کا وہ رخ جو پاؤں کی طرف ہوتا ہے۔

پالنا پوسنا۔ پرورش و پرداخت۔

پاؤں خاک ہو جانا۔ بالکل تابعدار و فرماں بردار ہو جانا۔

پ

پاؤں میں مہندی تھوڑی لگی ہے جو چھوٹ جائے گی۔ یعنی ایسا کون سا مشکل کام ہے جس کے کرنے میں تمہیں تامل ہے اور اگر کردو گی تو کیا حرج ہو جائے گا۔

پاؤں تلے کی زمین نکل جانا۔ مضطرب وحواس باختہ ہو جانا۔ گھبرا جانا۔ بے اوسان ہو جانا۔

پاؤں میں بیڑی پڑنا۔ مجبور عاجز ہو جانا۔

پانی مرنا۔ کسی قسم کے نقص کا ہونا۔

پالیسی۔ (انگریزی) منشاء۔ طرزِ عمل۔

پتھر کا کلیجہ کر لینا۔ دل سخت کر لینا۔

پتے کو مارنا۔ برداشت کرنا۔

پتیانا۔ اعتبار کرنا۔

پتے وار۔ نشان وار۔ ٹھکانے سے۔

پٹخ دینا۔ پھینک دینا۔ زور سے ڈال دینا۔

پٹنا۔ جھکنا۔ کسی بات کے پیچھے پڑ جانا۔

پٹاپٹی کا موباف۔ سفید اور سرخ دو رنگی دھجی جو چوٹی کے سرے پر باندھی جاتی ہے۔

پ

پٹڑا۔ بیٹھنے کا تختہ۔

پٹا دینا۔ چکا دینا۔ ادا کر دینا۔

پٹے۔ سر کے بال جو کانوں تک ہوتے ہیں۔

پٹلیا۔ چھوٹی پوٹلی۔ چھوٹی گٹھڑی۔ بقچیہ۔

پجوڑوں۔ پاجیوں، کمینوں۔ رذیلوں۔

پچ کرنا۔ حمایت لینا۔ پشتی لینا۔

پچھتانا۔ ندامت۔ شرمندگی۔ انفعال۔

پچ جانا۔ دب جانا۔ گڑھے پڑ جانا۔

پخ۔ نی۔ نقص۔ زبردستی کا اعتراض کسی چلتے کام میں فضول رخنہ اندازی کرنا۔

پختہ و پذیر۔ پکا کر لینا۔ مستحکم۔

پرسانِ حال۔ پوچھنے والا۔

پردہ بھی ایسا گہرا۔ یعنی بہت سخت کہ پرندہ پر نہ مار سکے۔

پرچول۔ ڈھونڈھ۔ کرید۔ تفتیش۔ تفحص

پردیس۔ غریب الوطنی۔ عالمِ مسافرت۔

پرائی۔ دوسرے کی۔

پرچھانواں۔ سایہ۔ اثر۔

پریزیڈنٹ۔ (انگریزی) میرِ مجلس۔ صدرِ جلسہ۔

پ

پَرمحلّے۔ دوسرے محلّے میں۔ غیر جگہ۔
پُرپُرزے۔ کیل کانٹے۔ سامان۔
پھر جانا۔ بدل جانا۔ منحرف ہو جانا۔
پُرمحن۔ رنجیدہ۔ مغموم۔
پرکالۂ آتش۔ آگ کی چنگاری یعنی بڑی تیز۔ مفسد۔
پڑوائے۔ پڑپائے بھی کہتے ہیں جو پایوں کے تلے سرہنا اونچا کرنے کو لگائے جاتے ہیں۔
پڑھا جن۔ مُجتی۔ ضدی۔ ضرورت سے زیادہ ہوشیار جو کسی کی بات کا قائل نہ ہو۔
پس و پیش۔ تامّل۔
پس انداز کرنا۔ بچانا۔
پسیجنا۔ نرم پڑ جانا۔
پس جانا۔ آفت میں آ جانا۔
پکا وعدہ۔ قولِ راسخ۔
پکوا رندھوا۔ کھانا پکوا سمیٹ سماٹ۔
پلڑا۔ ترازو کا ایک حصّہ۔
پلا بھاری ہونا۔ جم جانا۔ جڑ مضبوط ہونا۔
پل پڑنا۔ کسی پر ٹوٹ پڑنا۔ یورش کرنا۔

پ

پلنگانہ۔ چھوٹا پلنگ۔ پلنگڑی۔
پنچے اور کنڈے۔ جہاں پیدا ور اپنے قول پر ثابت۔
پن کٹّی۔ پان کوٹنے کا چھوٹا سا ظرف جیسے کھرل۔
پُن ڈالنا۔ اُدھیڑ دینا۔ بے طور فضیحت کرنا۔
پن چورا۔ مٹّی کا لوٹا جو پانی بھر لیتا ہے اور پھر جب پھونکو تو پانی اُبل پڑتا ہے ہر دم ٹپکتا رہتا ہے۔
پن ڈبّی۔ ایک قسم کی مرغابی ہے جو ہر وقت پانی میں ڈبکیاں لگاتی رہتی ہے۔
پنشن۔ (انگریزی) وظیفہ۔
پنج عیب شرعی۔ بڑا عیب دار۔
پندار۔ خیال۔
پنجے جھاڑ کے پیچھے پڑ جانا۔ بے طور کسی کے سر ہو جانا۔
پوچھ گچھ۔ پُرسش۔
پوت کے پاؤں الخ۔ بچّے کی حالت چھٹپنے ہی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ آیندہ چل کر کیسا نکلے گا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

پ

پوپلا- جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔
پورٹمینٹو- چرمی صندوق۔
پوست کندہ حالات تفصیلی و اصلی کوائف
پوزیشن- (انگریزی) وقعت- حیثیت۔
پھلروا- پھول کی طرح کے۔
پھوہڑ- بدسلیقہ۔
پھسل پڑنا- بات کو جھٹ پٹ مان لینا گرویدہ ہو جانا۔
پھُسپھُسی- بودی۔
پہل- ابتدا۔
پھوٹ (منہ سے)- کچھ بول تو سہی۔
پھونسڑا- ٹھس- یعنی بے حقیقت۔
پھبتا ہوا- موزوں- مناسب۔
پھوک- فضلہ۔
پھپھوندی- پھپھوندی جو سیل پہنچکر لگ جاتی ہے۔
پھوٹی کوڑی- (گنواری) پھوٹی کوڑی خرچ
پھیکم پھاکی- پھینکنا- الٹ پلٹ کر دینا۔
پہاڑ گنج- دہلی سے ملا ہوا ایک گاؤں ہے۔
جو اب بہت ترقی کر گیا ہے۔
پھڑکتی ہوئی گئیں- آرزو دل میں لیکر مر گئیں۔

پ

پھنکیت- پھینکنے میں مشتاق۔
پھُننگ- نوک- سب سے اوپر کی چیز
پہلے ہی سے بھری بیٹھی تھی- یعنی
آمادہ تھی- غصہ چڑھا ہوا تھا۔
پھڑکن- بے قراری- اضطراب۔
بھنبھنا اُٹھنا- زور سے غصے سے بڑبڑانے لگنا۔
پیٹیک پیّا- ٹھس- اپنے آپکو پیٹ ڈالنا
خود مار لینا۔
پیٹ بھرکے- یہاں احمق یا بے وقوف
کا لفظ کریہہ ہونے سے بولا نہیں گیا اور
محذوف ہے- مطلب یہ ہے کہ آپ بھی
پورے پورے یا بہت ہی بے وقوف ہیں۔
پیٹ بھر کر بگاڑنا- خوب بگاڑنا۔
پیش دالان- صدر دالان۔
پیران کلیر- ایک موضع کا نام ہے جو
رڑکی کے قریب ہے جہاں حضرت خواجہ
علاء الدین صابر لیسا برگ کا مزار شریف
ہے- آپ کا عرس شریف بڑی دھوم دھام سے
ہوتا ہے- جس میں ہزارہا آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے۔

پ

اور دُور دُور سے لوگ آتے ہیں۔
پیاپے۔ یکے بعد دیگرے۔
پیٹ کا ہلکا ہونا۔ جس کے پیٹ میں کوئی بات نہ پچے۔ جو راز نہ رکھ سکے۔
پیشِ حکیم مرو الخ۔ حکیم کے پاس جانے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ تجربہ کار کے پاس جانا زیادہ مفید ہے۔
پیراں نمی پرند الخ۔ پیر بے چارے تو کچھ تعلّی کی نہیں لیتے مگر اُن کے مُرید بڑی ڈینگ مارتے ہیں اور پیر کو آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔
پیسٹ میں چوہے دوڑنا۔ گھبراہٹ پریشانی۔ اضطراب۔
پیری و صد عیب۔ سو عیبوں کا ایک عیب تو خود بڑھاپا ہے۔
پیٹھ ٹھونکنا۔ شاباش دینا۔

ت

تارے ٹوٹنا۔ اچانک مصیبت آن پڑنے سے جو ایک قسم کی چکاچوندھ آجاتی ہے اور نظر کے سامنے دُھندلا دکھلائی دینے لگتا ہے۔
تاملیٹ۔ (انگریزی ٹمبلر سے بگڑا ہوا ہے) ٹین کا چنبو۔
تاڑ جانا۔ پہچان لینا۔ بھانپ لینا۔
تارِ نظر۔ نگاہ کی جوت۔
تالو سے زبان نہ لگنا۔ ایک دم بولے چلے جانا۔ کسی وقت خاموش نہ رہنا۔
تاک لگائے رکھنا۔ موقع و محل کے منتظر رہنا۔
تانتا۔ سلسلہ۔
تبرّا۔ نفرت کرنا۔ بری ہونا۔ بے زار ہونا۔
تترَ۔ تار تار کا مخفف۔
تتیے۔ بھِڑے۔
تتّے۔ گرم۔
تہڑا۔ گنگال۔ تانبے کا گھڑا جس میں پانی گرم ہوتا ہے۔
تجاہلِ عارفانہ۔ جان بوجھ کر انجان بن جانا۔
تجنیسِ خطی۔ تجنیس۔ ہم جنس کرنا۔ یکساں کرنا۔ لکھنے میں جو الفاظ مشابہ اور

ت

ہم شکل ہوں مگر مختلف المعنی ان کی مشابہت کو تجنیسِ خطی کہتے ہیں۔

تجوری۔ لوہے کا صندوق جسمیں ساہوکار روپیہ پیسہ رکھتے ہیں۔

تحفّظ۔ حفاظت۔

تحمّل۔ برداشت۔

تُخم پاشی۔ بیج چھڑکنا۔ کسی کام کا آغاز۔

تدبیر کند بندہ الخ۔ بندہ اپنی جگہ تدبیر کرتا ہے مگر تقدیر اُس تدبیر پر ہنستی ہے۔

تُرکی تمام ہونا۔ قطعِ حجّت۔

تُرتُری۔ تیز۔ رواں۔

تُرت۔ فوراً۔ جلد۔

ترمرا۔ ذرّہ۔

تریاق۔ زہر اُتارنے کی دوا۔ زہر مہرہ۔

تسبیح پھیروں الخ۔ ظاہر میں تو تسبیح پھراتی ہوں مگر مقصود یہ ہے کہ ستّر آدمیونکو اپنے بس میں کردوں۔

تشہیر۔ مشہور کرنا۔

تشخیص۔ پہچاننا۔ تعیّن۔

ت

تعریف کے پُل باندھ دینا۔ تعریف میں مُبالغہ کرنا۔

تعلّم۔ سکھلانا۔

تفوّق۔ برتری۔

تفحّص۔ تلاش۔ تفتیش۔

تقدیم۔ پہل

تقلید۔ پیروی۔

تقیُّد۔ تاکید۔

تقدیر کے دھنی۔ نصیبے کے یاور۔

تُک سے تُک ملانا۔ جوڑ ملا دینا۔

تگ و دَو۔ کوشش۔

تکلے کے سے بل نکالنا۔ بدلا لینا۔

تلخ۔ کڑوا۔

تُل جانا۔ آمادہ ہوجانا۔ طیّار ہوجانا۔

تلچھٹ۔ دُرد۔ جو تہ میں بیٹھ جائے۔ گاد۔

تلپٹ۔ غائب جسکا پتہ نہ لگے۔ ناپید۔

تلووں سے لگنا۔ بڑی تمنّا ہونا۔

تململی۔ بےتابی۔ بےچینی۔ اضطراب۔ بےقراری۔

تمکنت۔ غرور۔ ٹیپ ٹاپ۔ شان و شوکت۔

ت

تمھارا میاں تو بس میاں ہی ہے۔ تمہارا شوہر تو بڑا بھلا مانس ہے۔

تناول کرنا۔ کھانا۔

تنفر۔ نفرت۔

تنک مزاجی۔ نازک مزاجی۔

تنک اِنگے تو آ۔ (گنواری) ذرا اِدھر تو آ۔

تنگ پکڑنا۔ عاجز کر دینا۔ مجبور کر دینا۔

تو پھر گھاٹ کے الخ۔ "یہ دھوبی کا کُتا گھر کا نہ گھاٹ کا" کا اختصار ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی پر دل آگیا تو پھر نہ گھر کے کام کے رہے نہ باہر کے کسی گون ہی کے نہ رہے۔

تو چیخ اُٹھے۔ یعنی تمہارے ہر وقت کے گانے بجانے کے غُل غپاڑے سے پڑوسی گھبرا کے چیخنے لگے کہ ہمارا سر چکرا گیا، اب تو خدا کیلئے چُپ رہو۔

توہمات۔ وہم۔ بے اصل باتیں۔

توکلاً علی اللہ۔ اللہ پر بھروسہ کرکے۔

تواں بہ لطف الخ۔ مہربانی اور محبت سے کسی کے دل پر بھی قابو پا سکتے ہیں دیکھو کہ دانے کے لالچ میں سیانی چڑیا جال میں پھنس جاتی ہے۔

ت

توپھان۔ (گنواری) طوفان۔

توانائی۔ طاقت۔

توائی۔ مصیبت۔ اصل میں تباہی ہے۔

تہ کر دینا۔ ختم کر دینا۔

تھکا فضیحتی۔ رُسوائی۔

تھوکنا۔ (کسی پر) حقیر و ذلیل سمجھنا۔ نفرین کرنا۔

تھتا لینا۔ (منہ) منہ بنا لینا۔ بگڑ جانا۔

تہ نشین ہونا۔ دلمیں گڑ جانا۔ جم جانا۔

تھانور کے روج۔ (گنواری) ہفتے کے دن۔

تھی داستانِ قسمت الخ۔ بدقسمتوں کو رہبرِ کامل سے بھی کچھ فائدہ نہیں اِن کو تو حضرت خضر بھی مل جائیں تو بھی آبِ حیواں کے چشمے سے پیاسا ہی پلٹا لائیں

تہ درز۔ نیا۔

تیر کرنا۔ بسر کرنا۔ گزارنا۔

تیغ چوں الخ۔ ٹوٹی تلوار بھی خنجر بنتی ہے۔

ت

(اسی طرح) ظالم کا بچہ بھی ظالم ہوتا ہو۔

تین پانچ۔ تاویل و توجیہ۔

تیل دیکھنا تیل کی دھار دیکھنا۔ تامّل کسی کام کو سہولت و اطمینان سے کرنا۔

تیوری پر بل آنا۔ پیشانی پر شکن ڈال لینا۔ علامت ہو بد دماغی کی۔

تیں نے۔ (گنواری) تو نے۔

تیجے۔ ہندوؤں کا ایک تہوار ہو۔

تیس مار خاں۔ شیخی خورے۔ افلاطون۔

تین میں نہ تیرہ میں الخ۔ کسی شمار میں نہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ تم کس باغ کی مولی ہو۔

ٹ

ٹالے بالے دینا } جھلانا۔ چکر۔ التوا میں رکھنا۔
ٹالم ٹولا۔

ٹپکتے رہنا۔ بن بلائے چلے آنا۔ بلا طلب ملنا۔

ٹٹروال ٹوں۔ بیک بینی و دو گوش۔

ٹٹولنا۔ ہاتھ سے تلاش کرنا۔

ٹ

ٹرّتے۔ گستاخ۔ بد مزاج۔ جو ہر بات کا جواب دیں۔

ٹس سے مس نہ کرنا۔ جنبش نہ کرنا۔

ٹسوے بہانا۔ ناحق رونا۔ خود ہی شرارت کرنا اور خود ہی رونا۔

ٹکڑا ٹیرا۔ چھوٹا موٹا ٹکڑا۔

ٹکا دھر دیا۔ دام دیدئے۔ اُجرت دیدی۔

ٹل جانا۔ وقت پر کہیں کو ہٹ جانا۔

ٹمٹمانا۔ چراغ کا مدھم جلنا۔

ٹنس بیٹ۔ (انگریزی) ٹنس کھیلنے کا بلّا۔ ٹنس انگریزی ایک کھیل ہو جو گیند اور بلّے سے بیچ میں جال باندھ کر دو دو یا چار چار آدمی کھیلتے ہیں۔

ٹونے ٹوٹکے۔ اکثر عورتیں اس قسم کی فضولیات کرتی ہیں مثلاً توے کو اوندھا مار دیا کہ لڑائی ہو جائے یا اولتی میں تیل ڈال دیا کہ جس طرح پانی میں تیل پھٹتا ہو اسی طرح بادل پھٹ جائے یا شوہر کے مطیع کرنے کو اُلّو کا گوشت کھلا دیا و امثالُ ذٰلک یہی ٹونے ٹوٹکے کہلاتے ہیں۔

ٹ

ٹوٹ کر مِلنا۔ گرویدہ ہوکر شوق سے ملنا۔
ٹوہ لینا۔ سُراغ براری۔ خبر لینا۔ پتہ لگانا۔
ٹوٹا پھوٹا۔ شکستہ۔
ٹونا ٹانا اری سکھی الخ۔ جادو وادو ای سہیلی بھول کر بھی نہ کرنا یہ سب فضول باتیں ہیں اپنے شوہر کی خدمت گزاری کیوں نہ کرو وہ خود بہ خود قابو آجائے۔
ٹھن گئے عزم۔ پکے ارادے ہو گئے۔
ٹھنڈے دل سے۔ بہ اطمینانِ خاطر۔
ٹھاٹ۔ شان و شوکت۔
ٹھیس۔ ذراسی چوٹ۔
ٹھیک ٹھاک۔ درست۔ آراستہ۔
ٹھٹکتی۔ رُکتی جھجکتی۔ متامل۔
ٹھکانا۔ جائے مقررہ۔ اقامت گاہ۔
ٹھوکر کھاکر سنبھل جانا۔ مصیبت بھگت کر درست ہو جانا۔
ٹھسّا۔ تبختر۔ اِترانا۔
ٹھور ٹھکانا۔ آسرا۔ ملجا۔ ماوا۔
ٹہل خدمت۔ تابع داری۔ نوکری چاکری۔

ٹ

ٹھس۔ بلید۔ کُند ذہن سُست۔ کاہل۔
ٹہوکے۔ طعن آمیز یا چھیڑ چھاڑ کی باتیں۔ کچوکے۔
ٹیڑھی اُنگلی سے گھی نکالنا۔ نرمی سے کام نہیں نکلتا بلکہ سختی سے نکلتا ہے۔
ٹیڑھی بانکی۔ بناؤ سنگھار کی شوقین۔
ٹیکری۔ ٹیلہ۔ چھوٹی پہاڑی۔
ٹیڑھی نگاہ۔ غصّے کی نگاہ۔
ٹینٹوا۔ حلقوم۔ نرخرا۔ (ٹینٹوا دبانا یعنی گلا دبانا) عاجز کرنا۔
ٹیس۔ کَسَک۔ پھوڑے پھنسی کی سوزش۔
ٹیڑھی کھیر۔ اندھے نے پوچھا تھا کھیر کیسی ہوتی ہے تو کسی نے بگلے کی گردن کی شکل بناکر بتائی کہ ایسی سفید ہوتی ہے جیسے بگلا۔ اندھے نے ٹٹول کر دیکھا اور کہا اوہو بڑی ٹیڑھی چیز ہے۔ جب سے یہ مثل چل پڑی کہ مشکل کام کو ٹیڑھی کھیر کہتے ہیں۔

ث

ثانی۔ دوسرا۔
ثالث بالخیر۔ دو شخصوں کے درمیان تیسرا پڑکر جو صلح کرادے۔

ج

جادو کا سر پر چڑھ کر بولنا۔ خود بخود کسی مخفی بات کا اظہار۔
جاں نثار۔ وفادار۔ خیر خواہ۔ جان چھڑکنے والا
جان چھڑکنا۔ جان فدا کرنا۔ کسی بات میں دریغ نہ کرنا۔
جائی۔ زائیدہ جس کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہو۔
جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام۔ بلا تعارف دخل درمعقولات۔
جان کو آنا۔ مر رہو جانا۔ پیچھے پڑ جانا۔
جال بچھانا۔ کسی کو پھانسنا۔ مصیبت میں گرفتار کرنا۔
جان بوجھ کر۔ دیدہ و دانستہ۔ عمداً۔
جتنی چادر دیکھے الخ۔ خرچ بہ قدرِ دست ہونا چاہیئے۔

ج

جذبہ۔ ولولہ۔ جوش۔
جرمن سلور۔ (انگریزی) ایک قسم کی چاندی ہے جو جرمنی کے نام سے مشہور ہے۔ ہلکی قسم کی چاندی جس کے چمچے وغیرہ ہوتے ہیں۔
جَڑنا۔ بالفتح۔ تعبیہ کرنا۔ بالضم میسر آنا۔
جُزرس۔ محتاط۔ کفایت شعار۔
جُزئیات۔ تھوڑی بات۔
جُزوِ عظیم۔ بڑا حصّہ۔
جزبرہ۔ عاجز۔ مجبور۔
جستجو۔ تلاش۔
جعدِ مُشکیں۔ گھونگروالے بال جس میں مُشک کی لپٹ آئے۔ چوٹی۔
جغرافیہ۔ مرکب ہے دو الفاظ یونانی۔ جی اور گریفی سے "جی" کے معنی زمین اور "گریفی" بیان۔ جغرافیہ وہ علم ہے جس میں ملکوں۔ دریاؤں۔ پہاڑوں وغیرہ کا حال ہو۔ کہ کون سا مقام کہاں ہے۔
جکڑ دینا۔ کس دینا۔ پھانس دینا۔ مجبور کردینا۔

ج

جگمگانا۔ چمکنا۔ جھم جھم کرنا۔
جگ ہنسائی۔ وہ بات جس پر دُنیا ہنسے۔
جُگالی۔ مویشی دانہ چارہ کھانے کے بعد جو آہستہ آہستہ مُنہ چلا کر ہضم کرتے ہیں۔
جل تو جلال تو الخ۔ خدا کی پناہ اللہ ہی اس بلا کو ٹالے تو ٹلے۔
جلی کٹی باتیں۔ طعن و تشنیع کی باتیں۔
جلاپا۔ غم۔ رنج۔ الم۔ لفظی معنی سوزش۔
جلے تو پھپھولے پھوڑا ہی کرتے ہیں بگڑے دل جو کچھ نہ کر بیٹھیں تعجب نہیں۔
جُل دینا۔ دھوکا دینا مغالطہ و فریب دینا۔
جلتوائی۔ عداوت۔
جمگھٹا۔ اژدحام۔ بھیڑ۔ مجمع۔
جنگوں۔ جاہل لوگ جگنوؤں کو جنگوں بولتے ہیں۔
جم ہی جم۔ ہمیشہ مرحبا۔ مرحبا۔ خدا رکھے۔
جنجال۔ بلا۔ مصیبت۔
جنٹلمین۔ شریف آدمی۔
جَوْر۔ ظُلم۔
جوڑ دال۔ توام۔

ج

جورو ا۔ جورو کو حقارت سے جوروا کہا ہے جیسے لڑکے کو لونڈا۔
جوئندہ یابندہ۔ جو ڈھونڈے سو پائے۔
جوتیوں میں ڈال دینا۔ حقیر و ذلیل کرنا۔
جوتی سے۔ یعنی کچھ پروا نہیں۔
جوڑ توڑ کرنا۔ تدبیر کرنا۔
جُوک سے۔ (گنواری) ذوق سے۔
جوانا مرگ۔ کوسنا ہے۔ یعنی خدا کرے کہ جوان ہی مر جائے۔
جَواد۔ بڑا بخشش کرنیوالا۔ واو کی تشدید غلط ہے۔
جُونا۔ گھانس پھونس جس سے برتن مانجھتے ہیں۔
جواب دینا۔ نکال دینا۔ برطرف کر دینا۔
جو کاٹے نہ کٹے۔ جو کسی طرح بسر نہ ہو۔
جوں توں کر کے۔ پس و پیش کر کے تامل کر کے کسی طرح بھی۔
جِھجک۔ تامل۔ پس و پیش۔
جَھلک۔ اُچٹتی ہوئی نظر۔
جَھٹ۔ فوراً۔
جُھونک دینا۔ زبردستی ڈال دینا۔

ج

جُھلانا۔ ٹالنا۔
جُھلاّ مزاج۔ تیز مزاج۔ بدمزاج۔ غصیلا۔
جَھڑپ۔ لڑائی۔ ردوکد۔ بحث مباحثہ۔
جَھپ۔ فوراً۔ جلد۔
جھینپنا۔ شرمانا۔
جھونٹے۔ بالوں کی لٹیں۔
جھڑک دینا۔ زجر۔ ڈانٹنا۔
جَھوڑ۔ فوری لڑائی۔ کش مکش۔
جھک مارنا۔ حماقت کرنا۔
جھولا۔ ڈھیلا۔
جھیل لینا۔ برداشت کرنا۔
جِھلنگے۔ وہ چارپائی جس کا بان ٹوٹا ہوا ہو۔
جھاڑو پھر جانا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ صفایا ہو جانا۔
جھکولا۔ صدمہ۔
جَھجری۔ ایک قسم کی صراحی۔
جھپاکے سے۔ جلدی سے۔
جَھٹکنا۔ جھاڑنا۔
جھائیاں۔ منہ پر جو ہلکے سیاہی دھبے پڑ جاتے ہیں۔
جَھڑی۔ مسلسل بارش۔

ج

جھپٹ کر۔ جلدی سے۔ پھرتی سے۔
جیتے جی۔ زندگی میں۔
جَیّد۔ پکاّ۔

چ

چالاک۔ ہوشیار۔
چاشنی۔ بانگی۔ نمونہ۔ مزہ۔
چال ڈھال۔ وضع قطع۔ طرز و روش۔
چار آنکھیں کرنا۔ دوبدو۔ روبرو مقابلہ کرنا۔ شوخ چشمی۔
چار دن کی چاندنی الخ۔ صرف چار دن کی رونق اور پھر وہی مصیبت۔
چار چاند لگا دینا۔ آؤ بھگت۔ عزّت کرنا توقیر بڑھانا۔
چار ابرو کا صفایا۔ ڈاڑھی مونچھ صاف۔
چار پائے برو کتابے چند۔ علم پر جو عمل نہ کرے وہ ایسا ہے کہ نہ تو اسے کچھ آتا ہی ہے نہ عقل رکھتا بلکہ یوں سمجھو کہ جیسے کسی جانور پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا۔

چ

چارج لینا۔ (انگریزی) جائزہ لینا یا مور یکار ہونا۔

چاٹ۔ چسکا۔ مزہ۔

چبلی۔ خفیف الحرکات۔ چھچوری۔

چبھن۔ درد۔ اس طرح کی تکلیف جیسے کوئی چیز چبھتی ہو۔

چپقلش۔ تنگی جائے۔ انبوہ۔ ہجوم۔ بھیڑ۔

چپے چپے۔ کونے کونے۔ ہر جگہ۔ ذرا ذرا سے مقام پر۔

چتھڑا۔ چندھی۔ کترن۔ کپڑے کا ٹکڑا۔ دھجی۔

چت بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی۔ یعنی ہر طرح اپنی ہی جیت۔ حق ناحق اپنی ہی بات ور رہے۔

چتی۔ روٹی پر جو سینکنے سے سُرخ سُرخ نشان پڑ جاتے ہیں۔

چترائی۔ ہوشیاری۔ چالاکی۔

چٹ پٹ۔ جھٹ۔ فوراً۔

چٹ کر جانا۔ کھا جانا۔ اُڑا جانا۔

چٹخارہ۔ مزہ۔ ذائقہ۔

چٹنی ہو جانا۔ جلد خرچ ہو جانا۔

چٹورپن۔ سودے کھانیکا شوق، زبان کا مزہ۔

چ

چٹ اُڑ جانا۔ کسی چیز کی پپڑی اُکھڑ جانا۔

چٹخنی۔ بولٹ (انگریزی)

چٹکی بجاتے کام ہو جانا۔ ذرا سی دیر میں کام ہو جانا۔

چٹکلا۔ مزے دار بات۔ لطیفہ۔

چراغ میں بتی پڑی الخ۔ سرِ شام سے سو جانا۔

چراغ گل پگڑی غائب۔ اندھیرے میں حسب منشا کام ہو جاتا ہے۔ چالاکی اور ہوشیاری سے کوئی کام کرنا۔

چرکا۔ چرپٹہ۔

چڑیل۔ خبیث روح۔

چڑھاوا۔ وہ زیور جو سسرال سے آتا ہو۔

چرغنا۔ جب بچہ شروع شروع تتلا تتلا کر بولنا شروع کرتا ہو تو اسے چرغنا کہتے ہیں۔

چرخ چوں۔ چوں چوں کی آواز۔ ڈھیلم ڈھالا۔ پرانی۔

چشم بد دور۔ بری نظر پرے۔ یعنی خدا نظر بد سے بچائے۔

چ

چکّر۔ دَور۔ تقدیر کا پھیر۔ پریشانی۔
چکّر گھِما۔ ایسا قابو میں کرلے لینا، کہ بس گھر کے چکّر ہی کاٹا کرے۔
چکّنا۔ مُنہ بھر کے ایسا کاٹنا کہ سارے دانت اُبھر آئیں۔
چکرانا۔ گھبرا جانا۔ متحیّر ہو جانا۔
چکنے گھڑے الخ۔ بے حیا اور بے غیرت کی وہی مثل ہے جیسے چکنے گھڑے پر بوند پڑ کر ٹکتی نہیں پھسل جاتی ہو یعنی کسی بات کا اثر ہی نہیں۔
چکٹ جانا۔ (سر) سر کے بال چکنے لگنا
چلتے ہوتے۔ سرسری طور پر۔
چلتا ہوا نسخہ۔ مجرّب اور آزمودہ نسخہ۔
چَل چَل لمبا بن۔ جا جا دَور ہو۔
چِلّانا۔ چیخنا۔ پکارنا۔
چَل نکلنا۔ ہاتھ پاؤں نکالنا، دُنیا کی ہوا لگنا
چلتا پُرزہ۔ چالاک۔ ہوشیار۔
چلچلاتی دھوپ۔ سخت دھوپ جس میں نظر چوندھیا جائے۔

چ

چشمِ بد دور۔ ماشاء اللہ نظر بد دور۔
چمپت ہونا۔ چل دینا۔ غائب ہو جانا۔
چنڈرا کر۔ اَن جان ہو کر۔
چونچلا۔ نخرہ۔ ناز۔
چونڈے۔ سر کے بال۔
چوکھٹ۔ دہلیز۔
چوٹی کا گھرانا۔ اعلیٰ خاندان۔ سب سے اونچا اور نامور کنبہ۔
چوپٹ۔ خراب۔ برباد۔ ستیاناس۔
چوتھا بھر کے۔ یعنی چوتھا برس پورا ہو کے۔
چوبند و چاق۔ مستعد۔ ہوشیار
چُور چُور۔ بہت زخمی۔
چور چوری سے گیا الخ۔ جس کی جیسی عادت پڑ جاتی ہو وہ اُس سے باز نہیں آتا۔
چوہا بِل میں نہ سمائے الخ۔ اپنی گزران کا ٹھکانا ہی نہیں اوپر سے اور بلا سر لے لی۔
چوہی بیٹھی تھی۔ شرمندہ بشیمان ہو گئی تھی۔
چو احمق الخ۔ جب تک احمقوں کا وجود دنیا میں ہی تو اُن کی بے وقوفی کی بدولت

چ

مفلس کوئی بھی نہ رہے گا۔ یعنی ان کی حماقت سے دوسرے لوگ مستفید ہونگے۔
چوٹی ایڑی پر سے وارنا۔ سر سے اور پاؤں پر سے صدقے میں اُتارنا
چوکھونٹی۔ مربع۔ چوکون۔
چوں نہ کرنا۔ اُف نہ کرنا۔ بحث وتکرار نہ کرنا۔
چندڑی۔ رنگی ہوئی اوڑھنی جس میں لال سفید چتیاں ہوتی ہیں جو اکثر گنواریاں اوڑھتی ہیں
چوکڑی بھول جانا۔ حواس باختہ ہونا۔ پریشان ہوجانا۔
چول ٹھیک بیٹھنا۔ معاملے کا درست ہونا۔
چوکھی۔ (گنواری) اچھی۔
چوکنا۔ ہوشیار۔ باخبر۔
چھاتی پر مونگ دلنا۔ کھلے خزانے ظلم کرنا۔ جبر کرنا۔
چھٹکارا۔ نجات۔ رہائی۔
چھان بین۔ تلاش تفتیش۔ پرچول۔
چہرے مہرے۔ وضع قطع۔ تراش خراش۔
چھدا اُتارنا۔ سرسری طور پر اپنے سر سے

چ

کسی بات کو ٹال دینا۔
چہل پہل۔ رونق۔ بہار۔
چہ نسبت خاک الخ۔ خاک کو پاک چیز سے کیا نسبت یعنی بے جوڑ بات جس میں کچھ مناسبت نہ ہو۔
چھل بتے۔ مکر و فریب۔
چھلبلیا۔ چالاک۔ فتنہ پرداز۔
چھجا۔ سائبان۔
چھانٹنا۔ منتخب کرنا۔
چہیتا۔ لاڈلا۔ پیارا۔
چھپر پھاڑ کے دینا۔ بے طلب کوئی چیز مل جانا۔ خلافِ توقع فلاح۔
چھکے چھوٹ جانا۔ حواس باختہ ہوجانا پریشان ہوجانا۔
چھٹ چھٹا جانا۔ کم ہوجانا۔ فضولیات خارج ہوجانا۔
چھٹ چھٹا جانا۔ انقطاع ہوجانا۔ قطع تعلق
چھٹم چھٹا۔ چھٹ جانا۔ بے تعلقی۔
چھچھوندر چھوڑ دینا۔ فساد لگا دینا۔ آتش فشانی۔

چ

چھا جانا۔ حاوی ہو جانا۔
چہرے شاہی۔ کلدار۔
چھپی ڈھکی۔ پوشیدہ۔
چھلاوا۔ غولِ بیابانی۔
چہ تواں کرد الخ۔ جب آدمی ہی اِس قسم کے ہیں تو کیا کیا جائے چار و ناچار انھیں سے واقفیت رکھنی چاہیئے۔
چھلنی ہو جانا۔ زخمی ہو جانا۔ زیادہ دوا دوش سے مراد ہو کہ دوڑ دھوپ کی وجہ سے تھک جانا۔
چھدرا۔ دُور دُور بنا ہوا۔ جو ڈھٹ نہ ہو۔
چھان مارا۔ بہت تلاش کرنا۔
چھبّا۔ بانس کی کھپچیوں کا بنا ہوا خوان پوش۔
چھوڑے گاؤں الخ۔ چھوڑی ہوئی چیز کا ذکر ہی کیا۔
چھٹی میکے چھٹی میکے۔ جب دیکھو میکے کو چلیں۔
چیخنا۔ چلّانا۔ شور کرنا۔
چھی چھی۔ بُری چیز۔ بچوں کا پاخانہ۔
چیل کے گھونسلے الخ۔ بھلا کہیں چیل کے گھونسلے میں گوشت باقی رہ سکتا ہے یعنی ہمارے پاس کہاں سے آیا۔
چین۔ آرام۔ آسائش۔ فارغ البالی۔
چیں پہ چپڑ۔ بحث مباحثہ۔ حجّت۔ تکرار۔

ح

حال و خال۔ کیفیت۔ حالت۔
حاوی ہونا۔ چھا جانا۔ غالب آنا۔
حامی بھرنا۔ قول و قرار کرنا۔ وعدہ کرنا۔
جبنّق۔ بے ڈھنگا۔ مہمل۔
حُجّتِ حق۔ دلیلِ صادق۔
حرماں نصیب۔ بدنصیب۔
خَرافہ۔ بڑی فتنہ پرداز۔
حشوب۔ مارواڑی حساب کو حشوب کہتے ہیں۔
حَضنت۔ حضرت کو جلدی میں حضنت بولتے ہیں۔
حَل کرنا۔ تصفیہ کرنا۔ فیصلہ کرنا۔
حَلاوت۔ لُطف۔ مزہ۔ مٹھاس۔
حماقت آمیز۔ بے وقوفی کی (بات)
حنا بندی۔ مہندی لگانے کی رسم یعنی منگنی۔

ح

حوصلے اور جگرے۔ ہمت اور دل گردے کی باتیں)

حیاتِ جاوِداں۔ ابدی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔

حیص بیص۔ ردّ و قدح۔ تکرار۔ بحث مباحثہ

خ

خاک اُڑانا۔ واہی تباہی پھرنا۔ آوارگی۔

خاکہ اُڑانا۔ کسی کا افشائے راز یا ہجو کرنا۔

خائن۔ خیانت کرنیوالا۔ غبن کرنیوالا۔

خاک بدہنم۔ میرے مُنہ میں خاک جیسے ہمارے یہاں کہتی ہیں کہ خاک پہ چاٹ کے کہتی ہوں۔

خال۔ تِل۔

خالصے لگادینا۔ تباہ و برباد کردینا لُٹا دینا۔

خاک ڈالنا۔ درگزر کرنا۔ دبا دینا۔

خاکسارانِ جہاں الخ۔ غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو نہیں کیا خبر کہ اس گرد و غبار میں کوئی سوار چھپا ہوا ہو۔

خ

خدا اگر بحکمت الخ۔ خداوند تعالیٰ اگر کسی حکمت سے ایک نعمت لے لیتا ہے تو اور بہت سے رستے کشائیش کے کھول دیتا ہے ایک در بند تو سو در کھلے۔

خدشہ۔ اندیشہ۔ خطرہ۔

خدا ہمچو کُناد۔ خدا ایسا ہی کرے۔

خرمن۔ کھلیان۔

خس کم جہاں پاک۔ اچھا ہوا پاپ ٹلا۔ بلا سر سے ٹلی۔

خِفّت۔ شرمندگی۔

خُلاصہ۔ مختصر۔ ماحصل۔ مطلب کی بات۔

خلخال۔ پازیب۔

خمیازہ بھُگتنا۔ اپنے کیئے کا نتیجہ جھیلنا۔

خَتّنے ڈھیلے ہوگئے۔ کمان اُتر گئی غرور ڈھے گیا۔

خندہ پیشانی۔ ہنس مُکھ۔

خندۂ دنداں نما۔ کھلکھلا کر ہنسنا جس میں دانت کھُل جائیں۔

خود بدولت سے۔ آپ سے۔ حضور سے۔

خ

خود پرستو۔ مغرور و خود پسند لوگ۔
خود کردہ الخ۔ اپنے کئے کا علاج کچھ نہیں ہو۔
خود داری۔ اپنے تئیں سنبھالنا۔
خوش تر آں باشد الخ۔ عمدہ طریقہ بات کا یہ ہو کہ در پردہ کہی جائے۔
خوئے بدر الخ۔ بُری عادت والا سیکڑوں بہانے نکال کھڑے کرتا ہو۔
خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جانا۔ بہت ضبط کرنا۔ برداشت تحمّل۔
خوابِ استراحت۔ آرام کی نیند۔
خوش دامن۔ ساس۔
خیر کرنا۔ بہتری کرنا۔ بھلائی کرنا۔
خیر باد کہنا۔ رُخصت کرنا۔

د

دال ہے دال۔ یعنی حرف دال دلالت کرتا ہو۔
دائرہ وسیع۔ پھیلا ہوا حلقہ یعنی بہت سے لوگوں سے ملاقات تھی۔
دار و مدار۔ انحصار۔ بھروسہ۔ ٹھکانا۔
داتا کے دینے کے سو ہاتھ۔ خُدا جب دینے پر آتا ہو تو سو طرح سے دیتا ہو۔
داسا۔ لکڑی کا سرول۔
دانت نکوسنا۔ عاجزی کرنا۔
دانت کاٹی روٹی۔ گاڑھی دوستی۔ یک جان و دو قالب۔
دانتوں چڑھانا۔ کوسنے کا موقع بنا۔
دانتا کِلکِل۔ ہر وقت کی کوسم کاٹی۔
دار الامان۔ پناہ کی جگہ۔
داغ بیل۔ راستے کی نیک جس کو دیکھ کر آدمی چل سکتا ہو۔ رہنمائی۔
دال میں کالا۔ کچھ شبہ و شک کا موقع۔
دبوچنا۔ سختی سے دبا لینا۔
دبے پاؤں۔ آہستہ۔
دبی زبان سے کہنا۔ آہستہ کہنا۔ تامل کر کے کہنا۔
دَبَیل۔ مغلوب۔

د

دبیز۔ موٹا۔ غفص۔
دخیل۔ دخل دینے والا۔
در بدر۔ دروازے دروازے۔
درعفو لذّت الخ۔ معافی میں جو مزہ ہے وہ بدلا لینے میں کب ہے۔
درجن۔ (انگریزی) ڈزن۔ بارہ۔
درخور۔ لائق۔
دَر۔ دروازہ۔
دُرِ شاہوار۔ عمدہ موتی۔
دریائی۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو کثرت سے لاہور میں بنتا ہے۔
دراڑ۔ رخنہ۔ جھری۔
دڑ بڑا لینا۔ ایسا گھبرا دینا کہ کچھ نہ سُدھ سُدھ رہے
دست و گریباں ہو جانا۔ ہاتھا پائی پر تُل جانا۔
دسترخوان چُننا۔ دسترخوان پر کھانا جاننا
دُسراہٹ۔ ایک سے دو اکٹھے ہونا۔ رفع تنہائی۔
دستِ شفقت پھیرنا۔ بطورِ تعریض کہا ہے۔ یعنی مارنا۔

د

دستِ خود دہانِ خود الخ۔ باوجود موقع ہونے کے اگر کوئی نہ کھائے تو گویا وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے۔
دست بوسی۔ تعارف۔ آغازِ کار۔ ہاتھ چومنا۔
دس لائین کا لمپ۔ دس بتّی کی روشنی کا لمپ۔
دست بُرد۔ لوٹ لینا۔ قابو پا لینا۔
دست و پا شکستہ۔ بے قابو۔ ناچار۔ عاجز۔
دشمناگی۔ (عورتوں کی بولی) دشمنی۔ عداوت۔
دفعتہً۔ یکایک۔ اچانک۔
دفتر ہی گاؤ خورد ہو گیا۔ سارا کام اُلٹ پلٹ ہو گیا۔
دقیق۔ باریک۔
دقیانوسی۔ پُرانا۔ قدیم۔ از کار رفتہ۔
دُکھڑا۔ داستان مصیبت۔ شکایت۔
دُکھتی چوٹ کی ٹھیس۔ سچّے کی بات کہنا۔
دُگدھا۔ تذبذب۔

د

دل ٹھکنا۔ اطمینانِ خاطر۔
دل کش۔ دل بھانیوالا۔ پسندیدہ مرغوب۔
دل میں گھر کر جانا۔ دل میں جگہ پیدا کرنا نظروں میں چڑھ جانا۔
دل دھک دھک کرنا۔ ڈر کے مارے قلب کی حرکت بڑھ جاتی ہے۔ اچانک کسی بات کا سُن لینا۔ حیرت کی بات۔
دل دادہ۔ فریفتہ۔
دل میں سمانا۔ کسی بات کا خیال ذہن میں آجانا۔
دل اُلٹنا۔ دیوانگی۔ فریفتہ ہونا۔
دل پھٹ جانا۔ شکستہ خاطر ہو جانا۔ متنفر ہوجانا۔
دل مٹھی میں لینا۔ خاطرداری ایستمالت۔
دل کھٹا ہوجانا۔ نفرت ہوجانا۔
دل میں بڑی سمائی ہے۔ دل میں بڑی گنجائش ہے۔ عالی حوصلگی۔
دلیل۔ تدارک۔
دل اُکھڑ جانا۔ طبیعت اُچاٹ ہوجانا۔
دل نہ لگنا۔

د

دل ہِل جانا۔ صدمۂ عظیم۔
دل بُجھ جانا۔ پژمردہ خاطر۔ افسردہ ہونا۔
دل پر چھانا۔ دل کو بھانا۔ یا مائل کرنا۔
دل ہاتھ میں لینا۔ خاطر۔ مدارات۔ تواضع۔
دُبکنا۔ ٹوکنا۔ بٹکنا۔
دم بھرنا۔ کسی کو تخلیہ لگ جانا۔
دمڑی دمڑی۔ ذرا ذراسی بات کوڑی کوڑی۔
دم دار۔ طاقت ور۔
دم فنا ہونا۔ خوف زدہ ہونا۔
دم نہ مارنا۔ برداشت کرنا۔
دُم دبا کر چلتا بنا۔ کچھ کہا سُنا نہیں چُپ چاپ چلا گیا۔ بلا جوں و چرا کئے خاموش چلا گیا۔
دندناتے پھنپھناتے۔ زور و شور اور غصے سے۔
دن پھر جانا۔ تقدیر مساعد ہوجانا۔ زمانہ موافق۔
دنداں شکن جواب۔ جواب مُسکت۔ ایسا جواب کہ جسکا پھر جواب نہ ہوسکے۔ کلّہ بہ کلّہ جواب۔
دِن دہاڑے۔ علی رؤس الاشہاد۔

د

روز روشن ہیں (کا) الاعلان کُھلم کُھلا۔

دُنبل گُنبل۔ وہ دُل دار پھوڑا جسکا مُنہ نہ ہو۔

دندانِ موش۔ چوہے کے دانت۔

دُنیا و مافیہا۔ دُنیا کی کل کائنات۔

دندانے۔ کنگھی کے دانت۔ چاقو کی دھار جھڑ کر نشان پڑ جانا۔ رخنہ۔

دُنیا خوابیست الخ۔ دُنیا نرا خواب ہی خواب ہی یہی زندگانی وہ ایسی ہی جیسے کسی نے سوتے میں خواب دیکھا یعنی چند روزہ اور پھر فنا۔

دِن پہاڑ۔ یعنی بہت لمبا کہ کسی طرح کاٹے نہ کٹے، اجیرن ہو جائے۔

دُوبھر۔ بار۔ ناگوارِ خاطر۔

دو میں تیسرا الخ دخل در معقولات۔ دو میں تیسرے آدمی کا دخل دینا ناگوارِ خاطر ہوتا ہی۔

دور اندیش۔ انجام کار سوچنے والا۔ سمجھدار۔ عقل مند۔

دو ہاجو۔ وہ مرد جسکی پہلی بیوی مرگئی ہو۔

دوسروں پر ڈھال کر کہنا۔ اشارتاً کنایۃً کہنا۔

د

دروالیہ۔ جسکا دیوالہ نکل جائے مفلس۔ قلّاش۔

دوا دوش۔ سعی کوشش۔ دوڑ دھوپ۔

دودھاری۔ فائدہ بخش۔ ثمردار۔

دونوں وقت ملتے۔ سرِ شام۔

دُہرانا۔ مکرر تذکرہ کرنا۔ دوبارہ کہنا۔

دوڑ دھوپ۔ کوشش۔ دوا دوش۔

دُودھ کا جلا الخ۔ جسے ایک مرتبہ نقصان پہنچ جاتا ہی وہ بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہی، اور ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہی۔

دو اُنگلیاں ماتھے پر رکھ لینا۔ بددلی سے سلام کر لینا۔

دُور دفان۔ نِکل نکل۔ غارت ہو۔ اُجڑ جا۔ برباد ہو جا۔

دَھر لینا۔ پکڑ لینا۔

دھینگا مشتی۔ زبردستی۔ سرزوری۔ شورہ پشتی۔

دھیما۔ ٹھنڈا۔ مدھم۔

دَھن دولت کی جونک۔ دولت کی لٹانے والی جس طرح جونک خون چوستی ہے

د

اُسی طرح دولت کو تباہ کرنے والی۔

دُھندلے۔ صاف نظر نہ آنا

دھورے۔ (گنواری) نزدیک۔ پاس۔

دھڑا دھڑ پیٹنا۔ زور شور سے مارنا خواہ اپنے کو یا دوسرے کو۔

دَھن۔ دولت۔ روپیہ پیسہ۔

دوہتڑ۔ دونوں ہاتھوں سے مارنا۔

دُھن ڈالنا۔ خوب مارنا۔

دَھک۔ بہت باریک جوں۔

دھڑام سے گر پڑنا۔ زور سے گر پڑنا۔

دھوون۔ برتن دھونیکے بعد جو پانی رہ جاتا ہے

دَھکا دینا۔ دھکیل دینا۔

دُھن لگنا۔ کسی بات کی رَٹ لگ جانا۔

دھڑی۔ مسّی جو جماتے ہیں اور ہونٹوں پر جو اس کی تہ جم جاتی ہے اُسے دھڑی کہتے ہیں۔

دھپ دھپ۔ پاؤں کی آواز یا ہاتھ سے کھٹکھٹانے کی آواز۔

دھیرے۔ آہستہ۔

دھیان۔ خیال۔

دیدے پتھرا جانا۔ علامت تحیر اور مرتے وقت آدمی کے دیدے پھٹ جاتے ہیں۔

دیدہ ہوائی ہو جانا۔ دُنیا کی ہوا لگ جانا۔ کسی بات پر دل نہ لگنا۔

دیر آید درست آید۔ جو کام سہولت سے کیا جاتا ہے وہ اچھا ہوتا ہے۔

دیدوں پھوٹی۔ یعنی کیا تجھے سوجھتا نہیں اندھی ہے۔ بددعا یا کوستا ہے۔

دیدے پٹم ہو جانا۔ آنکھیں پھوٹ جانا۔

دیدے گھٹنوں کے آگے آنا۔ جیسا تو کرتی ہے خدا کرے تیرے آگے آئے۔

دید نہ شنید۔ نہ دیکھا نہ سُنا۔

دیوٹ۔ لکڑی کا شمع دان۔

دیس نکالا۔ جلا وطنی۔

دیوانہ را ہوئے بس است۔ دیوانے کو بس ذرا سا اشارہ کافی ہے۔

دیوانہ باش الخ۔ دیوانے کے مزے ہیں۔ اُسے تو اچھے بُرے کی خبر ہوتی نہیں مگر اد بر والوں کی مٹی (مفت میں) پلید ہوتی ہے۔

د

دیوار ہم گوش دارد۔ بہت احتیاط کرو دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔

ڈ

ڈانٹ ڈپٹ۔ زجر و توبیخ۔ دھمکانا۔
ڈاڑھیں مار مار کے رونا بےاختیار ہو کر رونا۔
ڈبکیاں لینا۔ پانی میں ڈوبنا۔
ڈبل۔ (انگریزی) دُہرا۔
ڈکار توڑی نہ لی۔ رسید تک نہ دی ہضم کر گئی۔
ڈگ۔ لمبا قدم۔
ڈلاؤ۔ کوڑے کرکٹ کا انبار۔
ڈنکے کی چوٹ۔ کھُلے خزانے بےڈر بےخوف
ڈونگا۔ پانی بھرنے کا ظرف۔
ڈھارس۔ اُمید۔ توقع۔
ڈھکوسلا۔ بےاصل بات جو دل سے گھڑلی جائے۔
ڈُھل گئے۔ مائل ہو گئے۔ جھک گئے۔
ڈھنگ سر۔ سلیقے سے۔

ڈ

ڈھرّا۔ قدیم رستہ۔
ڈھل جانا۔ انحطاط۔ دوپہر کے بعد کا وقت۔
ڈھیل۔ تراخی۔ مہلت۔ وقفہ۔
ڈھاک کے تین پات۔ شہرت تو بہت تھی مگر دراصل کچھ بھی نہیں۔
ڈھنڈار۔ ویران۔
ڈھٹائی۔ دلیری۔
ڈُھنڈیا۔ تلاشش۔
ڈھلاؤ۔ نشیب۔
ڈھنگ۔ طور۔ طریقہ۔
ڈینگیا۔ شیخی خورہ۔
ڈینامیٹ۔ بھک سے اُڑ جانے والی بارود جو سُرنگو نکے اُڑانے کے کام آتی ہے۔

ذ

ذکر چھیڑنا۔ تذکرہ آغاز کرنا۔
ذکر فکر۔ تذکرہ۔ بیان۔
ذی علم۔ صاحبِ علم۔ پڑھا لکھا

ر

راجس۔ (انگریزی راجرز) چاقو قینچی وغیرہ لوہے کی چیزیں بنانے والے ایک مشہور کارخانے کا نام ہے۔

راجی۔ (گنواری) راضی۔

راست و دروغ الخ۔ جھوٹ سچ کہنے والے کی گردن پر۔

ربط ضبط۔ میل جول۔

رپٹ دینا۔ (انگریزی۔ رپورٹ) خبر دینا۔ واردات کی اطلاع لکھوانا۔

رتّی برابر۔ ذرا سا۔

رچ جانا۔ اچھا رنگ آنا۔ خوش گوار معلوم دینا۔

رسّی دراز ہونا۔ حرام زادے بدمعاش کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔

رُسوخ۔ کسی کے پاس زیادہ آمد و رفت یا جگہ ہونا۔ خصوصیّت۔

رسیدہ بود الخ۔ بلا تو آہی گئی تھی مگر خدا نے خیر کرلی۔

رطبُ اللّسان۔ کسی کی تعریف کرنا۔ مدح سرائی۔

رفتہ رفتہ۔ بتدریج۔ سہولت سے۔ آہستہ آہستہ۔

ر

رَکان۔ طرز۔ طریقہ۔ انداز۔

رُکھائی۔ ترش روئی۔ رُکاوٹ۔ بددلی۔

رُلنا۔ خاک میں مل جانا۔ تلف ہوجانا۔ ضائع ہوجانا۔

رندوں۔ آوارہ منشوں۔

رند مشرب۔ آوارہ مزاج۔ اوباش۔

رنگ ڈھنگ۔ طرز۔ روش۔ چال چلن۔

رواقِ منظرِ چشمِ من الخ۔ میری آنکھ کا میدان آپ کی تشریف آوری کے لئے موجود ہے۔ تشریف لایئے تشریف لایئے کہ یہ گھر تو آپ ہی کا ہے۔

رو براہ ہونا۔ درست ہونا۔ بہتر ہوجانا۔

رو تُوڑ۔ پرانی روئی جو ازکاررفتہ ہوجائے۔

روبرو۔ سامنے۔ بالمقابلہ۔

روڑے۔ کنکر۔ پتّھر۔ مِٹّل (انگریزی)

روپے کو ٹھیکری کر دینا۔ روپئے کی کچھ قدر نہ کرنا۔ اسراف۔ خوب لُٹانا فضول خرچی۔ بے قدری۔

روک تھام } روک ٹوک } انسداد۔ ممانعت۔ مزاحمت بندش۔

ر

روغن قاز ملنا۔ خوشامد کرنا۔ فریب دینا۔ دھوکا دینا۔

ریوڑی کے پھیر میں آجانا۔ مشکل کا سامنا۔ چکر میں پڑ جانا۔

ریوڑی والے کا چراغ۔ وہ چراغ جس کی روشنی بالکل کم ہو۔

ریشہ دوانی۔ سازش۔

ریس۔ حرص۔

ز

زاد۔ توشہ۔

زبان پکڑنا۔ اعتراض کرنا۔

زبان جل جانا۔ ایک قسم کی قسم ہی یعنی ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور اگر ایسا کہا ہو تو ہماری زبان جل جائے۔

زبان دینا۔ وعدہ کر لینا۔ قول قرار کرنا۔

زبون۔ خراب۔

زمانہ با تو نسازد الخ۔ اگر زمانہ تم سے موافقت نہیں کرتا تو خیر تم ہی زمانے سے موافقت کر لو یعنی جیسی دُنیا کی چال ڈھال دیکھو وہی ڈھنگ تم بھی اختیار کرو۔

زمیں شدیم چہ شد الخ۔ اگر ہم زمین کی طرح پستی میں رہے تو کیا اور آسمان کے تارے توڑ لائے تو کیا۔ دُنیا میں بھلا کسی حالت کو ثبات بھی ہو۔ تم اگر پھلے پھولے تو کیا ہوا اور ہم اگر حالتِ خزاں میں رہے تو کیا ہوا (سب یکساں ہی ہے)۔

زنبورِ سیاہ۔ کالی بھڑ۔

زوال پذیر۔ جانے والی۔

زنہار۔ ہرگز۔

ساحل۔ کنارہ۔

زہر مار کر لینا۔ بلا استحقاق کھا لینا۔

زیاد۔ زیادہ۔

زیرِ سما۔ آسمان کے تلے۔

زیرک۔ عقل مند۔ ہوشیار۔

س

سائیں جیئے۔ شوہر زندہ رہے۔

س

سامنے وار۔ آگے کی طرف۔
سادات بارہ۔ بارہ ایک بستی کا نام ہے وہاں کے سادات لصالت اور شرافت میں زباں زد ہیں۔
سان نہ گمان۔ وہم نہ شک۔ خیال بھی نہیں۔
سانوٹے۔ مستعد۔ طیار۔
سانچے میں ڈھالنا۔ درست کرنا۔ تربیت دینا۔
سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ خوبصورت۔
سانجھ۔ (گنواری) شام۔
سامان میں نہ آنا۔ بے قابو ہو جانا۔
سانجھا۔ مُشارکت۔ حصہ۔ بخرہ۔
ساکھ۔ بندھی کی بندھی رہی۔ بھید نہ کھلا۔ عزت و وقار برقرار رہا۔
سُبیتا کرنا۔ مناسب سبیل نکال دینا۔
سب سے بڑھ کر طرہ یہ کہ۔ سب سے زیادہ لُطف یہ کہ۔
سُبکی۔ خِفّت۔ تذلیل۔

س

سپولیا۔ سانپ کا بچہ۔
ستارہ نہ ملنا۔ موافقت نہ ہونا۔
ستم۔ ظلم۔
ستونتی۔ اچھی، نیک کردار
ستی ہونا۔ شوہر کے مرنے کے بعد شوہر کے ساتھ جل مرنا۔
ستیاناس۔ برباد۔ تباہ۔
ستری بہتری۔ بدحواس۔
سٹپٹا جانا۔ گھبرا جانا۔
سٹمک پمپ۔ (انگریزی) وہ پچکاری جس سے پیٹ اور معدہ صاف کیا جاتا ہے۔ حُقنہ۔
سٹلو۔ بدسلیقہ۔ پھوہڑ۔
سجانا۔ آراستہ کرنا۔ آرائش۔
سچ مچ۔ فی الحقیقت۔
سخن ساز۔ باتیں بنانے والا۔
سُدھارنا۔ درست کرنا۔ سنوارنا۔
سدِّ راہ ہونا۔ حائل مانع و مزاحم ہونا۔
سُڈول۔ خوش وضع۔ خوش قطع۔
سرہنا۔ پلنگ کا وہ حصہ جو سر کی طرف ہو۔

س

سر مُنڈانا۔ لُوٹا جانا۔ تباہ و برباد ہونا۔

سر دھرا۔ مُربّی۔

سر دُھننا۔ پچھتانا۔ افسوس کرنا۔

سر نہ پیر۔ بے اصل محض۔

سر پر سینگ ہونا۔ انوکھی عجیب و غریب بات۔

سر پھٹول۔ لڑائی۔

سر کُھجانے کی فرصت نہیں۔ دم مارنے کی مہلت نہیں۔ بالکل عدیم الفرصت۔

سرکار۔ مالک۔ آقا۔ مگر کبھی طعن سے مخاطب کو آپ یا تم کی بجائے "سرکار" کہدیتے ہیں، یہاں یہی معنے ہیں۔

سروکار۔ واسطہ

سر بام۔ لب بام۔ کوٹھے پر۔

سر پکڑ کر بیٹھ جانا۔ انتہا درجے کی فکر۔ پریشانی کی حالت۔

سرگزشت۔ حالات۔

سر چڑھا کر لانا۔ زبردستی کوئی بات کرنا۔

سر چڑھانا۔ مغرور کر دینا۔ ناز اُٹھانا۔

س

سُرخاب کا پر لگنا۔ انوکھی بات ہونا۔

سر پھرنا۔ دورانِ سر۔ خودسر ہو جانا۔

سر ہونا۔ خواہ مخواہ کسی سے بحث مباحثہ کرنا۔

سر پیٹ لینا۔ غصے کی حالت میں سر کو مار لینا۔

سر آنکھوں سے کام کرنا۔ خوش دلی سے کام کرنا۔ بطیب خاطر کام کرنا۔

سراب۔ دھوکا۔ شور زمین میں جو دھوپ میں چمک کر دور سے پانی کیطرح نظر آئے۔

سرود بہ مستاں الخ۔ دیوانے آدمی کو راگ کی یاد دلانا یعنی بھولی ہوئی بات کو تازہ کر دینا۔

سرے سے۔ شروع سے۔

سڑاند۔ بدبُو۔ تعفّن۔

سزاوار۔ لائق۔ قابل۔

سِسکنا۔ ادھ موا ہونا۔ نیم جاں ہونا۔

سفینہ۔ کشتی۔

سکت۔ قوت۔ طاقت۔ سمائی۔

سُکڑی ہوئی۔ تنگ۔ سمٹی ہوئی۔

سکوری۔ مٹی کی چھوٹی سی طشتری۔

س

سکیم جدید۔ سکیم انگریزی لفظ ہے۔ نیا نظم و نسق۔
سُگھڑ۔ سلیقہ مند۔
سگرٹ۔ (انگریزی) کاغذ کا چُرٹ
سگرے۔ (گنواری) سارے۔ تمام۔ کُل۔
سگ باش اخم۔ کُتّا ہونا بہتر مگر خدا کسی کو چھوٹا بھائی نہ بنائے یعنی چھوٹوں کی قدر نہیں ہوتی۔
سُلجھانا۔ پیچیدہ معاملے کو صاف کرنا تصفیہ کرنا۔
سَلہج۔ سالے کی بیوی۔
سلسلۂ جُنبانی۔ کارروائی آغاز کرنا تحریک
سلسلۂ سخن۔ بات کا سلسلہ۔
سَلوٹ۔ شکن۔
سِلنگے۔ بڑے بڑے ٹانکے۔
سُلوک۔ ملاپ۔
سُلَٹ لینا۔ سمجھ لینا۔ طے پاجانا۔
سمیٹنا۔ اکھٹا کرنا۔ خبر گیری کرنا۔
سمِ قاتل۔ زہر ہلاہل۔

س

سمائی۔ گنجائش۔
سَمونا۔ ٹھنڈا گرم پانی ملانا۔ اعتدال۔
سنو سار۔ خانہ داری۔ گرہست پنا۔
سنوارنا۔ آراستہ کرنا۔
سنّاٹا۔ ویران۔
سنڈ مُسنڈ۔ موٹا تازہ۔ فربہ گراں ڈیل۔
سنبھالنا۔ دُرست کرنا۔
سَن جانا۔ بھر جانا۔
سنگوانا۔ حفاظت سے رکھنا۔
سُنی کی اَن سُنی کر دینا۔ بات سن کر اَن جان ہو جانا۔
سوزِ نہاں۔ غمِ پنہاں۔ اندرونی غم۔
سویرا۔ اوّل وقت۔
سوٹ۔ (انگریزی) جوڑا۔
سَوکن۔ سوت۔ مرد کی دوسری بیوی۔
سوختہ۔ جلا ہوا۔
سوجھ بچار۔ تامّل۔ پس و پیش۔
سَوک۔ (گنواری) شوق۔
سوتیلے۔ دوسری ماں کے بچے۔

س

سِوا۔ زیادہ۔

سوندسانا۔ گوشت مصالحہ وغیرہ سب ملا جلا کر۔

سوبھا۔ رونق۔ آرائش۔

سونے کی بھی بن جائیں۔ کیسی بھی بیش قیمت و قابلِ قدر ہو جائیں۔

سوفتے۔ اطمینانِ خاطر۔ وقتِ فرصت۔

سوگ۔ ماتم۔

سہم جانا۔ ڈر کر دم سلب ہونا۔

سہج سہج۔ آہستہ آہستہ۔ بتدریج۔

سہاگ۔ محبت پیار۔ جس کا شوہر زندہ ہو اُسے سہاگن کہتے ہیں۔

سہل الاصول۔ آسان طریقہ۔

سہل انگاری۔ سستی۔ تغافل۔

سی۔آئی۔ڈی۔ خفیہ پولیس۔

سیاہ سفید کی مالک۔ مختارِ کل۔

سیانی۔ بڑی ہوشیار سمجھدار۔

سیدھی سادی۔ بھولی۔ بھالی۔

سینتنا۔ حفاظت سے رکھنا۔

سیٹھا۔ بدمزہ جسکا آب و نمک نہ ہو۔

س

سیل سپاٹا۔ (گنواری) سیر تفریح

سیڑھی۔ سُلّم (عربی)

سَیلانی۔ سیر تماشے کا دلدادہ۔

سِیلا۔ نم۔

سیروا۔ چارپائی کے سرہانے کی لکڑی۔

سیوا کروگے جب میوہ کھاؤ گے۔ تکلیف کے بعد آرام ملتا ہے۔

ش

شاہدانِ بازاری۔ آوارہ عورتیں۔ کسبیاں۔ طوائف۔

شانوں کو تولنا۔ اپنے کندھوں کو بار بار گھور گھور کے دیکھنا جو علامتِ غرور ہے۔

شاق۔ ناگوار سخت۔

شادی رچانا۔ خوشی منانا شادی پھیلنا۔

شامت آنا۔ مصیبت آجانا۔

شبِ ہجر الخ۔ جُدائی کی شب میں جس کم بخت کو موت آگئی ہو ا کہو تو کہ تیری تمنائے دید میں کیسی کچھ تکلیف سے اُسکی جان نکلی ہوگی۔

ش

شبانہ روز۔ رات دن۔ مسلسل۔
شبہ۔ مثل۔ مانند۔
شجر۔ درخت۔
شدہ شدہ۔ رفتہ رفتہ۔ بتدریج۔
شدّ و مد۔ سخت اہتمام۔
شرارۂ آتش۔ آگ کا پتنگا۔
شرحِ ایں قصّۂ دل سوز الخ۔ اس جی کے جلانے والے قصّے کو کب تک نہ کہا جائے میں تو جل گیا کب تک اس راز کو چھپائے رہوں۔
ششدر۔ متحیّر۔
شش و پنج۔ تامّل۔ تردّد۔
شغف۔ گہری محبّت۔ فریفتگی۔
شعیر۔ جو۔
شفتل۔ بد۔ بے ڈھنگی۔ بدقوارہ۔
شقی۔ بدبخت۔ بدنصیب۔ کھوٹی تقدیر کا۔
شکیل۔ خوبصورت۔
شکل شمائل۔ شکل و صورت۔
شکر کہ جمازہ الخ۔ خدا کا شکر ہے کہ گاڑی منزل پر پہنچ گئی اور اُمید کی کشتی کنارے آن لگی۔
شگوفہ چھوڑنا۔ کوئی ایسی بات لگا دینا کہ جس سے کچھ گل کھلے۔
شل ہو جانا۔ ایسا تھک جانا کہ ہاتھ پاؤں دُکھ جائیں۔
شمار قطار۔ گنتی۔ حساب۔
شمسِ تاباں۔ چمکتا ہوا سورج۔
شمّہ۔ ذرا سا۔
شوخ و شنگ۔ چلبلی اور خوش طبع۔
شورہ پُشت۔ گستاخ۔ شریر۔ بُرا۔
شوشہ چھوڑنا۔ کوئی بات لگا دینا۔ فساد ڈلوا دینا۔
شہادتِ مادّی۔ گواہی کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک زبانی اور ایک مادّی یعنی کسی چیز کو پیش کر کے ثابت کیا جائے۔
شیر بکری الخ۔ یعنی ایسا انصاف ہے کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔

ص

صافی۔ رومال۔ جھاڑن۔ برتن صاف کرنے کا کپڑا۔ یا کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا جو کسی چیز پر لپیٹ دیا جائے۔
صبح ومسا۔ صبح وشام۔
صحنچی۔ سہ دری۔ بغلی کمرے جو چبوترے پر ہوں۔
صغیر وکبیر۔ چھوٹے بڑے۔ ادنیٰ اعلیٰ۔
صفایا۔ بالکل خالی۔
صلواتیں۔ سخت سست باتیں۔
صیقل۔ جلا۔ چمکانا۔

ض

ضرب المثل۔ کہاوت۔
ضعف و اضمحلال۔ کمزوری اور طبیعت کی سستی۔
ضماد۔ لیپ۔

ط

طاری۔ ظاہر ہونے والا۔ عارض ہونیوالا پیش آنے والا۔
طاق۔ محراب۔ بالائے طاق رکھنا۔ کسی بات کو نظرانداز کرنا۔ تغافل منفرد۔ نرالا۔ انوکھا۔
طبع کی روانی۔ طبیعت کی جودت۔ جولانی۔
طبع زاد۔ اپنے دل سے نکالی ہوئی بات۔
طبیعت کے بندو۔ نفس کے تابع دار اور نفس کی خواہشوں کو پورا کرنے والو۔
طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرنا۔ کوئی چیز جو طبیعت میں مخمر ہو جائے۔
طرّار۔ ہوشیار۔ چالاک۔ تیز۔
طرفین۔ دونوں طرف۔
طعن۔ لعن وتشنیع
طغیان۔ طوفان۔ زیادتی۔
طنطنہ۔ ولولہ۔ جوش۔
طومار۔ لمبا خط۔ مبالغہ۔
طویل۔ لمبی لمبی ڈاڑھی بے وقوفوں کی علامت ہے۔

ط

طینت۔ عادت۔ طبیعت۔ خصلت۔

ظ

ظریف۔ خوش طبع۔ پُر مذاق۔

ع

عار۔ غیرت۔ شرم۔ عیب۔

عاق کردینا۔ چھوڑ دینا۔

عبور حاصل کرنا۔ مشق بہم پہنچانا۔ تکمیل۔

عجز و الحاح۔ منت۔ سماجت۔ عاجزی۔

عرق عرق ہوجانا۔ پسینے پسینے ہوجانا

خجالت۔ شرمندگی۔ ندامت۔

عُروج۔ بڑھنا۔ کامیابی۔

عُسرت۔ تنگی۔

عِفّت۔ پاک دامنی۔

عفوِ قصور۔ خطا معاف کردینا۔

عُقدہ۔ مشکل کام۔

عُقدہ حل کرنا۔ مشکل کام کا رستہ نکالنا۔

عقل کے ناخن لینا۔ سمجھ کے کام کرنا۔ ہوش سنبھالنا۔

علاج بالمثل۔ جس قسم کا مرض ہو اُسی قسم کے علاج کو علاج بالمثل کہتے ہیں یعنی غصّے کا علاج غصّے سے نہیں ہوتا۔

علیک سلیک۔ چلتا ہوا اسلام سرسری ملاقات۔

عمرِ طبعی۔ پوری عمر۔ بھرپور عمر۔

عنبر افشاں۔ عنبر چھڑکنا۔

عندیہ۔ مطلب۔ دلی بات۔

عود و گل۔ خوش بو اور پھول۔

عین مین۔ بجنسہٖ۔

غ

غافل مشو الخ۔ غنی کہتا ہے کہ اپنے انجامِ کار سے (کبھی) غافل نہ ہو دل کو موت کی نیند کی طرف لگاؤ کہ دُنیا تو نری کہانی ہی کہانی ہے۔

غبّا غبّ۔ بہ افراط۔

غدّار۔ بڑی بھاری جسکی تھاہ نہ ہو۔

غریب کی جورو الخ۔ غریب پر سب کا زور چلتا ہے۔

غ

غصّہ وصّہ۔ وصّہ بدل تابع ہے۔

غضب ٹوٹنا۔ آفت کا آنا۔

غُلو۔ مُبالغہ۔

غمزہ۔ اشارہ۔

غوطے میں ہو جانا۔ متردّد ہونا۔ فکر سے خاموش ہو جانا۔

غیر متساوی الاَضلاع۔ وہ شکل جسکے ضلع برابر نہ ہوں۔

غصّے کو تھوک ڈالنا۔ غصّہ کو رفع کردینا۔ پی جانا۔ درگزر کرنا۔

ف

فارغ البالی۔ فراغت۔ کشائش۔

فاعلِ غیر مختار۔ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرسکتا۔

فِتنی۔ فسادن۔

فراہم کرنا۔ جمع کرنا۔ اِکھٹا کرنا۔

فراست۔ عقل۔ سمجھ۔

فربہ۔ موٹا۔

ف

فرد۔ اکیلا۔ طاق۔

فردِ جُرم۔ جب مجرم برباد ی النظر میں جُرم ثابت ہو جاتا ہے تو اُسے لکھ کر سُنا دیتے ہیں کہ فلاں جُرم کا الزام تجھ پر لگایا گیا ہے تاکہ تو اپنی صفائی پیش کرسکے۔

فرسِ رہوار۔ گھوڑا جو خوب چلتا ہو۔

فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ لاعلمی محض۔ بالکل بے خبر ہونا۔

فرنٹ۔ (انگریزی) خلاف۔ منحرف۔

فنا فی الزوج۔ شوہر پر مر مٹنے والی۔

فوٹو۔ (انگریزی) تصویر۔

فوقیّت۔ برتری۔ تفوّق۔

فطرت۔ خصلت۔ جبلّت۔

فَعَّالُ لِّمَا یُرِیْدُ۔ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

فکرِ ہر کس الخ۔ جس کی جیسی ہمت ویسی ہی اُس کی فکر۔ یعنی جیسا آدمی ویسا حوصلہ۔

فی نکالنا۔ عیب جوئی۔ حرف گیری۔ سُقم بر آمد کرنا۔

ف

فیشن۔ (انگریزی) وضع۔ قطع۔ طرح۔
فیصلۂ متفقہ۔ وہ فیصلہ جسپر سب متفق ہوں۔

ق

قتلے۔ ٹکڑے۔
قدم ٹکنا۔ سہارا لینا۔ اقامت۔
قدم پھونک پھونک کر رکھنا۔ محتاط۔
قدم بہ قدم چلنا۔ پیروی کرنا۔ تقلید۔
قدم دھرنا۔ داخل ہونا۔
قدم شریف۔ دہلی کے پاس ایک درگاہ شریف ہے جہاں حضرت رسول اللہ صلعم کا قدم مبارک ہو۔
قدمے رنجہ نما الخ۔ آیئے تشریف لایئے میں تو آپ کی منتظر ہی ہوں تمہارے قدموں پر میں اپنا سر فدا کرنیکو حاضر ہوں۔
قُدری ہو جانا۔ دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے کچھ بھی ہو جائے۔
قدرِ نعمت الخ۔ نعمت سلب ہو جانے کے بعد ہی اُس کی قدر ہوتی ہے۔

ق

قَطّامہ۔ بڑی بدکار عورت۔ حرّافہ۔
قطعِ کلام۔ بات کاٹنا۔
قطعِ سفر۔ منزل طے کرنا۔
قطع و بُرید۔ کاٹ چھانٹ
قعرِ مذلت۔ رسوائی کا گڑھا۔
قَلابازی۔ اصل لفظ کلا بازی ہے مگر عورتیں قاف سے بولتی ہیں۔ کلائی کھانا۔
قَلّاش۔ مُفلس۔ ننگا۔
قل اعوذیئے۔ مُلّانے۔
قلبِ ماہیت۔ کایا پلٹ ہو جانا۔ حالت بدلجانا۔
قوّتِ جاذبہ۔ کھینچنے والی یا چوسنے والی طاقت۔
قَلانچیں مارنا۔ کُودنا۔ لمبے لمبے قدم ڈالنا۔
قہرِ درویش الخ۔ فقیر کا غصہ فقیر کی جان پر۔
قیامت توڑنا۔ غصہ کرنا۔ ظلم کرنا۔

ک

کاٹو تو لہو نہیں۔ ڈر جانا۔ سہم جانا۔ دم سلب ہونا۔ خوف سے خون جم جانا۔

ک

کاج کِام شادی کرنے کو بھی کاج کہتے ہیں۔
کاڑھی۔ (گنواری) نکالی۔
کارستانی۔ حکمتِ عملی۔ چالاکی۔
کارگاہ۔ وہ جگہ جہاں جلاہا بیٹھ کر بنتا ہے۔
کارگر۔ فائز المرام۔ کامیاب۔
کارن۔ واسطے۔ لئے۔ خاطر۔
کاری ہاتھ۔ مہلک ضرب۔ بھرپور ہاتھ پڑنا۔
کاڑھا۔ ایک قسم کی مرکب دوا ہے جو جوش کرکے زچاؤں کو پیٹ صاف کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔ ایک قسم کی تلیین۔
کالر۔ (انگریزی) گلے میں جو سفید پٹہ سا لگاتے ہیں تاکہ گردن کے میل سے کپڑا خراب نہ ہو۔
کان کچے ہونا۔ ہر بات کو سُن کر یقین کرلینا۔
کان پر جُوں نہ چلنا۔ خبر نہ ہونا۔ توجہ نہ کرنا۔
کان پکڑلینا۔ قائل ہوجانا۔
کان نکلنا۔ پلنگ کی پٹیاں ٹیڑھی ہوکر ایک پایا اُٹھ جانا۔

ک

کانا پھونسی۔ سرگوشی۔ چپکے چپکے باتیں کرنا۔
کانوں کان خبر نہ ہونا۔ بے خبر رہنا۔ کسی بات کا اثر نہ ہونا۔ مطلق خبر نہ ہونا۔
کانوں پر ہاتھ دھرنا۔ لاعلمی۔ برارت۔
کان اُمیٹھنا۔ کسی بات سے توبہ کرنا۔
کان میں بات پڑنا۔ مطلع ہونا۔
کان پر بات ڈالنا۔ گوش گزار کرنا۔ اطلاع دینا۔
کان کھڑے ہونا۔ خبردار۔ ہوشیار ہوجانا۔
کان ہوجانا۔ سمجھ جانا۔ ہوشیار ہوجانا۔
کان پکڑ کہتی ہوں۔ توبہ کرکے کہتی ہوں۔
کان پکڑ کر اُٹھانا بٹھانا۔ یعنی جس کل چاہو اُٹھاؤ بٹھاؤ بالکل تمہارے بس میں ہوجائے گا۔
کالا دانہ۔ ایک قسم کا سیاہ رنگ کا زیرہ ہے۔
کالے کوسوں۔ بہت دُور۔
کالی بھلی نہ سفید الخ۔ یعنی دونوں میں سے ایک بھی اچھی نہیں۔
کام دھام۔ کام کاج۔

ک

کافی ضمانت۔ اطمینانِ کُلّی۔
کام کوڑیوں میں ہو جانا۔ سستے میں کام نکل جانا۔
کامنی سی۔ نازک
کانٹا نکل جانا۔ تکلیف و تردد رفع ہو جانا۔
کبھی کبھار۔ بعض وقت۔
کپٹ۔ کینہ۔
کترا جانا۔ تڑپ جانا۔ راستہ بچا کر جانا۔
کتر بیونت۔ کاٹ چھانٹ جُزرسی۔ کفایت شعاری۔
کٹھن۔ مشکل۔ صعب۔
کٹھ حجتی۔ کج بحثی۔
کچّا ساتھ۔ صغیر سن بچوں کا ساتھ۔
کچّی گولیاں کھیلنا۔ ناتجربہ کاری بھولاپن۔
کچوکے دینا۔ طعن و تشنیع دینا۔
کرانی۔ کرسٹان (کرسچین) عیسائی۔
کروٹ نہ لینا۔ خبر نہ لینا اُلٹ کر نہ پوچھنا۔
کرشمہ۔ ناز و غمزہ۔

ک

کرتوت۔ اعمال۔ روش۔ طرز۔ چال چلن۔
کرسٹان۔ (انگریزی) کرسچین۔ عیسائی
کرے مونچھوں والا الخ۔ کرے ایک اور پکڑا جائے دوسرا۔
کُرید کُرید کر پوچھنا۔ باریکی سے دریافت کرنا۔
کرکرا۔ جس میں ریت ملی ہوئی ہو۔
کرکرا کر دینا۔ خراب کر دینا۔
کرکری ہو جانا۔ ہیٹی ہو جانا۔
کرن۔ شعاع۔
کرچھا۔ فرائی پین یا کڑھائی کی طرح کا چھوٹا سا ڈنڈی لگا ہوا برتن کفچہ یا کفگیر کی وضع کا جس میں گھی وغیرہ گرم کر لیتے ہیں۔
کڑا۔ سخت
کرٹری ڈاڑھی۔ جس میں کچھ بال کالے کچھ سفید ہوں۔
کس نگوید الخ۔ اپنے دہی کو کون کھٹا کہتا ہے۔ اپنی چیز کو کوئی بُرا نہیں کہتا۔
کسر رہ جانا۔ نقص رہ جانا۔
کسی کل۔ کسی حال۔ کسی طرح۔

ک

کسیرا۔ تانبے پیتل کے برتن بنانے یا بیچنے والا۔
کسی کے بیئے گھی الخ۔ کسی کی تقدیر اچھی ہوئی تو ہر کام بن جاتا ہے اور جس کی تقدیر بُری ہوتی ہے وہی کام بگڑ جاتا ہے۔
کسرِ شان۔ تذلیل۔ خفت۔
کَسَک۔ خلش۔
کِس باغ کی مولی ہو۔ یعنی تم کِس شمار قطار میں ہو کِس گنتی میں ہو۔
کلا۔ لمپ کا مُنہ (برنر۔ انگریزی)
کِلَل بِلَل۔ جوؤں کی فراوانی اور اُن کی روانی۔
کِل کلاں کو۔ آئندہ کو۔
کلے دراز۔ زبان دراز۔
کلیجہ ٹھکنا۔ اطمینانِ خاطر۔
کلیجہ دھک سے ہو جانا۔ یک بارگی گھبرا جانا۔ دفعتہً پریشان ہو جانا۔
کلبۂ احزان۔ غریب خانہ غموں کی جھونپڑی۔

ک

کل کائنات۔ تمام موجودات۔ پوری حقیقت
کل کا۔ ٹھکانے کا۔ آرام کا۔ چین کا۔
کل بگڑ جانا۔ آرام و آسائش باقی نہ رہنا۔
کلونس۔ کالک۔
کلّہ بہ کلّہ۔ دو بدو جیسا سوال ویسا جواب ترکی بہ ترکی۔
کلنک کا ٹیکا۔ بدنامی کا داغ۔
کُلیہ۔ عام قاعدہ۔
کماؤ۔ کمانے والا۔ برسرِ روزگار۔
کَمَا حَقّہٗ۔ پوری طرح۔ جیسا کہ حق ہے۔
کمیشن۔ (انگریزی) دستوری۔
کنارہ کش ہو جانا۔ قطع تعلق۔ علیحدہ ہو جانا۔
کُندن۔ خالص اور عمدہ سونا بہترین سونا۔
کنوئیں جھکانا۔ سرگردانی پریشانی آوارہ گردی۔
کنوئیں کی مٹی الخ۔ جتنی آمدنی اُتنا ہی خرچ۔ جمع خرچ برابر سرابر۔
کَنَ انکھیوں سے دیکھنا۔ ترچھی نظر سے دیکھنا۔ آنکھ بچا کر دیکھنا۔

ک

کنگن۔ ایک قسم کا کلائی کا زیور۔
کُنیانا۔ کترانا۔ پس و پیش۔ رُکاوٹ محترز رہنا۔
کنستر۔ (انگریزی کنسٹر) مٹّی کے تیل کا ٹین کا ڈبّہ۔
کُنڈالی۔ چھوٹا کونڈا۔
کُنکُنا۔ شیر گرم۔ سہتا سہتا نہ بہت گرم بہت سرد۔
کنسوئیاں لینا۔ راز کی باتوں کی ٹوہ لینا۔
کِنگلے کو۔ (گنواری) کدھر کو۔
کُندۂ ناتراش۔ بے ڈھنگا۔ اُدجھڑ۔
کُنج لحد۔ قبر کا کونا۔
کوفتہ بنجتہ الخ۔ کوٹ چھان کر پی لیں۔
کوّے کے پَر کو باندھ کر اُڑا دو۔ ایسی ہلکی کہ کوّا لے اُڑے۔
کوڑا کرکٹ۔ خس و خاشاک۔
کوٹھا۔ بالاخانہ۔
کوکے۔ چھوٹی چھوٹی ٹکلیں۔ برنجی کیلیں۔
کورے۔ غیر مستعمل۔ نئے۔
کونڈے۔ جب کوئی سفر سے آتا ہے تو

ک

اُس کی مع الخیر واپسی کی خوشی میں مٹّی کے کونڈوں میں مٹھائی بھیجی جاتی ہے تیل ماش اور پیسے بھی بھیجے جاتے ہیں۔ تیل میں مُنہ دیکھ کر ماش تیل حلال خوری کو دے دیا جاتا ہے اور پیسے خیرات کر دیے جاتے ہیں اور مٹھائی کُنبے میں تقسیم ہوتی ہے۔
کونا۔ ناحیہ۔ گوشہ۔
کوچی پھیرنا۔ سفیدی کرنا۔
کول ٹار۔ (انگریزی) ڈامر۔
کُوسے۔ کونے۔
کور کسر۔ نقص۔ رہا سہا عیب۔
کوڑیا غلام۔ بن کوڑی پیسے کا غلام۔ درم ناخریدہ غلام۔
کونے کُھدرے۔ کسی کونے دونے میں۔
کوسم کاٹی۔ کوسنا کاٹنا۔
گُودَن۔ بے وقوف۔ کم سمجھ۔ احمق۔
کوتاہیوں و رنقائص۔ کمی اور نقصان۔
کوک باندھ دینا۔ کوک کہتے ہیں پسلی کے

ک

نچلے حصّے کو عمل وغیرہ سے ایسا کر دینا
کہ اولاد نہ ہو۔
کوک کا غلل۔ جس کے بچّے صغر سنی میں
مر جائیں اُسے کوک کا غلل کہتے ہیں۔
کوئلوں کی دلّالی الخ۔ حصول نہ فائدہ
مفت کی بدنامی۔
کولھا کاٹنا۔ چوری چکاری کوئی مذموم فعل کرنا۔
کھاتر۔ (گنواری) خاطر۔
کھپا۔ (گنواری) خفا۔
کھنداتے۔ غار یا بڑے بڑے سوراخ۔
کھڑے پڑے بیٹنا۔ بہت بے قراری
اور حالتِ اضطراب میں بیٹنا۔
کھڑاگ۔ روگ بکھیڑا۔
کھڑے کھڑے۔ ذرا کی ذرا۔
کھڑا قورمہ۔ ایک قسم کا سالن جس
میں گوشت کے ساتھ مصالحہ ملا کر
دیگچی کا منہ بند کر کے پکایا جاتا ہو۔
کھٹ پٹ۔ سوءِ مزاجی۔ نااتفاقی۔
کھوٹ۔ خبثِ باطنی۔

ک

کھنچنا۔ رکاوٹ۔ انقباضِ خاطر۔
کھچڑی۔ دال چاول ملا کر پکتی ہو۔ مرادی
معنے ملی جلی۔ مخلوط۔
کھٹ سے۔ فوراً۔ بلا توقف۔
کھونسنا۔ (گنواری) اُڑس لینا۔
کھٹائی میں ڈال رکھنا۔ جھلانا۔
ٹالنا۔ دیر کرنا۔
کھلنا۔ ظاہر ہونا۔
کُہنی کی چوٹ۔ مثلاً اُس حالت کو کہتے
ہیں کہ پہلے پہل ایک دہاکا بیٹھ جائے۔
کُہنہ حدید۔ پُرانا لوہا۔
کھینچ تان کر۔ تاویل کر کے۔ توجیہ کر کے۔
کھینچا تانی۔ کشاکشی۔
کھکراند۔ سڑی بُو خصوصاً پیشاب کی عفونت
کھُرّی۔ خالی چارپائی بلا بچھونے کے۔
کھُردرے۔ ناہموار جو صاف نہ ہو۔
کھسک جانا۔ چُپکے سے چل دینا۔
کھسکنا۔ آہستہ آہستہ رینگنا۔
کھُسر پھُسر۔ چُپکے چُپکے آہستہ آہستہ۔

ک

کھلم کھلا ۔ علی الاعلان ۔ بے باکانہ طور پر ۔
کھڑے کھڑے جانا ۔ ذرا دیر کو جانا ۔
کھڑے کھڑے نکالنا ۔ فوراً نکال دینا ۔
کھٹ کھٹ حجت ۔ تکرار ۔ بحث مباحثہ ۔
کھک ۔ بالکل خالی ۔
کھوکھلا ۔ جو اندر سے خالی ہو ۔
کھریا ۔ املی کا بڑا چنیاں جس کو بیچ میں سے خالی کر کے دوپٹہ چنتے ہیں ۔
کھوٹی ۔ خراب ۔ ناقص ۔ بری ۔
کہن ۔ قول ۔ بات ۔
کیسہ ۔ جس کھردرے کپڑے کی تھیلی سے میل اتارنے کے لئے بدن ملتے ہیں ۔
کیڑے ڈالنا ۔ عیب جوئی ۔ عیب نکالنا ۔
کیٹ ۔ گاد ۔ میل ۔ تیل بہہ بہہ کر جو کالی تہ جم جاتی ہو ۔ ورد ۔ تیل چھٹ کو بھی کہتے ہیں ۔

گ

گاجر مولی کی طرح ۔ بے قدری ۔ کم وقعتی سے
گانٹھ رکھنا ۔ ہموار کرنا ۔ ملا رکھنا ۔
گاڑھی چھننا ۔ گہری دوستی ۔ بڑا ملاپ ۔
گبھا ۔ گول گردا جو پٹاری میں بچھایا جاتا ہے ۔
گبر ۔ آتش پرست ۔
گپھا ۔ گچھا ۔
گپ شپ ۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا ۔
گتھ جانا ۔ پل پڑنا ۔ جٹ جانا ۔
گٹھل ۔ ٹنڈا
گٹھڑی بن جانا ۔ ہاتھ پاؤں سمیٹ لینا ۔
گٹھڑی چرانا ۔ بڑا ہاتھ مارنا ۔
گجا سنگوا دینا ۔ بہت سامال حوالے کر دینا ۔
گجی مار ۔ گپت مار جو ظاہر نہ ہو ۔
گدگدانا ۔ ابھارنا ۔ آمادہ کرنا ۔ ہنسانا ۔
گراب ۔ اصل میں گریپ شاٹ ہے مگر ہندوستانی یونہیں بولتے ہیں ۔ معنی اس کے چھروں کی باڑھ ہے ۔
گزجاں الخ ۔ آپ کے لئے جان حاضر ہے لیکن روپے پیسے کی بات ٹھیک نہیں ۔ اسی مضمون کی ایک مثل اور ہے چلنے پھرتے سلام علیک کھاتے پیتے بیچے کو دیکھ ۔

گ

گراب کا گولا۔ وہ گولا جو پھٹ جاتا ہو۔ مراد زور دار گولا۔

گریب۔ (گنواری) غریب۔

گرم و سرد زمانہ۔ دُنیا کا نشیب و فراز۔ اچھا بُرا۔

گر قبول افتد الخ۔ اگر قبول ہو جائے تو کیسی عزت اور (ہم چشموں میں) ناموری ہو۔

گرد و پیش۔ اطراف۔ چاروں طرف۔

گردش دَوری۔ چکر کاٹنا۔

گردان کبوتر۔ پالتو یا پلا ہوا کبوتر جو ہر وقت گھر کا رُخ کرے۔

گرے پڑے کا سودا۔ دل نہ چاہے مگر کسی کام کو کرنا۔

گری پڑی۔ حقیر۔ کس مپرسی کی حالت

گر بر سر و چشم الخ۔ اگر میرے سر اور آنکھوں پر بھی بیٹھو تو روا ہے میں تمہارا ناز اُٹھاؤں گا کیونکہ تم لاڈلے ہو۔

گرویدہ۔ فریفتہ۔

گردی۔ پٹاری کے اوپر کی پوشش۔

گڑگڑانا۔ عاجزی کرنا۔ لجاجت۔ عجز و الحاح

گ

گومڑا۔ برتن گرنے سے جو گڑھا پڑ جاتا ہے۔

گودنا۔ طعنے دینا۔ پیچھے پڑنا۔

گوشِ دل سے سُننا۔ توجّہ سے سُننا۔

گویم مشکل الخ۔ کہوں تو بھی مشکل نہ کہوں تو بھی مشکل۔

گوش و ہوش۔ خبرداری۔ چوکنا ہونا۔

گومگو۔ گُھمم میں۔ مُذبذب۔

گوڈے توڑنا۔ (گنواری) گھٹنے توڑنا دوادوش۔ محنت کرنا۔ تھک جانا۔

گہ۔ کبھی۔

گھاٹ۔ دریا یا ندی پر پار ہونے کی جگہ۔ ٹھکانا۔

گھاٹا۔ نقصان۔

گھراوندھ جانا۔ بدنظمی۔ اُلٹ پلٹ جانا۔

گھڑونچی۔ پانی کے گھڑے رکھنے کی لکڑی کی ہوتی ہے۔

گھر دلئے۔ گھر کو طعنے یا حقارت سے گھر دایا کہتے ہیں۔

گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ کسی بات کو قیام نہیں۔

گ

گُھبر گھار کر لانا۔ سمجھا بجھا کر لانا۔
گُھن لگ جانا۔ مرضِ مزمن۔ اندر ہی اندر گھُلنا۔
گِھن آنا۔ کراہیت۔
گھڑی بھر } تھوڑی دیر۔
گھڑی دو گھڑی }
گھڑ لینا۔ دل سے بات بنانا۔ اختراع۔
گُھنّی سادھ جانا۔ مگرے پن سے چُپ ہو جانا۔ دل کی بات نہ کہنا۔
گھر گئی } (گنواری) یعنی تو اپنے گھر (سسرال) میں جا کر رہے۔ بسے، دعا ہے۔
گھر بسی }
گُھل گُھل کر مرنا۔ رینگ رینگ کر مرنا۔
گھر کھوؤ۔ گھر کھونے والی۔
گھر کُھوایا۔ گھر غارت کرایا۔ برباد کرایا۔
گھُرکی۔ جھڑکی۔ ڈانٹ۔
گہری۔ دل میں بات رکھنے والی۔ بھاری بھرکم۔
گہری مُلاقات۔ گاڑھی۔ پکّی دوستی۔
گُھستے ہی۔ آتے کے ساتھ۔
گِھس لیس پُرانا۔ پہنو اوڑھو مستعمل ہو کر پُرانا ہو یعنی برتنا نصیب ہو۔ دعا ہے۔

گ

گھٹنا۔ کم ہونا۔ انحطاط۔
گھنگولنا۔ ٹٹولنا۔ چھان مارنا۔
گھر گُھسنا۔ جو ہر دم گھر میں گھسا رہے۔
گھی کے چراغ جلانا۔ فارغ البالی۔ خوشی منانا۔
گُھٹنے لگا بٹھا رکھنا۔ اپنے پاس بٹھا رکھنا۔
گھونگٹ۔ شرم سے جو سر پر دوپٹہ کو اس طرح آگے وار کو کر لیں کہ چہرہ نہ دکھلائی دے۔
گُھٹّی۔ بچے کو پیدا ہوتے ہی جو دوا پیٹ صاف کرنے کو دی جاتی ہے۔
گُھٹّی میں پڑنا۔ طبیعتِ ثانیہ ہو جانا۔ عادتِ مستمرہ۔
گُھٹنے لگیں گے الخ۔ یعنی انسان ہمیشہ اپنوں ہی کی پچ کرتا ہے۔
گوں۔ غرض۔
گیارہ کا عمل۔ گیارہ بجنے والے ہیں۔

ل

لاپروا۔ بے پروا۔ لاپروا۔ اور لاچار

ل

دونوں ترکیبیں غلط ہیں۔ ناپروا اور ناچار چاہیئے مگر غلط العام فصیح۔

لاڈو۔ لاڈلی۔ چہیتی۔ ناز پروردہ۔

لاحاصل۔ بے فائدہ۔ بے کار۔

لال پیلا ہونا۔ غصّے ہونا۔

لباڑیا۔ بڑا جھوٹا۔ کذّاب۔

لبدھڑا۔ گدگدا۔ جو پتلا نہ ہو۔ گاڑھا۔

لپاٹن۔ بڑا جھوٹ بولنے والی۔

لپک جھپک۔ پھرتی۔ جلدی۔ مستعدی۔

لتاڑ۔ ڈانٹ۔ ملامت۔ زجر و توبیخ۔

لتّے لے ڈالنا۔ ڈانٹنا۔ بُری طرح پیش آنا۔

لت پت۔ آلودہ۔ بھرا ہوا۔ لتھڑا ہوا۔

لپکا۔ ہوکا۔ بڑا شوق۔

لتھڑنا۔ بھر جانا۔ سن جانا۔

لٹّو ہو جانا۔ فریفتہ ہونا۔

لٹ۔ بالوں کی لڑی۔ زلف۔

لُچّا۔ بدمعاش۔ آوارہ مزاج۔

لُچھّے دار گفتگو۔ پُرمذاق اور لطف انگیز گفتگو۔

لچھن۔ افعال۔ عادت۔ طرزِ عمل۔

ل

لحد۔ قبر

لرزاں و ہراساں۔ خوف زدہ و ناامید۔

لڑنت۔ کشتی لڑنا۔

لشتم پشتم۔ گرتے پڑتے۔ کسی طرح بھی۔ بائی حال۔

لقمان کو حکمت سکھلانا۔ عقلمند کو عقل بتلانا۔

لق و دق میدان۔ چٹیل اور وسیع میدان۔

لکچر۔ وعظ۔ زبانی بیان۔

لگ بھگ۔ قریب قریب۔

لگ جانا۔ ہل جانا۔ مانوس ہو جانا۔

لگائی بجھائی۔ اِدھر کی بات اُدھر لگا دینا۔

للّو پتّو۔ خوشامد درآمد۔

للکارنا۔ ڈانٹنا۔ خفا ہونا۔

لمبا چوڑا کھڑاگ۔ بڑا وبال۔

لمڈرا۔ عوام اور جُہلا لونڈے کو لمڈا کہتے ہیں۔

لمبی تاننا۔ عرصہ تک خبر نہ لینا۔

لمبوتری۔ لمبی وضع کی۔

لمبا تڑنگا۔ ڈیل ڈول والا۔ موٹا تازہ۔ قوی ہیکل

ل

لنگوٹیا یار۔ یار غار۔
لُنڈوری۔ بے دُم کی یعنی جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو۔ جسکا ٹھکانا نہ ہو۔
لُنڈھانا۔ لڑھانا۔ بہانا۔
لوٹ ہو جانا۔ فریفتہ یا مفتون ہو جانا۔
لوٹ جائیے۔ مر جائیے۔
لوٹھے کا لوٹھا۔ بھرپور جوان جسکی جوانی اُمڈی پڑتی ہو۔
لوٹ پوٹ کر۔ گر پڑ کر۔
لَو لگ جانا۔ کسی بات کی رَٹ جینی لگ جانا۔
لہولہان۔ خونا خون۔
لہو پانی ایک کر دینا۔ اپنی جان کھپا دینا۔ سخت مشقت اور کوفت اٹھانا۔
لیل و نہار۔ رات۔ دن۔ زمانہ۔
لے دے کے۔ دینے دلانے کے بعد۔
لے اُڑنا۔ لے بھاگنا۔
لیر لیر۔ دھجی دھجی۔ ٹکڑے ٹکڑے۔
لیکھ۔ جوؤں کے سفید سفید انڈے جو سر میں پڑ جاتے ہیں
لیئف۔ (انگریزی) زندگی۔ طرزِ زندگی۔ گزران۔

م

ماتھا ٹھنکا۔ چوکنا ہو گئی۔ تردد اور اندیشہ ہوا۔
ماٹو۔ اصول۔ دستور العمل۔
ماءاللحم۔ یخنی ایک قسم کا مقوی عرق جو مختلف قسم کے پرندوں کے گوشت سے کھینچا جاتا ہے۔
مالہٗ وما علیہ۔ (عربی) کسی چیز کے متعلقات اطراف و جوانب۔
ممتا۔ فطرتی محبت۔
ممتا ٹھنڈی رہنا۔ اولاد کا سکھ دیکھنا۔ پھلنا پھولنا۔
مانوس ہونا۔ ہل جانا۔
ماجرا۔ جو بات گزری ہو۔ حالات۔
مارے باندھے۔ زبردستی۔
مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔ مار ایسی بری چیز ہے کہ ساری خرمستیاں دور کر دیتی ہے۔
مآل اندیش۔ وہ شخص جو انجامِ کار کو سوچے سمجھے۔ دُور اندیش۔
مالِ عرب پیشِ عرب۔ اپنا مال اپنی ہی آنکھوں کے سامنے رہے تو اچھا۔

م

ماں کے سر کھانا۔ ماں کے ہاں کھانا۔

ماہیت۔ حقیقت۔

مُپھت ماہی توڑے۔ (گنواری) مفت میں ہی توڑے۔

مت۔ مرضی۔

متاثر ہونا۔ اثر پزیر ہونا۔

مُتواضع۔ تواضع۔ خلق وانکساری کرنے والا۔

مترشح۔ ظاہر۔ متباد۔

متلاشی۔ تلاش کرنیوالا۔ ڈھونڈھنے والا۔

متعدی اثر۔ ایک سے دوسرے کو لگ جانا۔

متاسف۔ افسوس کرنیوالا۔ رنج کرنیوالا۔

متردد۔ تردد و فکر کی حالت میں پریشان۔

متی۔ سود۔

متمنی۔ آرزومند۔

مٹھی گرم کرنا۔ دہوکا دے کر کچھ منفعت خصوصاً روپیہ پیسہ حاصل کرنا۔

مٹی پلید کرنا۔ خواری۔ ذلت۔

مٹیالا۔ مٹی کا رنگ۔

مُٹھی عقل۔ بلید۔ کم فہم۔ موٹی سمجھ۔

م

مُٹھی میں لے لینا۔ قابو میں کر لینا۔

مٹی عزیز کر لینا۔ ٹھکانے سے لگ جانا۔

مجروح۔ زخمی۔

مُچان۔ اٹاری۔ کوٹھڑی میں اوپر وار کو تختے لگا کر ایک سائبان سا چیز بست رکھنے کو بنالیا جاتا ہے۔

مچمچاہٹ کی گرمی۔ سخت گرمی۔

مچلنا۔ ضد کرنا۔ لوٹنا۔

محل۔ جگہ۔ موقع۔

مُحال۔ ناممکن۔

محتاط۔ احتیاط کرنے والا۔

محترز رہنا۔ محتاط رہنا۔ پرہیز کرنا۔

محدود۔ حد کے اندر۔ ایک اندازے سے

محول کرنا۔ کسی پر ڈھال دینا۔ حوالہ دینا۔

محجوب۔ شرمندہ۔

مخدراتِ عصمت۔ پردہ نشین شریف زادیاں۔

مخمور۔ نشہ میں۔

مُدام۔ ہمیشہ۔

مدعا۔ مطلب۔ غرض۔

م

مُدّت العمر۔ ساری عمر۔
مُدّت العمر گزران کرنے والیاں
ساری عمر بسر کرنے والیاں۔
مُدبّر و مُصلح۔ درستی اور اصلاح کرنیوالی۔
مدوّر۔ گول۔
مذاقِ سلیم۔ مہذّب دل لگی۔ اچھی سمجھ۔
مذلّت۔ ذلّت۔ حقارت۔
مراقبہ۔ توجہ دینا۔ دنیاوی تعلقات سے
قطع نظر کرکے اللہ کی طرف دھیان لگانا۔
مرثیہ۔ مرے ہوئے شخص کے اوصاف
دردآمیز اور رقّت خیز طرز میں بیان کرنا۔
مرغی کی ایک ٹانگ۔ اپنی بات کی
پیچ اور ضد اور ہٹ۔
مرتفع۔ اونچا۔
مرے پر سو دُرّے۔ گرے ہوئے
آدمی پر حملہ کرنا۔
مرحلہ۔ مشکل کام۔
مرنے بھرنے والیاں۔ مرتے دم
تک ساتھ دینے والیاں۔
مرغوبہ۔ پسند۔

م

مربّع۔ چوکور۔
مراز خیر الخ۔ فائدہ تو آپ سے کیا خاک ہوگا۔
بس یہی غنیمت ہو کہ آپ سے نقصان پونہچے۔
مرجّح۔ برتری۔ بڑھ جانا۔
مرنجِ و مرنجاں۔ کسی سے سروکار نہیں
سب سے رل مل کر رہنا۔
مُڑنا۔ پلٹنا۔
مزخرفات۔ فضولیات۔
مزے لینا۔ باز پرس کرنا۔ سرزنش۔ مواخذہ۔
مُزمن۔ پُرانا۔ کہنہ۔
مزید براں۔ علاوہ اِس کے۔
مزا چکھانا۔ بدلہ لینا۔
مستور۔ چھپا ہوا۔
مُسبّب۔ سبب پیدا کرنیوالا۔ ذریعہ۔
مسَاکر۔ مُشکل سے
مُستعار۔ مانگے۔
مُسمُسی۔ گھُنّی۔ دلمیں کپٹ رکھنے والی۔
مُستغنی المزاج۔ بے پروا۔ پیٹ بھرا۔
مسئلہ۔ معاملہ۔ بحث۔ بات۔

م

مُستثنیٰ - چھوڑ دیا گیا۔ شمار میں نہیں، حساب میں نہیں۔

مستطیل - لمبوترا۔

مسوسنا - ٹھگنا - لوٹنا - دہوکا دیکر نقصان کرنا۔

مساوات ہوجانا - عادت پڑ جانا - پروا نہ کرنا - ناگوارہ ہونا۔

مشکل ز توجہِ تو الخ - آپ کی توجہ اگر ہوئی تو مشکل بھی آسان ہی اور جو آپنے نگاہ پھیر لی تو آسان بھی مشکل ہو جاتا ہی۔

مِشین - (انگریزی) کَل۔

مُشیئن - شان دار

مشتے کہ بعد از جنگ الخ - وقت پر تو بات یاد آئی نہیں جب وقت گزر گیا تب یاد آئی تو کس کام کی۔

مصنوعی - نقلی - بنائی ہوئی۔

مُصَمّم - پکا۔

مصیبت جو دھری جائے نہ اُٹھائی جائے - ناقابلِ برداشت مصیبت۔

مطعون - بدنام جسکا نام بُرائی میں نکل جائے۔

م

مطلع پر گھنگور گھٹا چھارہی تھی یعنی لڑائی جھگڑے کیلئے آمادہ طیار تھا۔

مُطلقُ العِنان - خود مختار۔ خود سر۔

مِعمار - راج - عمارت بنانے والا۔

معاملے میں پڑنا - کسی بات میں پڑنا۔ بیچ بچاؤ کرنا۔

معمور - پُر - بھرا ہوا۔

معرکتہ الآرا - کوئی مشہور بات کام کی بات جسے سب مان جائیں۔

مُعلّق - ادھر۔ بے ٹھور ٹھکانے جسکا سر پیر۔

مع شئی زائد - (عربی) بلکہ اور کچھ زیادہ۔

معزول کرنا - منصب سے اُتار دینا۔ برطرف کر دینا۔

مغز چاٹ جانا - بکواس - فضول گوئی۔

مفر نہ تھا - گزیر نہ تھا - علاج نہ تھا - اور کوئی راستہ نہ تھا۔

مفتون - فریفتہ۔

مقتضیٰ - مقصد - مطلب۔

مقناطیس - وہ پتھر جو لوہے کو گھسیٹتا ہے - مراد کشش سے ہی۔

م

مقدّمۃُ الجیش۔ یعنی ڈوری۔ لشکر کا اگلا حصّہ۔ سب سے آگے آگے رہنا۔ پیش رو۔

مکابلا۔ (گنواری) مقابلہ۔

مکّار غدّار۔ بڑی مکر کرنے والی اور دھوکا دینے والی۔

مُکر جانا۔ انکار کرنا۔

مُکنت۔ قدرت۔ توانگری۔ فارغ البالی۔

مُکدّر۔ رنجیدہ۔ افسردہ خاطر۔

مکر چاندنی۔ وہ چاندنی جو بادلوں میں چھپی ہو یعنی ظاہر اور باطن اور۔

مگری۔ چھپّر کی لمبان جہاں دونوں پاکھے مِلتے ہیں۔

مُگھّم۔ مُذبذب۔

مگن۔ خوش۔

مگراپن۔ ٹرّاپن

مِلنسار۔ مِلنے جُلنے والا۔

مَلال۔ رنج۔

ملّا کی دوڑ مسجد۔ ہر شخص کی کوشش کی ایک انتہا ہوتی ہے۔

م

ملیامیٹ۔ ستیاناس۔ نیست ونابود۔ کردینا۔ غارت کردینا۔

ملگجے۔ میلے۔ مُڑے تُڑے۔

مِلی بھگت۔ سازش۔

ممبر۔ (انگریزی) جماعت کی ایک فرد۔

مُمسک۔ بخیل۔ کنجوس۔

منازلِ ہستی۔ زندگی کی منزلیں۔

مُنہ پھاڑ سر جھنکاڑ۔ بدر دیتی کے سر بال پریشان۔

مُنہ کِل جانا مُنہ بند ہوجانا ایسا کہ کچھ کہہ نہ سکے۔

مُنہ سے بھاپ نہ نکالنا۔ اُف نہ کرنا۔

مُنہ سے تو پھُوٹ۔ کچھ تو کہہ۔

مُنہ در مُنہ۔ دوبدو۔ روبرو۔

مُنہ کا نوالا۔ آسان کام۔

مُنہ بنانا۔ ناراضگی کی علامت ہے۔

مُنہ کا جُھلسا لگانا۔ تیرا مُنہ جل جائے تو نِکل جا۔

مُنہ لگائی ڈومنی۔ مُنہ چڑھے کے ہر قسم کے ناز اُٹھانے پڑتے ہیں۔

ع ناز براں کن کہ خریدار تست

مُنہ ماری۔ کم سخن۔

م

مُنہ نہ لگانا۔ توجہ نہ کرنا۔
مُنہ کالا کرنا۔ کہیں کو نکل جانا۔
مُنہ کالا ہونا۔ تذلیل۔
مُنہ چھٹالنا۔ کچھ چکھ لینا۔
مُنہ پھوڑ کر کہنا۔ بے غیرتی سے خود کہنا۔
مُنہ چڑھانا۔ کھجانا۔ شرمندہ کرنا۔
مُنہ ملنگے۔ حسبِ دل خواہ۔
مُتنفع ہونا۔ فائدہ اٹھانا۔
مَنْ گھڑت۔ دل سے بات بنالینا۔
مُنکسر المزاج۔ جسکے مزاج میں غرور نہ ہو۔
مِنّتِ سماجت۔ عذر معذرت، خوشامد درآمد
مِنّت کش۔ احسان اٹھانے والا۔
مُندمِل ہونا۔ زخم بھر جانا۔ چنگا ہو جانا۔
مُنعم۔ بخشندہ۔ نعمت دینے والا۔ احسان کرنیوالا
مَنْ کارِ خویش را الخ۔ میں نے تو اپنے کام کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے کرم سے کیا کرتا ہے۔
مَنْ چاہے مُنڈیا ہلائے۔ دل تو چاہتا ہے مگر زبان سے نہیں نہیں کئے جاتے ہیں۔

م

مُنجلی۔ روشن۔ چمکدار۔
موری کی اینٹ الخ۔ ایک کم حیثیت کو دیکھو کہاں پونہچی۔ عروج غیر مستحق۔
موقع سِر۔ جا سر۔
موئے لنگاڑے۔ کمبخت۔ بدمعاش۔ شہدے۔
موت پہچاننا۔ آنیوالی مصیبت کو تاڑ لینا۔
مورچہ۔ معرکہ۔ لڑائی کی وہ جگہ جو سب سے زیادہ معرضِ خطر میں ہو۔
مُوہنی۔ پیاری۔ دل فریب۔
مؤدّب۔ باادب۔
مونچھیں نیچی کرلینا۔ بات کو مان لینا لوٹ جانا۔
مُوسلا دھار مینہ۔ بہت زور شور کی بارش۔
مَودو۔ بھولا بھالا۔
مَوردِ مطاعن۔ طعنوں کا نشانہ۔
موٹے ٹکڑ۔ موٹی اور بھدی روٹیاں۔
مونڈنا۔ لوٹنا۔ ٹھگنا۔
مھاری۔ (گنواری) میری۔
مھاری گیل (گنواری) میری ساتھ۔
مہم سر ہونا۔ کامیابی۔ فائز المرام ہونا۔

م

مہینے دو مہینے چڑھے ہوں گے
واجب ادا ہوئے ہوں گے۔
میّا۔ ماں کو حقارت سے میّا کہتے ہیں۔
میل جول۔ ملنا جلنا۔ موانست۔
میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔
مجھے مطلق اطلاع نہیں۔
مَیل کا بَیل بنانا تھوڑی بات کو بڑا کر دینا۔
مَیلی چکٹ۔ بہت مَیلی۔
میل۔ (انگریزی) ڈاک۔
مےِ طرب۔ خوشی کی شراب۔
مَیکا۔ ماں باپ کا گھر۔
میں جل گئی۔ صدمات متواتر پہنچنے سے مراد ہے۔
میزبان۔ جسکے گھر مہمان جاتے ہیں صاحبِ خانہ۔

ن

ناجو۔ لاڈو۔ نخرے والی۔
ناخدا۔ مرکب ہے ناؤ اور خدا (خداوند مالک ہے یعنی کشتی کا مالک۔
ناک سے جانا۔ عزت سے جانا۔
ناک چوٹی گرفتار۔ بدمزاج۔

ن

ناک بھوؤں پر چڑھانا۔ ناگوارِ خاطر ہونا
بدمزاجی کا اظہار۔ نفرت کرنا۔
ناک میں دم ہونا۔ عاجز ہونا۔
ناک کی سیدھ۔ بالکل سیدھ میں۔
سامنے۔ براہِ راست۔
نام دھرنا۔ عیب نکالنا۔ الزام دینا۔
نام پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں بس
اُسی کا ہر دم انتظار رہتا ہے کسی کا تخلیہ لگ جانا۔
نام زد کرنا۔ معیّن کرنا۔ مقرر کرنا۔
نام کو آنا۔ سابقہ رکھنا۔ تعلق رکھنا۔
نام کو نہ آنا۔ سروکار نہ ہونا۔ دخل نہ دینا۔
نادانستہ۔ اَن جان طور پر۔ بہ حالتِ لاعلمی۔
ناطقہ بند کرنا۔ قوتِ گویائی بند کرنا۔
عاجز و مجبور کرنا۔
ناگفتہ بہ۔ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔
نبھنا۔ اچھی طرح گزران ہونا۔
نبھاؤ۔ موافقت۔
نتھارنا۔ اوپر اوپر کی چیز اُتار لینا۔
نٹ جانا۔ (گنواری) اِنکار کرنا۔

ن

نجیب۔ شریف۔

نجّو۔ اکثر لوگ نام بگاڑ دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح نیاز احمد کو یہ لوگ نجّو نجّو پکارتے تھے۔

نچلا۔ چین سے جو چلبلا نہ ہو۔

نچنت۔ بے فکر۔ مطمئن۔

نرا۔ خالص۔

نرالا۔ انوکھا۔ عجیب۔

نہ رہے بانس الخ۔ جڑ سے مٹا دینا۔ نیست و نابود کر دینا۔

نزار۔ کم زور۔

نسوت پانی۔ بالکل پانی۔ پتلا پانی۔

نشے میں چُور۔ مدہوش۔ مخمور۔ ٹُل۔

نشیب و فراز۔ اونچ نیچ۔

نصب العین۔ مقصودِ اصلی۔

نظرِ استحسان۔ اچھی نظر۔ پسندیدگی۔

نظیر۔ مثل۔ مانند۔

نعم البدل۔ اچھا بدلا۔

نعوذ باللہ۔ پناہ بہ خدا۔ خدا کی پناہ۔

نعل در آتش۔ بے قرار یا بے چین۔ ہونا۔ جادوگروں کا طریقہ ہے کہ گھوڑے کے نعل پر کسی کا نام کھود کر منتر پڑھکر آگ میں ڈال دیتے ہیں تو وہ شخص محبت سے بے قرار اور مضطرب ہو جاتا ہے۔

ن

نفور۔ بہت نفرت کرنے والا۔

نفرینی۔ بُرائی۔ بدی۔ حقارت۔

نکاسی۔ خرچ۔ بکری۔

نکٹائی۔ (انگریزی)۔ گلے میں جو پتلی سی دھجی خوبصورتی کیواسطے باندھ کر کوٹ کے سامنے گریبان میں لٹکا لیتے ہیں۔

نکھرنا۔ صاف ہونا۔ اُجل جانا۔ رنگ نکل آنا۔

نکسے۔ (گنواری) نکلے۔

نکتوڑے لینا۔ کوئی چیز خاطر تلے نہ آنا۔

نگوڑی۔ بے چاری۔

نگد۔ نقد کو مارواڑی لوگ نگد کہتے ہیں۔

نمک کی کنکری۔ بالکل تھوڑا سا۔

ننگی بُچّی۔ بلا زیور۔

ننگ و عار۔ شرم۔

نُوج۔ عورتوں کی بولی ہے یعنی خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔

ن

نوعیت۔ حالت۔ قسم۔
نوحہ۔ مُردے پر چلّا کر رونا۔ بَین کرنا۔
نوحہ خواں۔ ماتم کنندہ۔ رونے والا۔
نوکر اَدّھی کا بیں نہیں۔ یعنی کسی قسم کی تھوڑی یا بہت نوکری میری نہیں۔
نہال نہال۔ خوش خوش۔ شاد شاد۔
نہاں۔ پوشیدہ۔
نَہان۔ غُسل۔
نہوت۔ نہ ہونا۔ عدم ہستی۔
نہ ہر زن زنست الخ۔ عورتیں عورتیں اور مرد مرد سب یکساں نہیں ہیں جسطرح کہ خدا نے پانچوں اُنگلیاں مختلف بنائی ہیں ویسے ہی ان کا حال ہے کوئی کیسا کوئی کیسا۔
نہ مُنہ سے بولتی ہے نہ سر سے کھیلتی ہے۔ نہ کچھ کہتی ہے نہ سُنتی ہے۔
نَینا۔ (برج کی زبان) آنکھیں۔
نیک رَوِشی۔ اچھی روش۔
نیند کے جھوٹے۔ نیند میں جھومنا۔ گر گر پڑنا۔
نیکی کے دم میں۔ نیکی کی حالت میں۔

ن

نیم حکیم الخ۔ ادھ کچرے حکیم سے جان کا ڈر ہے جس طرح ادھ کچرے مُلّا سے ایمان کا خطرہ ہے۔
نیومونیا۔ (انگریزی) ذات الجنب۔

و

واری۔ صدقے جانا۔
وارنش۔ (انگریزی) روغن جس سے لکڑی چمک جاتی ہے۔
وَالحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذٰلِکَ۔ (عربی) اور اُس پر اللہ کا شکر ہے۔
وابستہ۔ متعلق۔
واہمہ۔ وہم و گمان۔
واہی تباہی۔ بیہودہ۔ مہمل۔
وا ہونا۔ کھُل جانا۔
وجود۔ موجودگی۔ ذات۔
وداع۔ عورتیں بِدا بولتی ہیں یعنی رُخصت۔
وِل۔ (انگریزی) اچھا۔
وَہّاب۔ بڑا دینے والا۔ بڑا بخشش کرنیوالا۔
وول وون۔ اُس طرح۔
وصلی کی جوتی۔ وہ جوتی جس کا تلا نہایت

و

نفیس اور ہلکا ہو جس میں بھرتی نہ ہو۔
وصیلہ۔ چوکھٹ۔

ہ

ہار کر جھک مار کر۔ پچھتا کر پشیمان ہو کر۔
ہاتھی پھرے گاؤں الخ۔ جسکی جو چیز دراصل ہوتی ہو کہیں بھی رہے کہلائیگی اُسی کی۔
ہاتھ بٹانا۔ مدد کرنا۔
ہاتھ دھو بیٹھنا۔ مایوس ہو جانا۔ نا اُمید ہو جانا
ہاتھوں کے طوطے اُڑ جانا۔ ہوش گم ہو جانا۔ بدحواس۔ یا بے اوسان ہو جانا۔
ہاتھ کنگن الخ۔ ظاہر بات کیلئے ثبوت کی ضرورت نہیں۔
ہاتھ اُٹھا کر دینا۔ دست نگر، دوسرے کا محتاج
ہاتھ تک نہیں لگایا۔ یعنی مارنے کا ارادہ تک نہیں کیا۔
ہاتھ دھو کے پیچھے پڑنا۔ سب کام چھوڑ کے ایک بات کی فکر میں پڑ جانا۔ کسی بات کی دُھن لگ جانا۔ خواہ مخواہ کسی کے سر ہو جانا۔

ہ

ہتھے پر سے اُکھڑ جانا۔ قابو سے نکل جانا۔
ہتھے چڑھ جانا۔ ہاتھ لگ جانا۔ میسّر آجانا۔
ہتھیلی پر سرسوں جمانا۔ بے انتہا جلدی کرنا۔
ہٹے کٹے۔ مضبوط۔ توانا۔
ہٹیلی۔ ہٹ کرنے والی۔ ضدّن۔
ہاجم۔ (گنواری) ہضم۔
ہجوم۔ بھیڑ۔
ہجومِ افکار و آلام۔ رنج غموں اور فکروں کی بھیڑ۔
ہدڑا۔ بُرا حال۔ ردی حال۔
ہڈی بوٹی۔ حسب نسب۔ اصالت۔ ذات ذمات (جماعت)
ہڈیاں پیلنا۔ محنت کرنا۔
ہرجائی۔ آوارہ۔ بدروش۔
ہر سخن موقع الخ۔ بات ٹھکانے سر کہنی چاہیئے۔ بے ڈھنگی بات کو کوئی توجہ سے نہیں سُنتا دیکھو ہر چیز کیلئے ایک نہ ایک خاص موقع مقرر ہے۔
ہرانی جتانی۔ ضد۔ ہٹ۔ خواہ مخواہ کی بحث۔ حجت۔ کٹھ حجتی۔

ہ

ہر دم آزردگی الخ۔ ہر وقت بلاوجہ خفگی کا کیا علاج ہو سکتا ہو۔ مہربانی سے تو درگزرے اس حق ناحق غصے کا کیا علاج۔

ہرزہ پن۔ بیہودہ پن۔

ہر کہ خدمت کرد الخ۔ جس نے خدمت کی وہ ہی بڑا ہوا جس نے آپکو دیکھا وہ کھویا گیا۔

ہر دو عالم الخ۔ تم نے جو دونوں جہان اپنی قیمت کہی ہی وہ بھی تو کم ہو ابھی اور قیمت بڑھاؤ کہ اس پر بھی ارزاں (سستے) ہو۔

ہُڑدنگی۔ بیہودہ۔ بدتمیز۔ شہدی۔

ہزار پا۔ کھنکھجورا۔

ہُس ہُس میرے کان میں گھس سب میرے کان میں گھس جاؤ۔

ہستے خود۔ بدستِ خود۔

ہفتہ عشرہ۔ آٹھ دس دن۔

ہکّا بکّا۔ } متحیر۔ ششدر۔ حیران پریشان۔
ہک دھک }

ہک۔ (گنواری) حق۔

ہلّا۔ بلوہ۔ ہنگامہ۔

ہلالِ عید الخ۔ عید کا چاند کیا نکلا گویا شراب خانہ کی کھوئی ہوئی کُنجی مِل گئی۔ ہلال کی شکل کُنجی کی سی ہوتی ہی۔

ہلکا۔ کم وزن۔

ہلکان۔ حیران پریشان۔

ہلو۔ (انگریزی) کلمۂ استعجاب و حیرت۔

ہُلسانا۔ بھڑکانہ۔ اُبھارنا۔ لگائی بجھائی کرنا۔

ہَل چَل۔ گڑبڑ۔ جنبش۔

ہمہ تن۔ بالکل۔

ہم سر۔ برابر۔

ہمیں گوئے الخ۔ بسم اللہ ابھی یہی گیند اور یہی میدان۔

ہمارا صاد ہی۔ یعنی ہم کو بھی پسند ہی۔

ہمّت از مردم الخ۔ بزرگ آدمی سے ہمت سیکھو جب خاک اُٹھاؤ تو بڑے ڈھیر سے یعنی جب کوئی کام کرو تو بڑے آدمی کی ریس کرو۔

ہموں آش در کاسہ۔ جو حالت پہلے تھی وہی اب بھی ہی۔

ہنکس۔ (انگریزی) لمپ اور لالٹین بنانے

ہ

ٹائلے ایک مشہور کارخانہ کا نام ہے۔
ہَنس مُکھ۔ خندہ پیشانی۔ خوش مزاج۔
ہُنکارہ۔ تکلیف سے ہائے ہائے کرنا۔
ہتّا مراد۔ یعنی ای نامراد۔ عورتوں کی بولی ہے۔
ہنر بچشم عداوت الخ۔ دشمن کو ہنر بھی عیب نظر آتا ہی۔ سعدی۔ توکل ہو مگر دشمنوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہی۔
ہوائیاں اُڑنا۔ چہرے پر پریشانی ظاہر ہونا۔
ہوتے میں۔ موجودگی میں۔
ہو بہو۔ عین بین۔ بجنسہٖ۔
ہوائی قلعے بنانا۔ فرضی اور خیالی منصوبے گانٹھنا۔
ہوتی نہیں۔ یہ بات کبھی ہو نہیں سکتی۔
ہوّا۔ ڈرنے کی چیز۔ بیچا۔
ہونچا۔ بڑی کنگھی جوئیں نکالنے کی۔
ہَوا ہو جانا۔ اُڑ جانا۔ جلد غائب ہو جانا۔
ہَوا بگڑنا۔ ساکھ بگڑنا۔ بنی بنائی بات خراب ہو جانا۔
ہَوازدگی۔ نزلہ۔ زکام۔
ہوائے دے الخ۔ فارسی ایک مہینے کا نام ہی۔

ہ

ہی۔ دے کی خوش گوار ہوا عنبر کی خوشبو چھڑک رہی ہی اور چاند سا مُکھڑا چمک رہا ہی۔ ہمیں صدقے ہونے کی اجازت دو انکار کا یہ موقع نہیں۔
ہَوا سے لڑنا۔ بلاوجہ ہر کسی سے لڑنا۔
ہونہار بروے الخ۔ جو پودا آگے پھولنے پھلنے والا ہی اُس کے پتوں ہی سے معلوم ہو جاتا ہے یعنی آئندہ کے حالات کو بچپنے ہی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔
ہواو۔ حوصلہ۔ ہمّت۔ جرأت۔
ہود کا جی۔ (گنواری) حوض قاضی دہلی میں ایک بازار کا نام ہی۔ پہلے وہاں اس نام کا حوض تھا اُسے پاٹ کر وہاں ترکاری کا مارکیٹ بنا دیا ہی۔ حوض ندارد نام باقی۔
ہو ہوا جانا۔ ہو چکنا۔ ہو جانا۔ ٹھپا جانا۔ ختم ہو جانا۔
ہَیٹ۔ (انگریزی) انگریزی ٹوپی۔
ہیڈ کوارٹر۔ صدر مقام۔ مستقر۔
ہیڈ ماسٹر۔ صدر مدرس۔
ہیچ۔ کچھ بھی نہیں۔

ی

یار۔ قوت۔ حوصلہ۔

یارِ غار۔ گہرا یار۔ بڑا دوست۔

یاران و عزیزان الخ۔ یار دوست اور عزیز و قریب ذرا میری خاک و قبر پر تو آئیں اور اُس سے میرا حال پوچھ کر دیکھیں۔ (جواب تو خاک ملے گا) اگر دُنیا بھر کی خاک بھی چھان ڈالیں تو بھی میرا پتہ اُن کو نہیں مل سکتا۔

یاد داری الخ۔ کچھ تمہیں یاد بھی ہے کہ جب تم پیدا ہوئے تھے تو سب تو خوشی خوشی ہنس رہے تھے اور تم رو رہے تھے لیکن چاہیئے یہ کہ انسان زندگی اس طرح بسر کرے کہ مرتے وقت معاملہ برعکس ہو یعنی تم تو ہنسی خوشی دُنیا سے جاؤ اور لوگ تمہارے فراق میں ڈاڑھیں مار مار کے روئیں۔

ی

یک در گیر و محکم گیر۔ بس ایک ہی کے ہو رہو۔ جو کام کرو دل لگا کر کرو۔

یک سو۔ ایک طرف۔

یورش۔ حملہ۔ بلوہ۔

یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ خدا جانے نتیجہ کیا ہو۔

یہ جوڑ بالکل بے جوڑ تھی۔ کُشتی لڑنے والوں کی جوڑ ہوا کرتی ہے جو آپس میں لڑتے ہیں۔ یہ جوڑ بالکل غیر مناسب تھی۔

تمت

کُتب مُصنّفہ مولوی بشیرالدین احمد دہلوی ایم۔آر۔اے۔ایس۔(لندن) تعلقدار پنشنر

کُتب سلسلۂ تعلیم نسواں

جو ہر عمر کی عورتوں کیلئے ازبس مفید ہیں

اقبال دُلہن۔ شرفائے دہلی کی روزمرہ زندگی کے دلچسپ حالات۔ صفحہ ۲۱۲ قیمت عمر

حُسنِ معاشرت۔ یہ ایک اخلاقی ناول ہے جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے مفصل حالات بیان کئے گئے ہیں۔ صفحہ ۲۰۲ قیمت ۱۲ر

تحفت جس گرہ۔ دو حصے۔ ایک شفیق اور تجربہ کار باپ نے اپنی کمسن اور ناتجربہ کار لڑکی کو بہ پیرایہ راو راہنمائی سے ازدواجی زندگی کے فرائض بتائے ہیں کہ انسان خود کیونکر خوش رہ سکتا ہے۔ اور دوسروں کو کیونکر خوش رکھ سکتا ہے پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی سے دو سو پچاس روپے انعام مرحمت ہوا ہے۔ صفحات حصہ اول ۶۲۲ حصہ دوم صفحات ۵۹۶ قیمت صرف تین روپیہ آٹھ آنہ (لعہ)

فغانِ اشرف۔ مصنفہ اشرف جہاں بیگم صاحبہ دہلی کے ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کو دل ہلا دینے والا سچا واقعہ دکھایا گیا ہے۔ صفحہ ۳۲۲ قیمت عہ

حرزِ طفلاں۔ لڑکوں کے لئے بیش بہا انعام کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا قابل قدر ذخیرہ صفحہ ۱۵۰ قیمت ایک روپیہ (عہ)

نشاطِ عمر۔ ناکتخدا اور نوجوان لڑکیوں کیلئے اخلاقی تعلیم کا قابلِ قدر ذخیرہ اور افعال قبیحہ و عادات ذمیمہ کے مُضر ہونے کا نتائج دلچسپ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں صفحہ ۳۲۰ قیمت عہ

عصائے پیری۔ عمر رسیدہ لوگوں کے لئے ایک بیش بہا اور قابلِ قدر ذخیرہ جو دُنیا کی آخری منزل میں بھی بکار آمد ہے۔ صفحہ ۳۲ قیمت ۲/

شمع ہدایت۔ سب کے لئے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا بہترین مجموعہ تمثیلات اور مشاہدات کے ساتھ اس پر گورنمنٹ سے دو سو پچاس روپے انعام مرحمت ہوا۔ صفحہ ۲۲۴ قیمت ۱۲/

بچیوں سے دو دو باتیں۔ زنانے سلسلے کی پہلی کتاب جس میں لڑکیوں کے لئے بیش بہا نصائح کے علاوہ معلومات ضروری کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ صفحہ ۱۸ قیمت ۱/

مثنوی دردِ دل۔ ایک نہایت دردناک سچے واقعہ کی دل ہلا دینے والی نظم صفحات ۵۵۔ قیمت آٹھ آنے (۸/)

عزم بالجزم۔ استقامت۔ ارادہ کا ایک دلچسپ چھوٹا سا قصہ صفحہ ۳۲ قیمت ۳/

دیوانِ بشیر۔ پرانی اور نئی طرز یعنی ہر قسم کی دلچسپ اور قابلِ قدر نظمیں۔ دیباچہ اور فہرست مضامین اور مصنّف کا فوٹو۔ کاغذ سفید چکنا ولائتی۔ ٹائیٹل دلکش و دل فریب لکھائی چھپائی دیدہ زیب صفحات ۲۶ قیمت ایک روپیہ چار آنہ (۱۴/)

انشائے بشیر۔ جس میں نہایت بکار آمد سو خطوط عورتوں کے لئے ہیں صفحہ ۳۵ قیمت ۱۲/

حکایاتِ لطیفہ۔ تین حصے عمدہ عمدہ با مذاق دلچسپ حکایتیں معہ فوٹو مولف صفحات حصہ اول ۱۹۵ حصہ دوم ۱۹۵ حصہ سوم ۱۹۵ قیمت فی حصہ ایک روپیہ (عہ/)

لطائفِ عجیبہ۔ پھڑکا دینے والے دلچسپ لطیفے تین حصے معہ فوٹو مولف صفحات حصہ اول ۱۹۵ حصہ دوم ۱۹۵ حصہ سوم ۱۹۵ قیمت فی حصہ ایک روپیہ (عہ/)

پورا سٹ حکایاتِ لطیفہ اور لطائفِ عجیبہ قیمت ۶/

فرامین سلاطین۔ بادشاہوں کی فرمانوں کی نقلیں ۱۸۸ فرمان ۸ فوٹو۔ اس پر گورنمنٹ سے پانچسو روپے کا اعزازی انعام مرحمت ہوا ہے ٹائیٹل نہایت رنگین و دلکش صفحات ۲۲۰ قیمت تین روپیہ آٹھ آنے (۳/۸)۔

نام کتاب

(۲۳) مبادی الحکمت علم منطق کے قواعد سلیس اور عام فہم اردو میں جسپر گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ملا

(۲۴) مایغنیک فی الصرف۔ صرف عربی کے قواعد زبان اُردو

(۲۵) لکچروں کا مکمل مجموعہ۔ دو جلد ۱۲۰۴ صفحے

(۲۶) امہات الامہ۔ یہ وہ کتاب ہے جسے سوختنی قرار دیکر مولینا پر کفر کا فتویٰ ہوا تھا اب چند مستند علما کی نظر ثانی ترمیم اور تعدیل کے بعد خواہش مندوں کے سخت اصرار پر زیر طبع کیا گیا ہے۔

مولنائے مرحوم کی آخری اور ناتمام تصنیف

(۲۷) مطالب القرآن۔ کلام مجید کی مکمل اُردو تفسیر کا حصہ اول "معتقدات" صفحہ ۱۲۸ تک پوری تفسیر کو چھ حصوں میں لکھنا مرکوز خاطر تھا اور جتنی لکھی جاتی تھی اتنی ہی چھپ بھی جاتی تھی افسوس ہے کہ مولینا کی زندگی نے چندے اور وفا نہ کی اور کتاب ادھوری رہ گئی اب جتنی اور جس حیثیت سے طیار تھی ناظرین کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے۔

خاکسار کی تصانیف

(۱) واقعات مملکت بیجاپور صفحہ ۱۲۸۷			(۸) عصائے پیری۔ اسی سلسلے میں لڑکیوں کی لئے	عہ/
تین حصے مجلد ٹھپہ دار نقرئی	لعہ/	۱۳/	(۹) بچیوں سے دو دو باتیں	عہ/
مستورات کے لئے خانہ داری کا سلسلہ			(۱۰) عزم بالجزم۔ استقلال ارادے	
(۲) اقبال دلہن مجلد ٹھپہ دار ۴/ و غیر مجلد	عہ/	۵/	پر ایک چھوٹا رسالہ	۴/
(۳) حسن معاشرت مجلد ٹھپہ دار عہ/ و غیر مجلد	۴عہ/	۴/	(۱۱) تاریخ دہلی تین حصے صفحے ۲۵۶۶	
(۴) اصلاح معیشت مجلد ٹھپہ دار عہ/ و غیر مجلد	عہ/	۵/	نقشے اور تصاویر قلمی (۲۰۹) فوٹو (۹) ہر سہ حصص بلا جلد	دعص
(۵) لخت جگر حصہ اول و دوم مکمل دستور العمل			و مجلد ٹھپے دار	لعہ
خانہ داری عورتوں اور لڑکیوں کے لئے ایک لاثانی اتالیق			(۱۲) فغان اشرف۔ مردوں کا سلوک	
جس میں نو فوٹو بھی ہیں مجلد للعہ/ و غیر مجلد	بیہ/	۹/	عورتوں سے کس طرح کا ہے ایک نہایت دلچسپ قصہ	
(۶) حرز اطفال	عہ/	۴/	جسکو خاکسار کی فرمائش اور ایما سے اشرف جہاں بیگم	
(۷) نشاط عمر	۴عہ/	۴/	صاحبہ دہلوی نے بڑی خوبی سے لکھا ہے۔	